

1346ھ / 1927ء میں روہایت پر محرک اسلامی تصنیف

زاد و مالیت



حضرت ماہارہ

خواجہ محمد حسن جان فاروقی

تصنیف

مہمانی سہ ہندی

حضرت ماہارہ

حافظ محمد عبدالستار میدنی

ترجمہ

مکتبہ فکر رضا کراچی

الاصول الاربعة في ترديد الوهابية

کامیلس اردو ترجمہ

رد و ہابیت

تصنیف :

حضرت خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی سہروردی رحمہ اللہ

ترجمہ :

حضرت مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ

ناشر
مکتبہ فکر رضا کراچی، پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	الاصول الاربعۃ فی تردید الوہابیۃ
مصنف	حضرت خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی سہروردی رحمہ اللہ
ترجمہ	رؤیہ ہابیت
مترجم	چامع العقول، المستقل علامہ مولانا الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ
محکم	مولانا محمد منشاء تالیش قسوری علیہ السلام چامع نظامیہ رضویہ لاہور
اشاعت	اکتوبر 2011ء ذوالقعدہ 1432ھ
صفحات	308
تعداد	1100
قیمت	260

ناشر

مکتبہ فکر رضا کراچی پاکستان

فہرست مضامین

17	حضرت مترجم دامت برکاتہم العالیہ پر ایک نظر
25	احوال و آثار حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ
33	دیباچہ
33	ہندوستان میں وہابیت کی ابتدا
34	وہابیہ کے دو فرقے (الامجدیہ و بابی اور دیوبندی و بابی)
34	وہابیوں کا ظاہر و باطن
35	توحید کے بارے میں عقائد وہابیہ
37	رسالت کے بارے میں عقائد وہابیہ
42	عملیات وہابیہ
44	کیا یہ عقائد صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے تھے
44	علامات منافقین
49	(فائدہ) فرشتہ صورت اور شیطان سیرت
50	ایک اعتراض کا جواب
52	وہابیہ اور اہلسنت و جماعت کے درمیان چار اصول نزاعیہ
54	اصل 1
54	تعظیم غیر اللہ
55	باب نمبر 1
55	قرآن مجید سے غیر اللہ کی تعظیم کا ثبوت
55	مقدس مقامات کی تعظیم کرنے کا حکم
58	تعظیم غیر اللہ کے متعلق منطقی دلائل

- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے ادبوں کے عمل ضبط کئے جانے کا ارشاد 59
- (فائدہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب کو قیامت تک ٹھوڑا رکھنے کی فرضیت 62
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کرنے کا حکم 64
- شفاعت رسول اللہ ﷺ شرط مغفرت ہے 65
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے والے کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے 67
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود روز قیامت تک امت میں رہے گا 67
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت تک ہونے والی امت کے اعمال و افعال اور احوال کا مشاہدہ فرماتے ہیں 68
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دانائے علوم اذلین و آخرین ہیں 69
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شافی اور رفعت مکانی کو خدا ہی جانتا ہے 70
- فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور ابلیس کا انکار کرنا 72
- والدین کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ، تعظیم کرنا 73
- (فائدہ) ابلیس کا نام شیخ نجدی کیسے مقرر ہوا؟ 73
- شیطان کا شیخ نجدی کی صورت میں ظاہر ہونا 74
- نجد سے شیطان کا سینک نکسنے کی پیش گوئی 75
- حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے والے مقامات پر دعائے گنت کا حکم 76
- باب نمبر 2** 77
- احادیث سے غیر اللہ کی تعظیم کا ثبوت 77
- تعظیم حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم 77
- تعظیم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 78
- دست دیا کو تعظیم یا چومنے کا جواز 78
- تعظیم مومن 79

- بارگاہ نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعظیم سر جھکا کر بیٹھنا 79
- باب نمبر 3** 81
- جن آثار مبارکہ کی نسبت حضور ﷺ سے 81
- سے ہے انکی زیارت کرنا مستحب ہے 81
- صاحب مناسک اور شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کا خلاصہ 81
- حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا آثار رسول ﷺ سے برکت حاصل کرنا 82
- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا منبر رسول ﷺ پر ہاتھ رکھ کر چہرہ پر ملنا 82
- تمام اصحاب مذاہب اربعہ کے نزدیک آثار جلیلہ سے تکرر حاصل کرنا مستحب ہے 83
- حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے مزار پاک پر چہرہ رکھنا 84
- باب نمبر 4** 85
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ سے 85
- کے آثار مبارکہ سے تبرک حاصل کرنا 85
- بخاری کے ایک باب کا عنوان 85
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی 85
- چادر مبارک کی زیارت کرانا 85
- حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین مبارک کی لوموں 85
- کو زیارت کراتے تھے 86
- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیالہ میں ترکا 86
- پانی پلاتے تھے 86
- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال مبارک و منور 87
- شفاء یابی کی نیت سے پانی پلایا کرتی تھیں 87
- مناہجہ کے دور حکومت میں لوگ تہہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سے 87

منیٰ الخا کر لے جاتے تھے

اصل

2.....

توسل واستمداد

باب نمبر 1

روح کی حیات قواعد شرع میں بالاتفاق ثابت ہے

اہل قبور کو قیامت تک تعظیم یا تعذیب

اہل قبور سے کلام کرنے کا ارشاد

اہل مزار کا زائرن کو پہچاننا، ان کی بات سنا اور سلام کا جواب دینا

اہل قبور کے احترام کا ارشاد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسک شہور اسوات کے بارے میں

روح کا جسم سے معنوی تعلق اور تصرف کی اجازت

مصیبت میں "یا عباد اللہ انصبرونی" کہنے کا ارشاد

باب نمبر 2

توسل واستمداد کا ثبوت

اولیاء علیہم الرحمۃ، انبیاء علیہم السلام محض واسطہ اور وسیلہ ہیں

عوام کا طریقہ استمداد قابل اصلاح ہے

اہلسنت وجماعت کا عقیدہ

حدیث میں توسل، استمداد، استغاثہ اور شفاعت کا ثبوت موجود ہے ترمذی

نسائی، ماہن بلجہ

گنہگار کی دعا اگر بارگاہ نبوی ﷺ میں بھی قبول نہ ہوتی تو پھر کس جگہ قبول ہوتی؟

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کے توسل سے بارش طلب کی جاتی ہے

امام مونی کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر قبول دعا کیلئے تریاق مجرب ہے

104 امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بوقت مشکل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر دعا مانگنا

104 معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر حصول شفاء کیلئے تریاق مجرب ہے

امام الحدیث ابو بکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا حضرت علی رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی

105 قبر پر گریہ اور دعا مانگنا

باب نمبر 3

107 منکرین سماع مونی کے استدلال کا بطلان

جواب نمبر 1: کفار کو "زندہ درگوز" سے تشبیہ دی گئی ہے لہذا تم ان کو سنا

108 نہیں سکتے یعنی (ہدایت نہیں دے سکتے مگر جس کو خدا چاہے)

جواب نمبر 2: ایک صحابی کا قول، یحییٰ قرآن اور دیگر صحابہ کے اقوال کے

110 مقابلے میں حجت نہیں بن سکتا

111 جواب نمبر 3: مقتدا ایمان و ہدایت مونی کے تامل ہیں

112 جواب نمبر 4: اہل مہات کا اہل حیات سے سنا معمول جیسا نہیں ہے

جواب نمبر 5: تہمہ استمداد (وسیلہ لینے سے منع کرنا دین

113 میں دھوکہ دہی کے مترادف ہے)

باب نمبر 4

114 مسئلہ، حقیقت و مجاز

114 وہابی اور نجدی معنی مجازی کو تسلیم نہیں کرتے

115 حقیقت میں اللہ تعالیٰ حاکم ہے لیکن مجاز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاکم ہیں

116 حقیقت میں اللہ تعالیٰ راجع قبول کرتا ہے مگر مجازاً "ملک الموت" روح قبول کرتا ہے

117 شفاء دینے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجازی ہے

117 اولاد دینے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مجازی ہے

118 حقیقت میں اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مجازاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالک ہیں

- 119 معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجاز ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہے
 119 عبد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے اور مخلوق سے مجازی ہے
 120 حقیقی رب اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً غیر اللہ کو بھی رب کہا گیا ہے
 121 فریاد رس اللہ تعالیٰ ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مجازاً ندا مانگی گئی ہے

باب نمبر 5

- 122 نداء غائب کی تصریح
 122 بوقت ضرورت ”یا عباد اللہ اعیینونی“ کہنا
 122 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا چل کر یا محمد ﷺ کہنا
 123 نماز میں ”السلام علیک ایہا النبی“ پڑھنا
 123 نجدی، اہل حرمین کو خصوصاً اور تمام امت کو عموماً مشرک جانتے ہیں
 124 وہابی، مزار نبوی علیہما رحمۃ اللہ کو ”ضم اکبر“ قرار دیتے ہیں

باب نمبر 6

- 126 اجمال اور اس کی تفصیل
 126 تمام جزئیات میں ائمہ کی تصریح ضروری نہیں ہے
 126 قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل احادیث کرتی ہیں
 127 احادیث کے اجمال کی تفصیل صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال سے ہوتی ہے
 128 صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال و اجمال کی تفصیل پھر
 128 ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کی ہے
 128 اقوال ائمہ مذاہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجمال کی تفصیل علماء امت نے کی ہے
 129 جو کہ صاحب استنباط ہیں

اصل 3

- 130 نداء غائب اور سماع موتی
 130

باب نمبر 1

- 131 وہابیہ کے نزدیک نداء غائب شرک ہے
 131 وہابیہ کی غائب سے کیا مراد ہے؟ کیا ”غائب عن النظر“ یا ”غائب عن الوجود“؟
 132 ارواح کی قوت تصرف کا ثبوت
 133 جنوں اور شیطانوں کی قوت تصرف
 134 ہوا کی قوت تصرف
 134 نظر اور جادو کی قوت تصرف
 135 ایک عام مقلد کا غیر مقلد مولوی سے مناظرہ

باب نمبر 2

- 137 مقلدین کے یقین کی پختگی کیلئے
 137 چند احادیث و روایات
 138 احادیث نبوی بخش ”صحاح ستہ“ اور ”موطا“ میں مختصر نہیں ہیں
 139 ائمہ مذاہب رحمہم اللہ تعالیٰ کا زمانہ کتب احادیث کے مستفین رحمہم اللہ تعالیٰ
 139 کے زمانے سے پہلے کا ہے
 140 اصحاب صحاح، احادیث کے جامع ہیں اور اصحاب مذاہب ناقدرین
 140 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ
 140 نے اپنے کرم کے خزانے آپ کے حوالے کر دیئے ہیں۔
 141 زیارت روضہ رسول ﷺ کی فضیلت
 149 اہل قبور کا زیارت کرنے والوں کو پہچانا اور ان سے انس حاصل کرنا

باب نمبر 3

- 153 قبر میں روح کا اپنے جسم میں واپس لوٹنا
 154 انبیاء و شہداء رحمہم اللہ کی ارواح شہداء رحمہم اللہ کی طرح زندہ ہیں

ارواح کی دو قسمیں (مسموم اور معذبہ)

شہداء زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں

ایک شہید کا قبر میں قرآن پاک پڑھنا

ایک بزرگ کا قبر میں قرآن پاک پڑھنا

قبر کھودنے والے کا بے ہوش ہو جانا

میت کا بولنا

میت کا قبر میں کلہ، طیبہ پڑھنا

میت کا کہنا کہ میں اہل جنت سے ہوں

ایک گانے بجانے والی عورت کی مغفرت

مردہ کا ہاتھ اٹھا کر انگلی بلند کرنا

اگر یز کا گھوڑے سے اتر کر شہید کا چہرہ چومنا

شہید ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں

باب نمبر 4

مومن کی موت، اور کافر کی موت

جب مومن مرنے کے قریب ہوتا ہے

جب کافر مرنے کے قریب ہوتا ہے

جب ارشاد ہوتا ہے کہ میرے ولی کو میرے پاس لے آؤ

جب ارشاد ہوتا ہے کہ میرے دشمن کو میرے پاس لے آؤ

پاک روح اور نجس روح

باب نمبر 5

حیات برزخی کے متعلق عجیب و غریب واقعات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تیرے آنے تک انتظار کروں گا

ابوالقاسم علیہ السلام میرا جنازہ پڑھنے کیلئے انتظار فرما رہے ہیں

ورق بجلی نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھاتے ہوئے کہا کہ تم نے کچھ دیکھا؟

ہم نے اس سے پوچھا کہ جو کچھ تیرے ساتھ ہو اس کا تجھے پتہ ہے؟

قطع رحمی کرنے والا، شرابی اور شرک جنت میں نہیں جائے گا

جو پیری روح قبض کرنے کو آئے ہیں، وہ تیز اکر نے والوں پر لعنت کرتے ہیں

تیز اکر نے والا "افسوس افسوس" کی صدا کہیں بلند کرنے لگا

عبدالملک اور حجاج کی آنتوں کو آگ کی طرف کھینچا جا رہا ہے

عبدالملک اور حجاج اپنی آنتوں کو آگ کی طرف کھینچ رہے ہیں

ایک شخص کا مرنے کے بعد چند روز کیلئے واپس لوٹنا اور اپنا حال بتانا

ایک عورت کا مرنے کے بعد جعفر بن زبیر رحمہما اللہ تعالیٰ کو ساتویں آسمان پر دیکھنا

جن گناہوں سے توبہ کر لی، وہ مٹا دیئے گئے اور جن سے توبہ نہ کی وہ باقی رہے

جو روح جہنم کے دور میں حق پر عمل کرنے والا

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکم مادر سے ہی خوش نصیب تھے

ہم ابھی گھر بھی نہ پہنچ سکے تھے کہ اس کا انتقال ہو گیا

وہ مخلوق جو صرف خوشبو سے محفوظ ہوتی ہے

اس نے اپنے نفس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے محفوظ فرما دیا

داؤد بن ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا خواب

وہ تکبیر جو اس نے خلوص کے ساتھ "انطا کیہ" میں کہی تھی

میرے بندے کو میرا سلام کہنا

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم چشمہء آفتاب را چہ گنار

ائمہ مذاہب اربعہ کی اتباع و تقلید

اممل 4 (الف)

باب نمبر 1

194

علماء مجتہدین کی اطاعت کے بارے میں ثبوت

194

قرآنی، اقوال محدثین اور ارشادات مفسرین

محدثین کا کام حدیث کی روایت کی صحت میں کوشش کرنا ہے اور مجتہدین

کا کام قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط ہے

194

مجتہدین کے سوا کسی کو قرآن و حدیث سے مسائل اخذ کرنے کا حق نہیں پہنچتا

195

عوام کو فقہاء کی تدوین و ترتیب پر عمل کرنا چاہیے

196

جب خیر القرون کا زمانہ انہما کو پہنچا تو اختلاف پیدا ہو گیا

196

اولوالامر، وہ ہیں جو نفوس نے احکام کو مستنبط کرنے کا علم رکھتے ہیں

197

باب نمبر 2

200

1..... کتاب 2..... سنت 3..... اجماع اور قیاس

200

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

200

جب تیرے پاس کوئی معاملہ آئے گا تو فیصلہ کیسے کرے گا؟

201

فریضہ و عادلہ سے یہ مراد ہے کہ وہ کتاب و سنت سے مساوی ہو

202

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قاضی کو ہدایت

202

جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی مقدمہ لایا جاتا تھا تو

آپ کیسے فیصلہ کرتے تھے؟

203

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس سوال لایا جاتا تھا تو

آپ کیسے فیصلہ کرتے تھے؟

204

باب نمبر 3

204

وجوب تقلید پر دلائل

204

ائمہ کی تقلید پر اجماع

13

205

قیامت کو ہر شخص کو اس کے امام کے نام سے بلایا جائے گا

207

مومنین کی راہ سے جدا راہ چلنے والے کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا

209

اہل ذکر سے مراد اولوالامر ہیں

212

احکام شریعت، مجتہدین سے پوچھنے چاہئیں نہ کہ مفسرین و محدثین سے

214

علماء مجتہدین کی تابعداری کا امر

215

تقلید شخصی سے متعلق غیر مقلدین کے سوالات اور ان کے جوابات

218

باب نمبر 4

عمل کے بعد کسی امام کی تقلید سے

218

بہر جانا بالاتفاق ممنوع ہے

224

اصل 4 (ب)

224

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

225

باب نمبر 1

225

حنفی مذہب کو ترجیح دینے کا مرجع

230

باب نمبر 2

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

230

کی دس قسمیں

231

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تعریف میں روایات

233

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں پیدا ہوئے

234

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں

237

امام ابو حنیفہ تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہی فتویٰ و اجتہاد میں مشہور تھے

239

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اکابر تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایات نقل کی ہیں

240

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے چار ہزار تابعین رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا

- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکابر تابعین رضی اللہ عنہم متفق تھے
 241 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے استنباط مسائل کا کام شروع کیا
 243 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کسب حلال سے گزر رہے کرتے تھے
 244 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "عہدہ قضاء" قبول نہ کیا اور شہادت پائی
 245 **باب نمبر 3**
 247

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مخالفین کے

سوالات اور ان کے جوابات

- 247 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کا جواب
 247 انواع قیاس چار ہیں، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیاس مؤثر حجت ہے
 248 مثال نمبر ۱:- سرکہ مزیل نجاست ہے
 249 مثال نمبر ۲:- نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے
 249 مثال نمبر ۳:- بیڑ تھرے وضو جائز ہے
 250 مثال نمبر ۴:- کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے
 251 مثال نمبر ۵:- پانی میں کسی پاک چیز کو ملایا جائے تو اس سے وضو جائز ہے
 251 مثال نمبر ۶:- جہمی حالت میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا جائز ہے
 252 مثال نمبر ۷:- جن جانوروں سے خون نہیں بہتا ان کی موت سے پانی پلید نہیں ہوتا
 253 مثال نمبر ۸:- مردار کی جلد و باغت سے پاک ہو جاتی ہے، اور اس کی ہڈیاں،
 بال اور سینگ بھی پاک ہیں
 253 مثال نمبر ۹:- خشک نمی کو کھرچ دینا جائز ہے اور تر کو دھونا ضروری ہے
 254 مثال نمبر ۱۰:- بوقت قضاء حاجت "قبلہ" کی طرف منہ کرنے کی ممانعت ہے
 255 مثال نمبر ۱۱:- سر کا ساج ایک دفعہ کرنا ہے
 255 مثال نمبر ۱۲:- مغرب و عصر کی نمازوں کے اوقات
 256

- مثال نمبر ۱۳:- نماز فجر، روشنی میں پڑھنا افضل ہے
 257 مثال نمبر ۱۴:- سلاۃ، وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے
 258 مثال نمبر ۱۵:- بسم اللہ شریف بلند آواز سے نہ پڑھی جائے
 258 مثال نمبر ۱۶:- ترک "فاتحہ" سے نماز باطل نہیں ہوتی
 259 مثال نمبر ۱۷:- تشہد (التحیات) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا صحیح ہے
 260 مثال نمبر ۱۸:- نماز میں شک ہو تو غالب گمان ڈھونڈ لے
 261 مثال نمبر ۱۹:- صبح کی نماز میں دعا و تہنوت پڑھنا
 261 مثال نمبر ۲۰:- وہ اوقات جن میں نماز جنازہ پڑھنا اور دفنانا منع ہے
 262 مثال نمبر ۲۱:- گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰۃ ہے
 262 مثال نمبر ۲۲:- سینگیاں لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
 263 مثال نمبر ۲۳:- حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھنا افضل ہے
 263 مثال نمبر ۲۴:- حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے
 264 مثال نمبر ۲۵:- پڑوسی حق شفعہ کا زیادہ حق دار ہے
 264 مثال نمبر ۲۶:- نقلی عبادت سے سنت افضل ہے
 264 مثال نمبر ۲۷:- بیوہ عورت اپنے نفس کی وارث سے زیادہ حق دار ہے
 265 مثال نمبر ۲۸:- مہر کے بغیر بھی نکاح درست ہے
 266 مثال نمبر ۲۹:- طلاق کا طریقہ
 266 مثال نمبر ۳۰:- دانت توڑنے کا "قصاص"
 267 مثال نمبر ۳۱:- جنگ میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کی ممانعت
 267 مثال نمبر ۳۲:- شکاری کتے نے اگر شکار سے کچھ کھالیا تو اس شکار کا کھانا ناجائز ہے
 268 مثال نمبر ۳۳:- ذوی السہام
 269 مثال نمبر ۳۴:- خلیفہ منصور کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک خط
 270

مثال نمبر ۲۵ - ان کی پرواز کی حد "صحاح ستہ" تک محدود ہے

خاتمہ

270

272

حقیقی نماء و وہابیوں کے عقائد بعینہ وہی ہیں

272

جو غیر مقلد نجدیوں کے ہیں

273

باب نمبر 1

273

وہابی، مقلدین کو کافر اور مشرک سمجھتے ہیں

274

خاتمہ

275

حقی نماز وہابیوں سے ایک سوال۔

275

الحمد للہ وہابیوں سے ایک سوال۔

277

حدیث نمبر 1

277

امت محمدیہ کا "تہر" فرقوں میں بٹنا

277

اثر ان امت

278

بہتر فرقے روزِ قیامت اور ایک جنتی ہوگا اور وہ جماعت ہے

279

جماعت سے مراد اہلسنت و جماعت ہیں

279

افراد اہلسنت و جماعت کی کثرت واضح ہے اور اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دستِ کرم ہے

281

نوٹ:

282

حدیث نمبر 2

282

اسلام غریب ہو کر آیا اور غریب ہو کر لوٹ جائے گا

284

حدیث نمبر 3

جو شخص دنیا میں جس سے محبت رکھتا ہے

284

وہ آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا

285

ہوشیار باش

تعارف

مترجم الاصول الاربعۃ فی تردید الوہابیۃ

مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ

از: مولانا الحاج محمد منشاہ پیش قسوری

صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ مدنیہ لاہور

سالار خاندان: مولانا الحاج الحاج محمد عبدالستار سعیدی ایک ایسے خاندان کے چشم

و چراغ ہیں جس کی دنیوی و جاہلی و شرافت تو کئی پشتوں سے مسئلہ چلی آ رہی ہے، آپ کے آباؤ اجداد نے زمینداری کا پیشہ اپنایا، علاقہ بھر میں اس خاندان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور باہمی تنازعات کے تصفیہ کے لئے اسی خاندان کی طرف رجوع کرتے ہیں، مگر دینی علوم کی طرف اس خاندان کا زیادہ رجحان نہ تھا۔

مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی سے پہلے اس خاندان کا کوئی فرد دینی علوم سے بہرہ ور نہیں ہوا، اس لحاظ سے آپ کا وجود مسعود خاندان کے لئے باعثِ فیوض و برکات ثابت ہوا کیونکہ آپ نے دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ علومِ دین و اسلام میں بھی دسترس حاصل کی۔ آپ کی دیکھا دیکھی خاندان کے اکابر نے اپنے بچوں کو دینی علوم کی راہ پر گامزن کیا، چنانچہ اس وقت آپ کے والدین ذی وقار میں تھے (۳۰) سے زائد حافظ و قاری اور عالم دین موجود ہیں، جبکہ خاندان کے کئی بچے حفظ قرآن پاک اور دینی علوم کی تحصیل میں مصروف عمل ہیں، اس لئے حافظ صاحب بلاشبہ خاندان کیلئے قابلِ تقدیر مثال ثابت ہوئے ہیں، لہذا اس مناسبت سے آپ کو سالار خاندان کے لقب سے ملقب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

ابتدائی حالات: مولانا الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی ضلع راولپنڈی کے ایک معروف گاون

گنگا نوالہ میں قیام پاکستان سے تقریباً دو سال بعد ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو جناب چوہدری شیردل (م، ستمبر ۱۹۹۹ء) بن چوہدری جعفر خان نسر دار مرحوم کے گھر پیدا ہوئے، قرآن کریم ناظرہ اور پرائمری تک اپنے گاؤں میں پڑھتے رہے پھر حفظ قرآن کے لئے مدرسہ اعجاز القرآن جامع مسجد ٹھیکیداراں ڈھوک رتہ راولپنڈی میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا صوفی کامل حافظ محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ۱۹۶۵ء میں حفظ قرآن پاک کی تکمیل کی، بعد ازاں ۱۹۶۹ء میں ڈی، سی ہائی سکول چکری ضلع راولپنڈی سے نڈل کا امتحان پاس کیا، پھر آپ علوم دینیہ کی طرف راغب ہوئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لیا، حضرت مولانا گل احمد عقی صاحب سے فارسی، صرف اور نحو کی ابتدائی کتب شرح جامی تک پڑھیں، پھر ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم احسن المدارس راولپنڈی میں داخل ہو کر حضرت مولانا علامہ محمد سلیمان صاحب چشتی رضوی سے متوقف علیہ کی تکمیل کی، ساتھ ہی ۱۹۷۳ء میں سرگودھا بورڈ سے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان پاس کیا، ۱۹۷۴ء ہی میں دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ لے کر منتہی کتب پڑھیں اور دورہ وحدت شریف کے بعد جامعہ اور تنظیم المدارس کی سند حاصل کی، آپ کے اساتذہ کرام میں ان علماء عظام کے نام نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد مہر الدین جماعتی رحمۃ اللہ علیہ (م، ۱۹۸۷ء مدفون، لاہور)

استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، لاہور

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

شیخ و حضرت مولانا حسن الدین ہاشمی، امریکہ

حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی، راولپنڈی

حضرت مولانا مفتی محمد گل احمد خاں عقی، لاہور

حضرت مولانا محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م، یکم ستمبر ۱۹۹۷ء مدفون، لاہور)

عملی زندگی: یوں تو آپ کی زندگی عمل سے ہی عبارت ہے مگر فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب انسان پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھتا ہے تو اس وقت جس راہ پر وہ گامزن ہوتا ہے اسے عملی زندگی میں قدم رکھنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی عملی زندگی کا آغاز کر دیا تھا،

۱۹۷۲ء میں جامع مسجد تازہ گل ڈھوک رتہ میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے، اور آپ پر تعمیر میرت و کردار کی راہیں کھلتی چلی گئیں، تبلیغ کا آغاز ہوا، چھ ماہ وہاں گزارے اور پھر جامع مسجد صوفی اللہ دین ڈھوک رتہ راولپنڈی میں دو سال تک خطابت و امامت کے مسند پر فائز رہے، ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۳ء تک دس سال مسلسل جامع مسجد غوثیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں خطابت کے جوہر دکھائے اور ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۷ء کے آغاز تک جامع مسجد شو مارکیٹ شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں خطابت فرمائی، فردری ۱۹۸۷ء سے اب تک جامع مسجد مسلم لاہور میں محکمہ اوقاف کے تحت خطیب کے منصب پر فائز ہیں، جامع مسجد یا رسول اللہ، گلشن راوی میں بھی ۱۹۹۰ء سے تاحال ۲۰۰۰ء خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، خیال رہے کہ آپ پہلے یہاں تقریر فرماتے ہیں بعدہ دوسرا خطاب مسلم مسجد لوہاری میں کرتے ہیں۔

اولاد و امجاد: حضرت حافظ صاحب مدظلہ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں، بڑا بیٹا جس کا نام محمد صدیق سعیدی ہے نہایت ذہین، قابل اور شرافت کا پیکر ہے، میٹرک کے بعد قرآن کریم حفظ کرنے کی طرف مائل ہوا، چند پارے یاد کئے بعد کتب دینیہ کی طرف راغب ہوا، اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ میں درجہ رابع کی کتب پڑھ رہا ہے، چھوٹا بیٹا چار سال سے نہایت بیمار ہے جس کے باعث والدین انتہائی صبراً زما مرحلہ سے گزر رہے ہیں اللہ تعالیٰ حل و علی اپنے حبیب مکرم ﷺ کی رحمت کے صدقے اسے صحت کاملہ عاجلہ مرحمت فرمائے، بچیاں بھی علوم دینیہ کے حصول میں مصروف ہیں، مولیٰ تعالیٰ حافظ صاحب کو اولاد و امجاد کی طرف سے سکون و اطمینان کی دولت ابدی سے شاد کام رکھے۔

تلا مذہب: جنہیں روحانی اولاد سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تعداد کا تعین کاردار، بس یوں سمجھئے جب آپ استاذ الاساتذہ، استاذ الحفظ، مفسر سے تو روحانی اولاد کا سلسلہ کہاں تک پہنچا ہے اور پہنچے گا: واللہ تعالیٰ وحسبہ الاعلیٰ ﷺ!

مدرسہ رئیس: ۱۹۷۶ء سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریسی فرائض باحسن وجوہ سرانجام دے رہے ہیں، پاکستان میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، کو تعلیمی امور کی انجام دہی کے باعث خاص شہرت حاصل ہے بلاشبہ اس معاملہ میں ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی کی انتظامی

صلاحیت کو بڑا دخل ہے مگر یہاں کے اساتذہ کرام کا آپس میں قلبی تعلق، ہر معاملہ میں جبار و کٹوک کھل کر بات کرنا اور باہمی اتفاق و اتحاد کی فضا کو فروغ دینا، طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی و اخلاقی تربیت کرنا، یہ ایسے امور ہیں جن کے باعث جامعہ کو پاکستان کے دینی مدارس میں انفرادی مقام حاصل ہے ایک مربوط نظام کی کشش یہاں غیروں کو بھی لے آتی ہے اور اس سلسلہ میں مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی کی کاوش دیگر اساتذہ سے سوا ہے کیونکہ آپ نہ صرف جامعہ کے ایک قابل استاذ، بلکہ جامعہ کے ناظم تعلیمات اور ناظم دارالافتاء بھی ہیں، بزم رضا، کے ہفتہ وار پروگراموں کے عملاً نگران اعلیٰ آپ ہی ہیں۔ اور ماہانہ خصوصی پروگرام جو اردو عربی و فارسی اور انگلش زبانوں میں ہوتے ہیں ان کو کامیابی سے چلانے کا سہرا بھی آپ کے سر پر ہے، جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ شعبہ طلباء و ذریعہ طالبات (مدرسۃ البناات) کی نگرانی کے ساتھ ساتھ طالبات کو پندرہ روزہ درس عقائد بھی دیتے ہیں جس کا باپزہ انتظام ہوتا ہے اس درس میں طالبات کے علاوہ بلاقعدہ کی مستورات بھی شریک ہوتی ہیں اور ان کے تحریری سوالوں کے مفصل و مدلل جوابات دیئے جاتے ہیں۔

الغرض آپ ۱۹۷۶ء میں فارغ التحصیل ہوتے ہی جامعہ کے شعبہ تدریس سے منسلک ہو گئے اور آج ۲۰۰۱ء تک تقریباً ۲۵ سال ہو رہے ہیں، تدریسی و تعلیمی امور بڑی دانشمندی سے انجام دے رہے ہیں اور حقیقتاً ان کا اوڑھنا، کچھوٹا جامعہ ہی ہے، اسلئے امید کی جاسکتی ہے، کہ جامعہ سے ان کی دانشمندی ہمیشہ رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کرم بالائے کرم: حفظ قرآن کی نعمت، علوم و فنون اسلامیہ کی دوست اور پھر عمل ہر شعبہ تبلیغ پر فائز ہونا، یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی فضل و کرم ہے مگر کرم بالائے کرم یہ ہے کہ آپ کو ۱۹۸۴ء میں حج و زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی اس سال حج جمعۃ المبارک کو ہوا جسے عام طور پر حج اکبر کہا جاتا ہے اور پھر مزید برآں ۱۹۹۶ء میں دوبارہ بصورت عمرہ حاضری نصیب ہوئی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

بیعت: اسلاف، بیعت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اس کی اصل کتاب وسنت سے ماخوذ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے، لہذا الانعام یافتگان کی راہ پر چلتے ہوئے مولانا الحاج حافظ عبدالستار سعیدی

نے بھی اپنے روحانی مشن کی تکمیل کے لئے اپنے پیر و مرشد کا انتخاب کیا اور خوب انتخاب ہے، چنانچہ آپ ۱۲۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو غزالی، رازئی و دواں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے عجیب اتفاق ہے کہ آپ کی روحانی زندگی کی ابتداء ماہ اکتوبر میں ہوئی جبکہ تیس سال قبل اکتوبر ۱۹۴۹ء میں آپ کی ظاہری زندگی کی ابتداء ہوئی تھی، یعنی آپ کی ولادت باسعادت اکتوبر میں ہوئی تو آپ کی عقیدت و ارادت کا سورج بھی اکتوبر ہی کے مہینے میں طلوع ہوا

تصانیف: بہت کم انسان ایسے ہوئے ہیں جو متعدد صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں، یہاں موازنہ و تقابل پیش کرنے کی گنجائش نہیں، اس لئے اشارہ کر دیا، حافظ صاحب مستند عالم، بہترین حافظ و قاری، قابل و مخلصی مدرس، عمدہ خطیب، صوفی منش امام ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت پختہ ترین قلم کار بھی ہیں، ایک صاحب قلم کو جن اوصاف سے مکتف کیا جاسکتا ہے ان میں یہ صفات عموماً زبان زد عام ہیں محقق، مؤرخ، ادیب، مصنف، مؤلف، مرقب، مستحق، جامع، مترجم وغیرہ، اگر ان میں سے ایک ایک صفت کو لیا جائے اور حافظ صاحب کی شخصیت پر منطبق کیا جائے تو بلا مبالغہ حافظ صاحب ان جملہ اوصاف سے موصوف نظر آئیں گے چنانچہ آپ نے تصنیف و تالیف اور ترتیب و ترجمہ میں وقت کی قلت کے باوجود نہایت عمدہ کارنامے انجام دیئے ہیں، تدریس کے ساتھ ہی آپ نے تصانیف کا آغاز فرمایا، چنانچہ درج ذیل کتب آپ ہی کا قلمی شاہکار ہیں۔

۱۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا سوانحی خاکہ، مطبوعہ بزم رضا لاہور ۲۔ تعارف تصانیف علماء اہل سنت (غیر مطبوعہ) ۳۔ تقریرات رحمہ اللہ (غیر مطبوعہ) ۴۔ تقریرات بر شرح تہذیب (غیر مطبوعہ)

۵۔ شرح کافیر (غیر مطبوعہ)

۶۔ ترجمۃ الاصول ۱۱۱ حصہ فی ردیہ الاولیاء فیولجہ محمد حسن جان اکیڈمی حیدرآباد

۷۔ مرآۃ التصانیف جلد اول، مکتبہ قادریہ، حامد ایڈ کیشن، لاہور

۸۔ ترجمہ سخن سنائی (۳ جلد) حامد ایڈ کیشن، لاہور

۹۔ تعارف اراکین سنی رائیٹرز گلڈ (غیر مطبوعہ) ۱۰۔ شرح مقامات حریری (غیر مطبوعہ)

۱۱۔ مرآۃ الصانیف (جلد دوم) (غیر مطبوعہ) ۱۲۔ شرح ہدایۃ الخو (غیر مطبوعہ)

۱۳۔ مصنفین صحاح ستہ اور ان کے شرائط اخذ و قبول، (غیر مطبوعہ) ۱۴۔ صرف بھترال (اردو) زیر تالیف

۱۵۔ تعلیم المنطق، مکتبہ تنظیم المدارس، لاہور ۱۶۔ تلخیص المنطق، مکتبہ تنظیم المدارس، لاہور

۱۷۔ مفتاح المرقبات (اردو) بزم رضا، لاہور ۱۸۔ صغریٰ (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۱۹۔ اوسط (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ ۲۰۔ کبریٰ (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۲۱۔ میزان المنطق (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۲۲۔ تعلیم الصرف مکتبہ تنظیم المدارس، لاہور

۲۳۔ ایسا غوجی (اردو ترجمہ) غیر مطبوعہ

۲۴۔ تعلیم الحکمت (اردو) ادارہ لوح و قلم لاہور

۲۵۔ فوائد جلیہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۲۶۔ امام احمد رضا بریلوی جامع العلوم عبقری شخصیت، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۲۷۔ سراجی (اردو) غیر مطبوعہ

۲۸۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۲۹۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۰۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۱۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۲۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۳۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۴۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۳۵۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

جہاں تک مذکورہ تصانیف کا معاملہ ہے وہ اپنی جگہ، مگر فتاویٰ رضویہ جدید کیلئے حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی کی معیت میں شب و روز مصروف عمل ہیں، یہ اتنا بڑا کام نامہ ہے کہ

جس پر حضرت مفتی صاحب اور آپ کو چٹا بھی خراج عقیدت و محبت پیش کیا جائے، کم ہے۔

تھماریک میں حصہ: مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ

آزادی کا تازہ زمانہ تھا، تحریک پاکستان کی گونج سنائی دے رہی تھی، پاکستان دنیا کے نقشے پر نمودار ہو چکا

تھا، تحریک ختم نبوت ۱۹۶۳ء، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء کے وقت آپ نے ایک مجاہد کے روپ میں

باقاعدہ حصہ لیا، جس کی تفصیل راقم السطور اپنی کتاب "تحریک نظام مصطفیٰ" ۱۹۷۷ء اور جامعہ

نظامیہ کا کردار میں درج کر چکا ہے آپ کے کارناموں کو وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے آپ نے اس تحریک

میں قائدانہ کردار ادا کیا، علماء و طلباء جامعہ کو ہدایات دیں اور تحریک کو آخری دنوں تک چلایا، بعض مرحلے تو

ایسے آئے کہ شہادت ہاتھ سے نکل گئی اور ساقی جام شہادت نوش کر گئے، گولیوں کی بوچھاڑ میں حفاظ

کرام کو جو شہید ہو چکے تھے اٹھایا اور مناسب مقام پر پہنچایا، اس دلدادہ جان سوز منظر کی الفاظ میں تصویر

کشی نہیں کی جاسکتی یہ آپ کا دل گردہ تھا کہ ایسے نازک ترین لحاظ میں موت کو گلے لگایا، مگر موت نے

آپ کا دفاع کیا، تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کو خاصے زخم آئے۔

کچھ ترجمہ کے بارے میں حضرت مترجم مدظلہ العالی کے تعارف سے قدرے

آپ بہرہ مند ہوئے اب ترجمہ کے سلسلہ میں چند باتیں رقم کی جاتی ہیں، الاصول الاربعہ فی تردید

الولایۃ ایک ایسی عظیم علمی و روحانی شخصیت کے قلم کا شاہکار ہے جن کے علوم و عرفان سے ایک دنیا آباد

ہے ان کے فیضان کا سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے، دنیائے اسلام میں ان کا ایک نام اور مقام ہے

موجودہ اس جہان فنا سے رہائی بقاء ہو چکے ہیں مگر ان کی روحانیت کے دریا رواں دواں ہیں، جنہیں برا عظم

ایشاء خصوصاً سندھ پاکستان میں قدوۃ المحققین، تاج الاولیاء حضرت خواجہ حسن جان فاروقی مجددی

سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی اسم گرامی سے شہرت حاصل ہے۔

زیر نظر مترجم کتاب "ردوہا بیت" حضرت کے فیوض و برکات کا زندہ اور منہ بولتا ثبوت ہے

جسے حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ نے عربی و فارسی کو اردو ادب کا حسین لباس پہنایا، ترجمہ

نہایت پر لطف، روح پرور، ایمان افروز دلکش، سلیس، سادہ، آسان اور متین کی روح اور جان ہے، بطور

نمونہ چند سطور ملاحظہ فرمائیے۔

داستان عجیبہ اس مقام پر ایک غیر مقلد مولوی اور ایک عام مقلد کے مناظرہ کا ذکر لطف سے خالی نہیں ہوگا تو مبلوچ کے ملا اور ایم نامی ایک شخص نے مؤلف کو بتایا کہ پنجاب کا ایک مولوی غیر مقلد کوئٹہ بلوچستان میں دعوت کرنے آیا ہے، تو مسجد میں سامعین کے اجتماع کو دیکھ کر میں بھی ان میں شامل ہو گیا، ملائی صاحب نے دوران تقریر کہا کہ ہر شخص چاہے نبی ہو یا ولی مرنے کے بعد نفع و نقصان کسی کو نہیں پہنچتا، لہذا، کیونکہ مر کر مٹی ہو جاتا ہے اور مٹی سے نفع و نقصان غیر مقصود ہے، میں نے کہا مولوی صاحب، انبیاء علیہم السلام کے حالات حیات میں معجزات تھے یا نہیں؟ اور اولیاء کرام کی کرامات تھیں یا نہیں؟ تو اس نے کہا تھے تو میں نے کہا پھر وہ معجزات و کرامات کہاں گئے؟ اس پر اس نے کہا مرنے کے بعد مسلوب ہو گئے ہیں میں نے کہا مولوی صاحب لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام، اولیاء علیہم الرحمۃ اور عام مومنین، اگر انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات مسلوب ہو جاتی تھیں تو عام مومنین جن کے پاس سوائے ایمان کے کچھ ہوتا ہی نہیں ان کا ایمان بھی مسلوب ہو جاتا ہوگا؟ کیونکہ موت اگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے نعمت کو سلب کر لیتی ہے تو پھر عوام سے کیوں نہیں نعمت کو سلب کر لیتی؟ مولوی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا اور اپنی جماعت کے افراد کو کہا کہ وہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیں، اس شخص نے میری طبیعت خراب کر دی ہے، تفصیل اسی کتاب میں ملاحظہ کیجئے گا۔

اس اقتباس سے روز روشن کی طرح ترجمہ کی خوبیاں عیاں ہو رہی تھیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیب الاعلیٰ علیہ السلام حضرت مصنف عالیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ حضرت مترجم مدظلہ اور حضرت ناشر محترم جناب الحاج مقبول احمد خیالی قادری زیدہ مجددہ کو اپنی خصوصی برکات و نوازشات سے بہرہ مند فرماتا رہے۔ آمین بجاہ سید المرثین

لفظ طالب دعا

محمد عثمان بابش قصوری

صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی قدس سرہ

علامہ محمد عبدالکامیم شریف قادری مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بقیۃ السلف حجة الخلف حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی ابن حضرت

خواجہ عبدالرحمن قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) ابن حضرت شیخ عبدالغفور سرمدی قدس سرہ

(۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء) ۶ شوال ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵ء) کو قندھار میں پیدا ہوئے، لہذا آپ کا

سلسلہ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے، آپ کے والد ماجد

حالات کی پراگندگی اور وظائف الملکی کے سبب ۱۲۷۱ھ / ۱۸۹۵ء میں قندھار سے افغانستان چلے

گئے، جب امیر عبدالرحمن نے خراسان پر تسلط کیا تو قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو حضرت خواجہ

عبدالرحمن قدس سرہ نے ۱۲۹۷ھ میں حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنے کے لئے رخصت ہفر

افغانستان سندھ، کراچی اور بمبئی سے جو کچھ عرب شریفین پہنچے ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۰۲ھ تک تین

سال تک مکہ مکرمہ اور وظائف میں قیام کیا، بعد ازاں مدینہ طیبہ و بارہ رسالت میں حاضر ہوئے اور

ایک سال چار ماہ تک وہیں قیام فرمایا، آپ کے فاضل دوستوں اور خاص طور پر مولانا

رحمت اللہ صاحب کی قدس سرہ نے مشورہ دیا کہ آپ وطن مآلوت کو واپس تشریف لے جائیں

کیونکہ آپ کے وجود مسعود سے خلق خدا کو نفع پہنچے گا چنانچہ پانچ سال تک بلاد حبیب میں

رہ کر وطن کو تشریف لے جاتے ہوئے جب سندھ سے گزرے تو مقتدرین نے بعد ازاں

گزارش کی کہ خراسان جانے کی بجائے ہمارے پاس تشریف رکھیں، چنانچہ آپ ملک و مضافات

حیدرآباد میں قیام پذیر ہو گئے اور پھر بیس جان ہاں آفرین کے سپرد کی اور کوہ گنج کے اس میں

دفن ہوئے بعد ازاں اولاد اہل ایمان نے منڈوسا میں داد کو سکون بنا لیا۔

حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان قدس سرہ نے قرآن مجید پڑھنے کے بعد قندھار میں

ملکہ محمد سوادہ پریہ شیر، تذکرہ منظر مسعود، سیدہ کراچی، ص ۳۰

ملکہ سیدہ جان المعروفہ رشادہ آغا، مولانا، لکھنؤ، ۱۳۹۶ھ، ص ۵۰

مولانا محمد سعید سے فارسی کی کتبیں پڑھیں۔ جب ۱۲۹۷ھ میں والد ماجد کے ہمراہ سندھ تشریف لائے تو قصبہ کٹر میں دو سال تک قیام کے دوران مولانا الحاج نعل محمد متعلیٰ سے کسب فیض کرتے رہے، بعد ازاں حیدرآباد مکرہ گئے تو مولانا رحمت اللہ صاحب کی قدس سرہ کے قائم کردہ "درسہ مولانیہ" میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور حضرت باقی مدرسہ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے رہے۔ اسی مدرسہ میں مولانا حضرت نور سے سراجی پڑھی ۱۳۰۱ھ میں درس حدیث مفتی مکہ حضرت مولانا شیخ سید احمد علان رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا۔ والد ماجد سے دیگر کتب کے علاوہ بخاری شریف سبقت پڑھی اور سند فراغت حاصل کی۔

ابتدا ہی سے آپ کو حفظ قرآن مجید کا بہت شوق تھا، مکرہ میں تعلیم حاصل کرتے گھر کے تمام کام کاج کرنے، ہر روز عمرہ ادا کرنے اور عبادت و ریاضت کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور امتیازاً والد ماجد کو بتایا کہ بے اندازہ مصروفیات کی بنا پر کہیں محنت نہ فرمادیں والد ماجد کو اس وقت پتہ چلا جب آپ بائیس پارے حفظ کر چکے تھے، اس پر انہوں نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور ختم قرآن کے موقع پر وسیع دعوت کا اہتمام فرمایا۔

حضرت مولانا محمد حسن رحمہ اللہ تعلقہ علوم دینیہ کو بہت اہمیت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن و حدیث میں جو فضائل علوم دینیہ وہ صرف علوم دینیہ سے تعلق ہیں، اور مدارس دینیہ کی تعمیر و ترقی میں خود بھی حصہ لیتے تھے اور مریدین کو بھی میں از میں حصہ لینے کی تلقین کیا کرتے تھے کہ اتباع شریعت، سادگی اور اخلاق حمیدہ میں بے مثل تھے صبر و تسلیم کا یہ عالم تھا کہ ۱۳۵۵ھ میں آپ اہل وعیال سمیت کوئٹہ میں تشریف فرما تھے کہ ۲۷ صفر کو بولناک زلزلے نے قیامت مفری قائم کر دی، پورا علاقہ و بالا ہو گیا، لانا

مولانا عبد اللہ بن سعود رحمہ اللہ تعالیٰ : مونس انجمنیں ۵۹-۶۳

۶۵-۶۷

۶۸-۷۰

۷۱-۷۳

۷۴-۷۶

افراد شہید ہوئے حضرت مولانا کے اہل وعیال اور ہمراہیوں میں سے گیارہ افراد جام شہادت نوش کر گئے، لیکن آپ نے ہیرت انگیز ہمت و استقامت کا مظاہرہ کیا اور چند معاونین کے ہمراہ ایک ایک فرد کو شیعہ کے نیچے سے نکالا اور کفن و دفن کا انتظام کیا۔

۱۳۳۲ھ میں حرمین شریفین، مکہ، نجف اشرف، شام اور بیت المقدس کی زیارات کی نیت سے تقریباً بیس افراد کے ہمراہ بغداد شریف حاضر ہوئے۔ یہ آپ کا چوتھا سفر زیارت تھا، اسی دوران جنگ عظیم چھڑ گئی اور آپ بہ ہزار شفقت حرمین شریفین پہنچے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے واپس تشریف لائے۔

حضرت مولانا علم و فضل کے ساتھ ساتھ بے باک مجاہد اور مرد میدان بھی تھے چنانچہ جب ۱۲۹۶ھ میں انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کیا تو آپ بھی والد ماجد کے ہمراہ ترکیک کارزار ہوئے۔ آپ بیدار مفر اور صاحب بصیرت قومی راہنما تھے۔ ترکیک کے سلطان عبدالحمید خان کو خلیفۃ المسلمین تصور کرتے تھے اور جب انگریز پرستوں نے سلطان کو معزول کیا تو آپ بڑے رنجیدہ ہوئے۔ جنگ بلقان اور اطالیہ کے طرابلس پر حملے کے موقع پر معتقدین اور سندھ کے مسلمانوں سے خطیر رقم اکٹھی کر کے ہلالِ اہمیت و زلیحہ مجاہدین کے لئے بھجوائی۔

تحریک خلافت میں گم کردہ راہ نیدروں کی بگردی پر بہت افسوس کیا کرتے تھے۔ آپ نے کھل کر بعض مسائل میں شرعی نقطہ نظر سے اختلاف کیا اور طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے موقف کو واضح طور پر پیش کیا۔ آپ گاندھی کی قیادت کو محنت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، ان لوگوں پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو انگریزوں سے لاتعلقی کرتے ہیں اور دوسری طرف مشرکین، منکرانِ آحاد اور واد کے حامی ہیں جو انگریزوں سے بھی زیادہ دشمنِ اسلام ہیں۔ اسی طرح جب لیڈوں نے ہندوں

مولانا عبد اللہ بن سعود رحمہ اللہ تعالیٰ : مونس انجمنیں ۷۷-۸۰

۸۱-۸۳ : مونس انجمنیں ۸۴-۸۷ : مونس انجمنیں ۸۸-۹۰ : مونس انجمنیں ۹۱-۹۳

۹۴-۹۶ : مونس انجمنیں ۹۷-۹۹ : مونس انجمنیں ۱۰۰-۱۰۲

کے قریب میں اگر سادہ لوح مسلمانوں کو انگریز کے مقبوضہ علاقوں سے ہجرت کر کے
افغانستان چلے جانے کا مشورہ دیا اور لوگ جو حق و درجہ ترک وطن کرنے لگے تو اس
موقع پر بھی آپ نے قوم کی صحیح رہنمائی کی اور ترک وطن سے ممانعت کی اور فرمایا :-
”وہاں اتنی گنجائش کہاں ہے کہ سب لوگ سما سکیں، خواہ مخواہ خود
بھی پریشان ہوں گے اور مسلمانوں کے بادشاہ کو بھی تکلیف دیں گے
اس سے مسلمانوں کے دشمنوں کو خوشی ہوگی“

تاریخ شاہ سب کے ترک وطن کر کے جانے والوں کا جو حال ہوا وہ کسی طرح بھی قابل
اطمینان نہ تھا۔

اسی دوران سندھ میں فتنہ ہندویت نے سر اٹھایا، اس کی سرکوبی کے لئے بھی
آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں، غرض اعتقادی، عملی، اخلاقی اور سیاسی امور میں
قوم کی بروقت رہنمائی کی اور ایک روشن دماغ، صاحب الراۓ قائد کے فرائض انجام
دئے۔

حضرت مولانا محمد حسن جان رحمہ اللہ تقاضے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا
بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ ہر اس تحریک میں حصہ لیتے جو اسلام اور مسلمانوں کی
بہتری کے لئے شروع کی جاتی، تحریک خلافت کے دور کا ایک واقعہ آپ کے فہم و فہم
اور چند مولانا پیرا شمس جان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا :

”جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو اس وقت مولانا محمد علی جوہر
کی ہدایت پر سندھ میں اہل ثروت لوگوں سے چندہ جمع کرنے کے
لئے حاجی عبداللہ ہارون کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، اس
کمیٹی کے افراد حاجی صاحب خود، حکیم فتح محمد اور مولانا محمد صادق وغیرہ

میرے والد ماجد محمد حسن جان سرمدی کی خدمت میں پہنچے اور اپنا
مقصد بیان کیا۔ والد محترم نے فرمایا کہ خلافت اسلامیہ کے احیاء اور
انگریز حکومت سے مسلمانوں کی آزادی کے لئے ضرورت جس بات
کی ہے وہ جمالی جہاد کی ہے، مالی جہاد جسمانی جہاد سے بہت فروتر
ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں گھر جا کر دیکھتا ہوں، گھر میں جو رقم ہوگی وہ
لا کر پیش کر دوں گا، اس وقت کاغذ کے نوٹ نہیں تھے، اشرفیوں
کی صورت میں روپیہ جمع رہتا تھا چنانچہ والد محترم بھری ہوئی نقدیہ
اٹھوا کر لائے، کمیٹی کے ممبروں کے حوالے کر دیں اور فرمایا : میرے
گھر میں دس ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ تھے وہ سب آپ کے حوالے
کر رہا ہوں، انہوں نے ایک آنہ بھی گھر میں نہیں چھوڑا تھا، پورے
برصغیر میں یہ مالی قربانی کی اس طرح کی پہلی مثال تھی جو والد محترم نے
پیش کی تھی

مولانا محمد حسن جان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں سلیم
کی بھرپور امداد کی، مریدین کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالنے کا حکم دیا اور ہائرنگوں
کو خطرہ لکھ کر مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا، ذیل میں آپ کے ایک فارسی مکتوب کا
ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے :

فصلیں مکہ میں ڈیرہ محمد قاسم ڈیرہ عبداللہ قاضی جان محمد سلم رہتے
بعد از دعائے خیر تم فصلیں کو بطور نصیحت لکھا جاتا ہے کہ
ایکشن کے سلسلے میں اسلام کے مددگار خواہ کار فرما ہندوؤں کی
رفاقت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ یہ ہندوؤں کا مسلمانوں سے مقابلہ

سلطنت ترک برسات اور ترک ہجرت کے بعد میں ایک موقف دی تھا جو حضرت قاضی عبداللہ تعالیٰ رحمہ اللہ
کے لئے دیکھئے وہاں برلن کی اور ترک ممالک، شائع کردہ مرکزی مجلس رہنما محمد (از پریس میوزیم احمد)
مجلس فصلیں ۱۹۷۰-۲۰۲۰

سندھ کے علیہ پیرا شمس جان سرمدی سے خصوصی ملاقات
ہفت روزہ ادکار ۲۰۲۰ جولائی ۲۵ء ص ۳۳

ہے سید اکبر علی شاہ کو سلم ایک کاٹھ دے دیا گیا ہے اس لئے
تم پر لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے دستبردار ہو جاؤ اور جس قدر ممکن ہو
امداد کرو۔ والسلام

۶ ماہ صفر ۱۲۹۵
فقیر محمد حسن جان عفی عنہ لہ

سندھ میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ

”پیر سرہندی سندھ کا ہے تاج بادشاہ ہے“

چنانچہ آپ کی امداد و اعانت سے سلم لیگ نے سندھ میں زبردست کامیابی حاصل کی۔
مسجد منار گاہ، سکھر کو ہندوؤں کے قبضے سے واکنا کرانے کی تحریک ملی تو آپ
نے اپنے دو صاحبزادوں، مولانا عبداللہ جان اور مولانا عبدالستار جان کی قیادت میں
ہزاروں مریدین کو سکھر بھیجا جنہوں نے مسجد کی واپسی تک تحریک میں پُرجوش حصہ لیا۔
سندھ میں لواری بہت بڑی گدی ہے، وہاں کے مشائخ دینی اور قومی خدمات کی
بنیاد پر زبردست شہرت کے حامل رہے ہیں۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل بعض لوگوں
نے مشہور کر دیا کہ جناب احمد زمان سجادہ نشین لواری شریف نے عرس
کے موقع پر چچ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور مریدین کو یہ تائید دیا ہے کہ
مکہ مدینہ جانے کی بجائے یہیں چکر لیا کر یہاں تک کہ سامانور لواری شریف میں منتقل ہو گیا
ہے، حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمہ اللہ علیہ کو یہ اطلاع پہنچی تو انہیں ایما پر ہزاروں مریدین
کفن بردوش میدان میں نکلی آئے۔ جب انگریز حکومت نے دیکھا کہ مسلمان اس مسئلہ پر
خون بہانے کے لئے تیار ہیں تو سرکاری طور پر پابندی کا اعلان کر دیا کہ

حضرت مولانا کو دینی اور ملی کتب کے مطالعہ سے بچے حد شغف تھا۔ اس لئے اکثر
ادفات تصنیف و تالیف میں صرف فرما تے تھے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ مطبوعہ اور

سے عبداللہ جان العروت بہ شاہ آغا، مولانا، مولانا العین، ص ۳۴

سکے محمد مولیٰ جعفر، حافظ، ہفت روزہ اداکار لاہور، ۲۰ مارچ ۱۹۷۵ء، ص ۲۵۔۲۴
(نقرونیہ پیرا شاہ جان سرہندی)

غیر مطبوعہ نادر و نایاب کتب کا بہترین ذخیرہ ہے۔ آپ نے اس دور کی اعتقادی آویزشوں کو
ختم کرنے کے لئے نہایت اہم کتابیں لکھیں۔ آپ نے دیگر موضوعات پر بھی نظم نثا یا اور فضیلت
علمی کے قابل قدر حواہر پارے یادگار چھوڑے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:-

۱۔ شفاء الامراض (عربی) حمد امراض کے لئے کتب طبیہ کی ترتیب پر تعویذات اور دوائیات
پر مشتمل ہے۔

۲۔ انیس الارواح والبراج حضرت خواجہ عبدالرحمن فاروقی قدس سرہ کی سوانح حیات
ہے۔ اس میں مشائخ عظام کا اجمالی تذکرہ اور سلوک طریقہ نقش بند یہ کے
ابحاث شریفہ درج ہیں۔ (مطبوعہ مطبع مجددی اترسر ۱۳۲۹ھ)

۳۔ ترجمہ عمود سواتیق (غیر مطبوعہ) حضرت مولانا عبدالوہاب شحرانی قدس سرہ (۱۲۹۳ھ)
کی تصنیف کا فارسی ترجمہ۔

۴۔ انساب الانجباب: خاندان مجددیہ کا تذکرہ (مطبوعہ مطبع مشرق عالم لاہور)۔

۵۔ الاصول الاربعی تردید الوہابیہ: مولیٰ محمد دین دغائی کی کتاب ”ترجید ایمان“
سندھی ترجمہ ”تقریۃ الایمان“ کی تردید۔

۶۔ طریق النجاة مع رسالہ التذویر فی اثبات التقدير (عربی) ردہ بجزیت۔

۷۔ العقائد الصیبری بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ: علماء بریلی اور دیوبند کے
اختلافی مسائل پر تصحوا در سلک اہل سنت و جماعت کی تائید۔

(مطبوعہ مطبع الفقہ اترسر)۔

۸۔ رسالہ تبلیغیہ: کلہ طبیہ کی شرح (مطبوعہ مطبع رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور)۔

۹۔ تذکرۃ الصلوات فی بیان الاتقیار: اُن اولیاء و صالحین کا تذکرہ جن سے عرب شریف
سندھ خراسان اور ہند میں آپ کی ملاقات ہوئی (مطبوعہ مطبع نظامی لاہور)۔

۱۰۔ شرح حکم شیخ معارفہ سکندری (مطبوعہ ۱۳۵۵ھ) علم توحید اور بندے کے لیے

ملحہ پاک و کتب حضرت مولانا حسین علی مدظلہ العالی کی کتب سے کتب تشریح ترک سے چھپ گئی ہیں مولانا نے گراہیں جو کتب
غیر مطبوعہ ہیں

۱۱۔ پنج گنج : اس میں پانچ رسالے ہیں : ۱۱۔ سفر حجاز کی تفصیلات - (۲) شرح چل چل
 (۳) مناسک حج - (۴) مجموعہ احادیث ، جو آپ کو مکہ مکرمہ میں شیخ سید
 محمد ابو نصر دمشقی سے حاصل ہوئیں مع خطابت نمبر ۵ - (۵) دینی و دنیاوی
 نصائح -

۱۲۔ سفر نامہ عربستان :

۱۳۔ الاشارة الى البشارة : اہمیت میں اشارہ نہ کرنے کی تائید و تحقیق

۱۴۔ رسالہ فی باب محرمۃ الجمعة فی القرنی : دیباچوں اور قصوں میں جو انہ جمعہ کے
 متعلق فقرے

۱۵۔ لغات القرآن : فہرست آن پاک کے مشکل الفاظ کی تفسیر

۱۶۔ رسالہ در قواعد و قواعد وقرارت

حضرت مولانا شعر دشت لاری کا طرہ ذوق رکھتے تھے عربی ، در فارسی میں انہماک
 خیال کرتے تھے۔ اگرچہ ایسی طرف میلان جب بہت کم تھا اور کوئی شعری ذخیرہ بھی یادگار نہیں
 چھوڑا لیکن آپ کے کلام کی سلاست ، روانی اور پختگی ، ہندی لکڑی نما نہ ہے بلکہ پیڑ
 کی نوعیت میں نکلتے ہیں :

ذو اسائب ، بیدہر چہ گویم قطرہ از دریاست
 عفات آنجا کفایت آنجا صلوۃ آنجا زکوۃ آنجا
 خداوند احوال کن بندہ خود را بفضیل خود
 قیام آنجا مقام آنجا حیات آنجا حیات آنجا
 اگر خواہی کہ جہنم جنت الماوسے دریں عالم
 نشیں در دوزخ طہ بخواد از حق نجات آنجا

۲۰ جب ۲۰ جون ۱۹۶۶ء کو آپ کا دسواں ہوا اور کوہ گنجد (مصفاغت

حیدر آباد) کے دامن میں والد ماجد کے مزار کے پہلو میں مرغوب اہری ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد مصنف علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ چند جملے جو کہ
 عنایت الہی سے میرے دل میں ڈالے گئے ہیں اس لئے معرض تحریر میں لائے
 جا رہے ہیں تاکہ میری یادگار رہیں اور برادران ملت و مذہب اس سے نفع اٹھائیں۔
 مخفی نہ رہے کہ اس دور میں اہل ہوا کا ایک فرقہ اسلام میں پیدا ہو چکا ہے جو اپنے آپ
 کو اہل حدیث (وہابی) کہلاتا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت خصوصاً مذہب حنفیہ کے
 مقابلے میں مخالفانہ کاروائیوں میں شہود کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ اور مذہب
 و ملت کے نور کو بجھانے میں انتہائی کوشش کر رہا ہے اور بہت سے عوام کو اپنے دام
 فریب میں پھنسا چکا ہے۔

1- ہندوستان میں وہابیت کی ابتداء

ہندوستان میں اس فرقہ کا استاذ اول مولوی اسماعیل دہلوی ہے جو کہ
 1250ھ میں ظاہر ہوا۔ اس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا فارسی
 میں ترجمہ کر کے ”تقویۃ الایمان“ کے نام سے شائع کیا۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کو
 دھوکہ دینے اور اسلام میں ڈاکہ ڈالنے کی غرض سے ”صراط مستقیم“ وغیرہ رسائل لکھے
 اور پھر اس کے شاگردوں یعنی عبداللہ غزنوی ، نذیر حسین دہلوی ، صدیق حسن خان
 بھوپالی ، رشید احمد گنگوہی اور بدرسدو بند کے بعض افراد نے اس سلسلہ کو مزید آگے
 بڑھانے کے لیے متعدد کتابیں اور رسالے لکھے اور مخلوق خدا کو ترو فریب کے جال

2- وہابیہ کے دو فرقے

(المحدیث وہابی اور دیوبندی وہابی)

اس کے بعد اس فرقہ کے متاخرین نے دو راستے اختیار کر لئے۔ ایک فرقہ تو کھلم کھلا اپنے آپ کو اہل حدیث کا نام دے کر تقلید شخصی کا انکار کرتا ہے۔ اور امت مرحومہ کے اکابر علماء صلحاء اور اولیاء کو مشرک و بدعتی کہتا ہے۔ جب کہ دوسرے فرقے نے منافقت سے کام لیتے ہوئے لبادہ حنفیت اڑھ لیا ہے۔ یہ فرقہ اگرچہ عملاً تو حنفی ہے مگر اعتقاداً اسی پہلے فرقے کا ہم پیالہ و ہم نوالہ ہے۔ اس فرقے نے اپنے آپ کو چھپانے کی چال اس لیے چلی تاکہ یہ وہابیہ سے نفرت رکھنے والے حنفی مسلمانوں کو گمراہ کر سکیں اور انظہار حنفیت کے حیلے سے اپنا مقصد حاصل کر سکیں اور یہ صحیح ہے کہ اس طرح یہ لوگ اس مقصد میں کامیاب رہے لہذا مخلوق خدا کو گمراہ کرنے اور عقائد اسلامیہ کو برباد کرنے میں یہ فرقہ پہلے کی ہمسبت زیادہ مضمر ہے اسی بناء پر اس رسالے میں زیادہ تر خطاب اسی فرقہ سے ہے۔ (یعنی حنفی نماد دیوبندی وہابیوں سے)

3- وہابیوں کا ظاہر و باطن:

آپ اگر اس فرقہ کے ظاہر کو دیکھیں گے تو کہیں گے یہ بکے مسلمان ہیں مگر جب آپ کو ان کی باطنی خباثت کا علم آئے گا۔

تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ تو شیطان سے بھی بدتر ہیں۔ بظاہر صالح، سفید پوش، لمبی موافق شرع داڑھیاں، متقی، شیریں گفتار اور لوگوں کی ایذا رسانی پر صابر اور بردبار ہیں مگر ان کا باطن امت مرحومہ پر لعن طعن اور سلاسل اربعہ کے مشائخ کے طریقوں، مذاہب اربعہ کی تقلید اور کرامات اولیاء کے انکار کی خباثتوں سے بھرا ہوا ہے نیز یہ لوگ ارواح طیبہ سے استمداد کو شرک جانتے ہیں۔ دسویں، چالیسویں اور ہر سی پر ارواح کے ایصال ثواب اور شفاعت رسول مقبول ﷺ کا انکار کرتے ہیں۔

الا ان یأذن اللہ لہ روضہ نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنا، یا رسول اللہ کے لفظ کے ساتھ ندائے غائبانہ اور اسی طرح انبیاء اور اولیاء کی ارواح کے توسل کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اور بھی کافی بڑے عقائد ہیں۔ چونکہ اثناء کلام میں وہابیہ کے عقائد کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ان کے بعض عقائد کو ان کی کتب کے حوالے سے یہاں ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ تاکہ لوگ ان کے عقائد سے آشنا ہو جائیں۔ اگرچہ نقل کفر، کفر نہیں ہوتا مگر پھر بھی بے ادبی کی خوف سے قلم و قلب عقائد وہابیہ کو نقل کرنے سے لرزتے ہیں۔ لیکن عوام الناس کو عقائد وہابیہ سے خبردار کرنے کی ضرورت کے پیش نظر یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:-

4- توحید کے بارے میں عقائد وہابیہ:

واضح ہو کہ اس گروہ کا مایہ ناز مسئلہ ”مسئلہ توحید“ ہے۔ جس کو یہ اپنے فرقہ کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور باقی تمام لوگوں کو مشرک ٹی توحید کہتے ہیں۔ مگر ان کی توحید کا یہ حال ہے کہ

عقیدہ نمبر ۱:

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے لیے جھوٹ کو ممکن کہتے ہیں اور اس کو مکان و جہت سے منزہ جاننے کو بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں۔ (ملخصاً البیاض الحق اسمعیل عفی عنہ) ۲۳: صیادۃ الایمان ص ۵ مولفہ شہود الحق شاگرد نذیر حسین وبراہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی ص ۲)۔

عقیدہ نمبر ۲:

اللہ تعالیٰ کرسی پر پاؤں رکھ کر عرش پر بیٹھا ہے اور کرسی چرچ کر رہی ہے (وحید الزمان۔ ترجمہ قرآن در حاشیہ آیت الکرسی)

عقیدہ نمبر ۳:

اللہ تعالیٰ کی صفات اور علم تفصیلی حادث ہے (اقامتہ البرہان عبدالاحد غازی پوری اور ازاحتہ الغیب ص ۷)

عقیدہ نمبر ۴:

زمین و آسمان کی خلقت سے قبل اللہ تعالیٰ ہوا میں رہتا تھا۔ (فتاویٰ محمدی ع ۲ سطر ۲۳) یہ ہیں توحید کے بارے میں ان کے عقائد۔

5- رسالت کے بارے میں عقائد وہابیہ

اب ذرا رسالت کے متعلق بھی عقائد وہابیہ ملاحظہ کیجئے۔

عقیدہ نمبر ۱:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین نہیں ہیں کیونکہ الف لام عہد خارجی کا ہے (جامع الشواہد بحوالہ نصر المؤمنین ص ۱۲، ۲ مولفہ صدیق حسن خان)۔

عقیدہ نمبر ۲:

تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں ہیں۔ (جامع الشواہد بحوالہ کتاب رد تقلید ص ۱۲ مطبوعہ صدیقی باراول مولفہ صدیق حسن خان)۔

عقیدہ نمبر ۳:

حضور علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرنی چاہیے۔

(ملفوظات توحید الایمان ص ۶۰ سطر ۳۰۲ مولفہ مولوی اسمعیل دہلوی)

عقیدہ نمبر ۴:

ہر مخلوق، چھوٹا ہو یا بڑا اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چھارے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(تقیہ الایمان ص ۱۳ سطر ۱۵)

عقیدہ نمبر ۵:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبر میں زندہ نہیں بلکہ مر کر خاک ہو گئے ہیں

(تقیہ الایمان)

عقیدہ نمبر ۶:

حضور علیہ السلام کی قبر، آپ کے مشاہد و مساجد، کسی نبی یا ولی کی قبر اور دیگر بتوں کے لئے سفر کرنا شرک اکبر ہے۔

(تقریر الایمان ص ۱۶۴ اور کتاب التوحید محمد بن عبد الوہاب ص ۱۳۳)

عقیدہ نمبر ۷:

حضور علیہ السلام کے علم غیب کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے، برا ہے۔

(تقریر الایمان ص ۲۶)

عقیدہ نمبر ۸:

آنحضرت ﷺ کا نماز میں خیال گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔

(صراط مستقیم ص ۹۳، دلائل دہلی ۱۰۱ میل)

عقیدہ نمبر ۹:

میری لاشی سانپ وغیرہ کو مارنے میں محمد (ﷺ) سے بہتر ہے۔

(اوضح الہدایہ ص ۱۰، بحوالہ سید احمد، جلد ۱)

عقیدہ نمبر ۱۰:

انبیاء و اولیاء بیکار ہیں۔

(تقریر الایمان ص ۲۹)

عقیدہ نمبر ۱۱:

انبیاء و اولیاء کچھ طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی سنتے ہیں۔

(تقریر الایمان ص ۲۳، ۲۹)

عقیدہ نمبر ۱۲:

حضور علیہ السلام کی مثل کسی دوسرے نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے۔

(تقریر الایمان ص ۳۰)

عقیدہ نمبر ۱۳:

آنحضرت (ﷺ) کی علم غیب میں کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید، عمرو، بکر بلکہ ہر بچے اور دیوانے بلکہ تمام چوپاؤں اور حیوانوں کو بھی حاصل ہے۔

(تقریر الایمان مولفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۷)

عقیدہ نمبر ۱۴:

حضور علیہ السلام کا علم ملک الموت اور شیطان سے کم ہے جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ آپ (ﷺ) کا علم ملک الموت و شیطان سے زیادہ ہے اور نص سے ثابت ہے تو یہ شرک ہے۔

(بدائین جلد ۱ ص ۵۱)

عقیدہ نمبر ۱۵:

جس اجماع امت کی سند ہم کو معلوم نہ ہو وہ حجت شرعی نہیں ہے۔

(معیار اہل حق ص ۱۲۱)

عقیدہ نمبر ۱۶:

فقہ کی کتب متداولہ کو پڑھ کر آدمی کافر ہو جاتا ہے ان کو جلا دینا چاہیے۔

(بے غسلسین از مولوی عبد الکیل ساروی)

عقیدہ نمبر ۱۷:

بوقت ضرورت پیغمبروں و شہیدوں کا

ہے۔

(ایمان ص ۵)

عقیدہ نمبر ۱۸:

انبیاء و اولیاء کو اپنا شیخ سمجھنا شرک ہے۔

(تقریبہ الایمان ص ۶)

عقیدہ نمبر ۱۹:

اس زمانہ میں تمام لوگ کافر ہیں۔

(تقریبہ الایمان ص ۲۵)

عقیدہ نمبر ۲۰:

راجندر، کشن جی، بھمن وغیرہ تمام انبیاء تھے۔ ان پر ایمان لانا واجب

ہے۔

(حدیث المہدی ص ۱۸۵ از وحید احمد)

عقیدہ نمبر ۲۱:

نبیوں اور ولیوں کے مزارات بتوں کی مثل ہیں اور ان سے مدد چاہنا شرک

ہے۔

(ہدایۃ السائل از صدیق حسن خان ص ۲۰۸)

عقیدہ نمبر ۲۲:

تقلید شخصی، میلاد مبارک کا قیام، یا رسول اللہ اور یا شیخ عبد القادر جیلانی تنبیاء للہ کا وظیفہ، تیجہ، چالیسواں، پیران پیر کی گیارہویں اور حیلہ اسقاط تمام شرک و کفر اور بدعت ہیں۔

(لوائح الانوار ص ۸۰ مولفہ علامہ حسین مابود اللہ و برائین قاطعہ ص ۳۸، مست ضروریہ مع فتویٰ عبد الجبار امرتسری)

عقیدہ نمبر ۲۳:

آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذرہ بذرہ سے بھی کمتر ہیں۔

(تقریبہ الایمان ص ۲۳)

عقیدہ نمبر ۲۴:

حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے تعظیماً کھڑے ہونا شرک ہے۔

(تقریبہ الایمان ص ۲۵)

عقیدہ نمبر ۲۵:

جو کوئی ولی اللہ کے مزار سے مدد چاہے کافر، بے ایمان اور شیطان ہے۔

(تذکرہ الانبیاء ص ۱۵۳ تا ۲۱۱ مع تقریبہ الایمان)

عقیدہ نمبر ۲۶:

قادری، نقشبندی اور چشتی وغیرہ گمراہ خاندان ہیں۔ تعویذ گندہ اور مراقبہ کرنا

شرک ہے۔

(تذکرہ الانبیاء ص ۱۵۳ تا ۲۱۱ مع تقریبہ الایمان ص ۲۵)

یہ ہیں رسالت کے متعلق ان کے عقائد۔

تک ہاتھ پہنچ سکے جائز ہے۔

نمبر ۹: جس برتن سے خنزیر نے پانی پیا اس کو ایک مرتبہ دھولینا کافی ہے۔

نمبر ۱۰: خنزیر کی کھال اور چٹھے بھی دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۱۱: دس عورتوں کو بیک وقت نکاح میں لانا درست ہے۔

نمبر ۱۲: صحابہ کرام حدیث صریح سے انکار کرتے تھے اور اپنے فتوے پر عمل

نمبر ۱۳: پانی پاک ہے کوئی چیز اس کو پلید نہیں کرتی جب تک کہ اس کے

ادصاف شلاشہ (رنگ، بو اور مزہ) نے تبدیل ہوں۔

نمبر ۱۴: کتے اور خنزیر کا جھوٹا نیزان کا لعاب پاک ہے۔

نمبر ۱۵: اثرِ مگاہ کی رطوبت، شراب اور جانوروں کا پیشاب چاہے وہ جانور

حلال ہوں یا حرام پاک ہے۔

یہ تمام عقائد و حوالہ جات جن کا ذکر ہوا۔ مولوی احمد علی امیٹھوی کی تصنیف

”ابا طیل و بابیہ“ نظام الدین ملتانی کی کتاب ”سیف الابرار“ سے منقول ہیں۔ جن کو

تک ہاتھ پہنچ سکے جائز ہے۔

اب مختصر ان کے کچھ عملیات بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر ۱: جو کوئی جماع کرے اور انزال نہ ہو تو بلا غسل اس کی نماز جائز ہے۔

(ہدایت القلوب میں دیوانہ امین)

نمبر ۲: غیر حقیقی خالہ کا نکاح جب کہ باپ ایک اور مائیں غلیحہ و غلیحہ ہوں تو۔

بھانجے کے ساتھ جائز ہے۔

(جامع الشواہد بحوالہ نقابہ فی عبد افتخار غیر مقلد شاگرد نذیر حسین)

نمبر ۳: پوتے کے ساتھ دادی کا نکاح جائز ہے کیونکہ اس کی حرمت پر کوئی

نقص نہیں ہے۔

(پرچہ الحمدیٹ نمبر ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹ اور صفحہ ۱۳ تا ۱۴)

نمبر ۴: اگر کسی برتن سے کتا پانی پی لے تو اس کا بچا ہوا پانی پاک ہے۔

(طریقہ انجمنیہ)

نمبر ۵: نصر الباری پارہ اول ص ۷۳، کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کتے اور خنزیر

روٹیوں کا جھوٹا پاک ہے۔

نمبر ۶: مرد اور عورت کی منی ہر طرح پاک ہے۔

(عرف الجادی ص ۱۰، کنز العمال، حیدرآباد، ۱۶، رد و خدو، ص ۱۱۱، بحوالہ المصنف)

نمبر ۷: مردار اور گواہ کا گوشت اور غیر آدمی کا پیشاب پاک ہے۔

(روئے تشریف سے محض ۱۰۰۰)

نمبر ۸: قرآن مجید کو قاف و رات یعنی پلیدی میں پھینکا، بوقت ضرورت منعقد

کے پیچھے رکھنا اور اس کو پاؤں کے پیچھے رکھ کر اوپر کھڑا ہونا تاکہ اونچی جگہ پر طعام وغیرہ

یہاں پر مختصر ذکر کیا گیا ہے مگر نہ ان کی تعداد مذکورہ بالا کتب میں ۲۵۰ سے بھی زائد ہے۔ اگر کوئی اس کی مزید تحقیق چاہتا ہے تو اصل کتابوں کو دیکھے۔

7- کیا یہ عقائد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے تھے؟

برادران اسلام، انصاف کا دامن ہاتھ میں تھام کر فرمائیں کہ کیا یہ عقائد و اعمال اصحاب رسول اللہ ﷺ، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف امت کے تھے؟ کیا ان عقائد و عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے جہت، مکان، جسم اور عجز ثابت نہیں ہوتا؟ کیا ان عقائد سے رسالت کی توہین اور حضور علیہ السلام کی صراحتاً یا اشارۃً تحقیر و تذلیل ثابت نہیں ہوتی؟ بخدا انصاف کی رو سے یہ سبھی ثابت ہوتا ہے۔

کیا اس خباثت باطنی کے باوجود یہ لوگ الحمد للہ کھلو سکتے ہیں؟ اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ کیا ان عقائد و اعمال کے ہوتے ہوئے ظاہری لباس کی پاکیزگی، لمبی داڑھی، ہنرمندانہ گفتار اور حلاوت لسانی جو کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں، کل میدان قیامت میں ان کو نجات دلائے گی؟ ہرگز نہیں۔

8- علامات منافقین:

بلکہ عہد نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دور کے منافقوں کی تمام علامتیں ہو، بعد ان میں موجود ہیں۔ اگر آپ ان علامات کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں تو سن لیجئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورۃ بقرہ رکوع ۴ میں احوال منافقین کے بارے میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

(اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیْمِ-

۱- وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاٰلَیْہِمْ اٰخِرُ

(پ ۱، سورہ بقرہ

آیت ۸)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔

مگر خداوند قدوس ان کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ

یعنی یہ یسوس نہیں ہیں۔

۲- وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالدِّیْنَ

اٰمَنُوْا (پ ۱، سورہ بقرہ،

آیت ۹)

یعنی (برعکس خویش) دعویٰ ایمان کر کے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی۔

۳- اللہ تعالیٰ ان کے دھوکے کے جواب میں فرماتا ہے۔

وَمَا یُخٰدِعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ

وَمَا یَشْعُرُوْنَ

(پ ۱، سورہ بقرہ،

آیت ۹)

یعنی دراصل اپنے آپ کے علاوہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہے ہیں مگر اپنے (فعل کی قباحت) کو سمجھتے نہیں۔

اور اس فرقے کی یہ بھی عادت ہے کہ بظاہر تقویٰ کا لبادہ اوڑھے ہوئے

آیات قرآنیہ کو نوک زبان پر لا کر مخلوق خدا کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنے دام فریب میں پھنستے ہیں

۴۔ فَمَنْ قُلُوبِهِمْ تَرَضُّ
فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا
(پ ۱، سورہ بقرہ)

یعنی ان کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو بڑھا دیا ہے۔

آیت: (۱۰)

۵۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا
كَانُوا يَكْذِبُونَ

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بدلہ ان کے جھوٹ کا۔

(پ ۱، سورہ بقرہ، آیت

۱۰)

۶۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ
لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا
إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ

یعنی جب ان (منافقوں) سے کہا جائے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو یقیناً اصلاح کرنے والے ہیں۔

پ ۱، سورہ بقرہ، آیت: (۱۱)

اور یہی عادت ہے وہابیوں کی کہ اپنے آپ کو دین و شریعت کا حامی سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے۔

۷۔ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ
الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا
يَشْعُرُونَ

یعنی یقیناً یہی فساد ہی مگر یہ (اپنے عقائد کے فساد کو) جانتے نہیں ہیں۔

پ ۱، سورہ بقرہ،

آیت: (۱۲)

۸۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا
كَمَا آمَنَ النَّاسُ
قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ
السُّفَهَاءُ

یعنی جب ان کو کہا جاتا ہے کہ باقی لوگوں کی طرح سچائی سے ایمان لے آؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم نادانوں اور بے عقلوں کی طرح

پ ۱، سورہ بقرہ،

آیت: (۱۳)

اور یہی حال ہے اس دور کے وہابیوں کا کہ جب ان کو کہا جائے اپنے عقائد باطلہ کو چھوڑ کر عام امت مرحومہ کے عقائد و اعمال کے مطابق صحیح عقائد اپنائو تو کہتے ہیں کہ تم بے وقوف و نادان ہو، اللہ و رسول ﷺ کے قول کو چھوڑ کر زید، عمرو و مکر کی بات پر عمل کرتے ہو ہم تو ہرگز تمہاری طرح ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتا ہے۔

۹۔ اَلَا اِنَّكُمْ هُمْ السُّعْيَاءُ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ

پ اسورہ بقرہ

(آیت: ۱۳)

کہ مجتہد مذہب کا قول اللہ و رسول ﷺ کے قول کے عین مطابق ہوتا ہے
مگر وہابیہ کو مجتہد کے مآخذ قیاس کا علم نہیں۔

۱۰۔ وَاِذْ اَقُولُوا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا
وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيْطٰنِيْهِمْ
قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ
مُسْتَهْزِؤْنَ

(پ اسورہ بقرہ)

(آیت: ۱۳)

تہا رہے ساتھ ہیں، اظہار ایمان
کر کے تو ہم مومنوں سے تمسخر
کرتے ہیں

بالکل یہی حال حنفی نمادہابیوں کا ہے کہ جب احناف سے ملتے ہیں تو حنفی
ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب رؤسائے وہابیہ کے پاس پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم
تمہارے ہی ساتھی ہیں۔ اظہار حنفیت تو محض مکرو فریب کے لیے کرتے ہیں۔

9۔ (فائدہ) فرشتہ صورت اور شیطان سیرت:

اللہ تعالیٰ نے رؤسائے منافقین کو بنی آدم ہونے کے باوجود شیطان فرمایا
تاکہ پتہ چلے کہ اعتبار عمل و عقائد کا ہے نہ کہ جسد و صورت کا۔ اگرچہ صورت انسانی ہو
مگر جب کام شیطان کا سا کریں تو وہ شیطان ہی ہیں چنانچہ سورۃ الناس میں ارشاد ہوتا
ہے۔

۱۱۔ "يَسُوْسُوْۤسُ فِیْ
صُدُوْرِ النَّاسِۙ مِنْۢ بَيْنِ الْجُنُوْدِ
وَالنَّاسِۙ" (پ ۳۰ سورۃ
الناس آیت ۶۵)

وہ جو لوگوں کے دلوں

میں دوسروں کے

ہیں۔ جنوں سے اور لوگوں

سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تردید میں فرماتا ہے۔

۱۲۔ اَلَّذِیْ یَسْتَهْزِءُ بِہُمْ
وَيَمْدُہُمْ فِیْ طُغْیَانِہُمْ
یَعْمَہُوْنَ

(پ اسورہ بقرہ

آیت: ۱۵)

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو جزا دیتا ہے
اور ان کی سرکشی میں انہیں مہلت
دیتا ہے۔ دراصل حالیکہ وہ حیرت
میں سرگرداں اور چشم بصیرت سے
اندھے ہیں۔

۱۳۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
اٰسْتَرَوْا الصَّلٰۃَ بِالْہِدٰی
(پ اسورہ بقرہ

آیت: ۱۶)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے
ہدایت کے عوض گمراہی کو فریدا۔

اور یہی حال ہے غیر مقلدوں کا کہ انہوں نے امت مرحومہ کے راستے سے ہٹ کر گمراہی اختیار کی ہے۔ اس تجارت کے نتیجے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۴۔ فَمَا رَيْحَتْ تِجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوا مُسْتَبْرِينَ
(پ اسورہ بقرہ،
آیت: ۱۶)

اور ایسا ہی معاملہ حنفی مذاہبوں کا ہے کہ اپنے عقائد فاسد و کی بناء پر راہ راست تک نہ پہنچ سکے اور گمراہ ہو گئے۔

10- ایک اعتراض کا جواب:

یہاں پر اگر کوئی یہ کہے کہ ان ہی آیات مذکورہ سے غیر مقلد بھی استدلال کر سکتے ہیں اور مقلدوں کو منافقین سے تشبیہ دے کر علامات منافقین کا اثبات کر سکتے ہیں تو میں جواباً کہوں گا یہ دو وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

1- اولاً تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مقدسہ کی ابتداء میں لفظ "من الناس" فرمایا اور "من تبعیضیہ" ہے یعنی بعض لوگ جو کہ منافقین مدینہ کا گروہ تھا۔ نسبت دوسروں کے اقل قلیل تھے اور یوں ہی غیر مقلدین بھی مقلدین مذاہب اربعہ کی نسبت اقل قلیل ہیں لہذا منافقین کے ساتھ تشبیہ ان ہی کو دی جاسکتی ہے نہ کہ مقلدوں کو۔

2- ثانیاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

۱۵۔ وَلِذَٰلِكَ يَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا
قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ
شَيْءٍ طَيَّرْتُمُوهُمْ
قَالُوا إِنَّمَا تَعَكُّمُ،،
(پ اسورہ بقرہ،
آیت: ۱۴)

یعنی جب (منافقین) مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (اخلاص کے ساتھ) ایمان لائے ہیں اور جب اپنے رفقاء اور سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بھائی ہم تو عقائد میں تمہارے ساتھ ہیں، اظہار ایمان کر کے تو ہم مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں۔

اور یہ علامت مقلدین میں کبھی بھی پیدا نہیں ہوتی کہ وہابیوں کے پاس جا کر کہیں ہم تمہارے مذہب کے ہیں اور مقلدوں کی پاس آ کر کہیں کہ ہم نے تو محض تمسخر کیلئے اپنے آپ کو وہابی ظاہر کیا ہے تاکہ دھوکہ سے دوسروں کو مقلد بنا سکیں۔

اور یہ علامت بعینہ اول تا آخر حنفی نما غیر مقلدین میں موجود ہے۔ مقلدین میں کوئی ایک بھی آپ کو ایسا نظر نہیں آئے گا جو خود کو وہابی ظاہر کرتا ہو مگر ہزاروں وہابی ایسے موجود ہیں۔ جو خود کو حنفی کہلاتے ہیں اب تو خود انصاف کر اور خبردار ہو جا۔

11- وہابیہ اور اہل سنت و جماعت کے:

درمیان ۴، اصول نزاعیہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ اصول نزاعیہ مقلدوں اور غیر مقلد وہابیوں کے درمیان چار ہیں نمبر (۱) تعظیم غیر اللہ، نمبر (۲) ادواح صلحاء سے توسل و استمداد نمبر (۳)۔ تدارغائب اور سماع موتی نمبر (۴) ائمہ مذاہب اربعہ کی اتباع و تقلید۔

وہابیوں کے نزدیک یہ چاروں شرک، کفر اور بدعت ہیں جیسا کہ ان کی کتب کے حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ چاروں مباح، مسنون اور واجب ہیں۔ اب ہم مقلدین پر لازم ہے کہ ان امور مذکورہ کی اباحت، تسنن اور وجوب پر قرآن و سنت سے دلائل قائم کریں۔ اور امت مرحومہ کے جمہور علماء و سلف صالحین کے اقوال و افعال سے اس کو ثابت کریں۔

آغاز مقصد سے قبل غیر مقلدین سے عموماً اور حنفی نما وہابیوں سے خصوصاً نہایت ادب سے گزارش ہے کہ خدا را تعصب اور مقلدین مذاہب کے ساتھ بے جا آتش قہر و غضب کو ایک طرف رکھ دیں۔ اور انصاف احسن الاوصاف سے کام لیتے ہوئے کمال فراخ دلی سے مضامین رسالہ کو بغور ملاحظہ کریں۔ اور منصفانہ طریقے سے وہ نتیجہ اخذ کریں جو مقتضائے طبع ہے، حق طلبی یہی ہے۔ خواہ مخواہ دلیل مخالف کو سننے ہی اس کی تردید کے درپے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ نفس پروری کا طریقہ ہے۔

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (قرآن)

پ ۱۱

سورۃ یونس (آیت ۲۵)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم
کی ہدایت فرماتا ہے۔

اصل — ۱

تعظیم غیر اللہ

باب (۱)

قرآن مجید سے غیر اللہ کی تعظیم کا ثبوت

۱۔ مقدس مقامات کی تعظیم کرنے کا حکم:

تعظیم غیر اللہ، کلام الہی سے، احادیث رسول اللہ ﷺ سے اور جمہور علماء امت و سلف صالحین کے اقوال و افعال سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُعْظِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ
فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ
یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی
تعظیم کرتا ہے تو یہ تعظیم تقویٰ
(پ ۱ سورۃ الحج)

آیت ۳۲)

پہلے شعائر کا معنی سمجھ لینا چاہیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں شعائر جمع ہے۔ شعیرۃ کی اور شعیرۃ نشانی کو کہتے ہیں پس جس چیز

(یعنی یادگار) کو دیکھنے سے خدا یاد آ جائے وہ شعار اللہ سے ہے۔ شعار اللہ صفاء و مروء
ہی نہیں ہیں بلکہ یہ تو شعار اللہ میں سے بعض ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن
شَعَائِرِ اللَّهِ
یعنی بے شک صفاء و مروء اللہ تعالیٰ
کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پارہ ۲ سورہ البقرہ

آیت ۱۵۸

اور نہ ہی شعار اللہ عرفات، مزدلفہ اور منی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "حجتہ اللہ البالغہ" کے ص ۶۹ پر فرماتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں چار ہیں۔ قرآن، کعبہ، منی اور نماز نیز "الطاف
القدس" کے ص ۳۰ پر فرماتے ہیں کہ شعار اللہ سے محبت دراصل قرآن، پیغمبر اور کعبہ
بلکہ جس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو حتیٰ کہ اولیاء اللہ سے محبت کا نام ہے اس
عبارت سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ بھی شعار اللہ میں داخل ہیں۔ خود امام دہلوی مولوی
اسماعیل اپنی کتاب "صراط مستقیم" کے باب اول میں کہتا ہے کہ منعم کی محبت کی فروع
میں سے اس کے شعار کی تعظیم بھی ہے۔ یعنی ایسے امور جو منعم کے ساتھ اس درجہ کی
مناسبت خصوصی رکھتے ہوں کہ اس مناسبت کو جاننے سے فوراً ذہن منعم کی طرف منتقل
ہو جائے۔ جیسے اس کے نام، کلام، لباس، ہتھیار حتیٰ کہ اس کی سواری اور مسکن کی تعظیم
کرنا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شعار رسول اللہ ﷺ کی تعظیم منعم حقیقی کی
یعنی محبت ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام کے نام و کلام، لباس و ہتھیار مرکب و مسکن،

مولد و مرقد اور مشاہد و مساجد کی تعظیم خود حضور کی تعظیم ہے جو کہ دراصل اللہ تعالیٰ کی
تعظیم ہے اور اسی طرح آپ کے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی تعظیم اور ان چیزوں کی
تعظیم جو ان بزرگوں کی طرف منسوب ہیں۔ عین تعظیم مرکبہ ہے جو کہ حقیقت تعظیم
پروردگار ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی تعظیم کا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور
فرستادہ ہیں اور محبوب کا محبوب بھی یقیناً محبوب ہوتا ہے۔ مولوی اسماعیل عبارت مذکورہ
بالا کے بعد "صراط مستقیم" میں رباعی لکھتا ہے۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است اتم پائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زخم دست خویش را کودامت گرفتہ بسویم کشیدہ است
یعنی میں اپنی آنکھ پہ ناز کرتا ہوں کہ اس نے تیرے جمال کی زیارت کی
ہے اور اپنے پاؤں پہ گرنا ہوں کہ تیری گلی میں پہنچے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اس لئے
ہزاروں مرتبہ چومتا ہوں کہ تیرے دامن سے لگے ہیں۔

کیا یہ سب کچھ تعظیم غیر اللہ ہے یا کچھ اور؟ جب اس قوم کا امام و پیشوا سب
کچھ کہہ رہا ہے اور حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والی چیزوں کی تعظیم کے
متعلق تاکید کر رہا ہے تو پھر نہ جانے یہ بد بخت کس کی پیروی کرتے ہوئے حضور اکرم
ﷺ کی تعظیم کی بجائے توہین و تحقیر کرتے ہیں اور آثار رسول اللہ ﷺ کو منہدم و بکو
کرتے ہیں جب کہ ان کا مقتدی ان آثار کریمہ کو شعار اللہ سے قرار دیتا ہے اور اللہ
تعالیٰ ان شعار کی تعظیم کا حکم دیتا ہے یہ ہے اس قوم کی کلام اللہ اور اپنے مرشد کی
اطاعت۔

تعظیم غیر اللہ کے متعلق منطقی دلائل:

اب اگر ان دو آیتوں کو بطور قیاس منطقی جمع کریں تو کہا جائے گا کہ

”إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ حد واسطہ کو گرانے سے نتیجہ یہ آئے گا
”وَمَنْ يُعْظِمِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“۔

جب حرم مکہ سے متصل دو پہاڑیوں یعنی صفا و مروہ کی تعظیم بسبب حضرت

باجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدہ حضرت اسماعیل ذریعہ اللہ علیہ السلام) کی آمد و رفت
شعائر اللہ سے قرار پائی اور نص قرآنی اس پر شاہد ہے کہ یہ اس عقیقہ کی یادگار ہے تو پھر
جو چیزیں فخر الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی
یادگار ہیں مثلاً آپ کا مولد و مسکن، جائے عبادت و ہجرت، مسجد و مرقہ اور آپ نے
آل و اصحاب کے آثار و مزارات کیوں کر شعائر اللہ نہ بنیں گے۔ مگر وہابیہ کے نزدیک
ان مقامات مقدسہ کی تعظیم تو بجائے خود رہی، ان کو اپنے حال پر باقی رکھنا بھی درست
نہیں بلکہ ان کو مٹا دینا واجب ہے۔

”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“۔ (پ ۲ سورہ بقرہ

آیت ۱۵۶)

۲۔ حضور علیہ السلام کے بے ادبوں کے

عمل ضبط کیے جانے کا ارشاد:

اگر آپ بنظر انصاف قرآن مجید کی ورق گردانی کریں تو تمام قرآن کو حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر سے بھرا ہوا پائیں گے۔ سورہ ”حجرات“ میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے:۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
تُقَدِّسُوا أَيْدِيَكُمْ إِلَى
الْبُحْرِ وَرُسُولِهِ وَأَتَقُوا اللَّهَ ط

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا
تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ

(ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور
اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو
اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے
والا جاننے والا ہے۔ اے ایمان
والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس
غیب بتانے والے (نبی) کی
آواز سے! اور ان کے حضور بات
چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک
دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ
کہیں تمہارے عمل اکارت نہ

أَعْمَالَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (پ ۲۶،

سورہ حجرات آیت ۲)

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ
أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ
فَلَوْبَهُمْ لِتَتَّقُوا ط لَهُمْ
مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

(پ ۲۶ سورہ حجرات

آیت ۳)

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ
وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ ۝ (پ ۲۶ سورہ

حجرات آیت ۳)

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ
تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا
لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

پ ۲۶ سورہ حجرات

رکوع ۱، آیت ۵)

ہو جائیں اور تمہیں خبر تک
نہ ہو،

بے شک وہ جو اپنی آوازیں

پست کرتے ہیں رسول اللہ

ﷺ کے پاس وہی ہیں

جن کا دل اللہ نے پرہیز

گاری کے لئے پرکھ لیا ہے

ان کے لئے بخشش اور بڑا

ثواب ہے۔

بے شک وہ جو تمہیں حجروں

کے باہر سے پکارتے ہیں

ان میں اکثر بے عقل ہیں

اور اگر وہ صبر کرتے یہاں

تک کہ آپ ان کے پاس

باہر تشریف لاتے تو یہ ان

کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے

والا مہربان ہے

ان پانچ آیات مقدمہ میں منصفانہ غور و فکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر کے مرتبہ کو کس قدر بلند و بالا فرمایا۔ اور
کس طرح امر وارشاد کے ساتھ حضور علیہ السلام کے آداب کو ملحوظ رکھنا امت پر فرض
قرار دیا ہے۔ اور بے ادب گستاخوں کے لئے کتنی زبرد توخ بیان فرمائی کہ محض
سرکارِ دو عالم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے کو ضیاع اعمال کا سبب قرار
دیا۔ اعمال کو جمع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کرنے سے تمام اعمال صالحہ کی طرف اشارہ ہو
گیا جو اس نے اسلام میں کیے بلکہ خود اسلام بھی ایک عمل ہے۔ پتہ چلا کہ تمام
اعمال، اسلام سمیت فقط بلندی آواز سے نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

آیت کریمہ "إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ الْخ"

کے شان نزول میں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ عبیدہ بن حصن فزاری اور
اقرع بن حابس اپنی قوم نبی تمیم کے ستر افراد کے ہمراہ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ
آئے اور امام الانبیاء علیہ وسلم السلام قیلولہ فرما رہے تھے۔ انہوں نے ازواج
مطہرات کے حجروں کے باہر سے ہی گستاخانہ چلانا اور حضور کو بلانا شروع کر دیا کہ
"یا محمد اخرج الینا" (اے محمد ﷺ ہماری طرف نکلیں) تو اس قوم کی بے
ادبانہ روش پر اللہ تعالیٰ نے زبرد توخ فرمائی اور تعظیم و توقیر اور صبر و ثبات کا حکم فرمایا۔

تعجب ہے کہ قوم نبی تمیم جس کی طرف موجودہ زمانے کے وہابی بھی اپنے آپ کو منسوب
کرتے ہیں شروع سے ہی بے ادبانہ اور جاہلانہ روش پر تھی اسی وجہ سے حدیث میں
دارد ہے کہ الغلط والجفاء فی المشرق (حق و ظلم مشرق میں ہے) اور خصوصاً
نجد کے بارے میں فرمایا سنہ یطلع قرن الشیطن (مشکوٰۃ شریف) یعنی نجد سے
شیطان کا سنگ نکلے گا) حضور علیہ السلام کا ارشاد صحیح ثابت ہوا نجد سے قرن الشیطن کا

ظہور ہوا جس سے مسلمانوں میں فتنے اور زلزلے دوغ پذیر ہوئے ایسے فتنے اور مصیبتیں کہ مال ہلاک ہو گئے، مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا اور اہل حریم پر آج تک یہ وبال موجود ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ان مصیبتوں کو دور فرما کر ہمارے حال و مستقبل کو بہتر بنائے اگر حضور علیہ السلام کے وصال فرمانے پر نزول قرآن کا سلسلہ ختم نہ ہو گیا ہوتا تو ان بے ادب نجدیوں کے بارے میں کتنی ہی آیات و عید شدید نازل ہوئی ہوتیں مگر افسوس کہ یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ زمانہ حال میں نجدی مقامات مقدسہ کو براؤ کر رہے ہیں اور وہاں ہند انہیں اس تخریب پر شاباش کہہ رہے ہیں۔

۳۔ (فائدہ) حضور علیہ السلام کے ادب

کو قیامت تک ملحوظ رکھنے کی فرضیت:

سورۃ حجرات کی ابتدائی آیات میں آداب نبوی کا ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے آغاز فرمایا۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا“ اور دوسری آیت میں دوبارہ پھر ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ مکرر فرمایا حالانکہ قرآن پاک کی ایجاز و جزالت کا تقاضا تو یہ تھا کہ درمیان میں واو عاطفہ لائی جاتی یعنی یوں کہہ دینا کافی تھا کہ ”وَلَا تَرْفَعُوا“ معنی یہ ہو جاتا، اے ایمان والو! اللہ رسول سے آگے نہ بڑھو اور نہ ہی نبی علیہ السلام سے اپنی آوازوں کو اونچا کرو۔ مگر دوبارہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ کہہ کر اس حکمت کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ حضور علیہ السلام سے اپنی آواز بلند نہ کرنے کا حکم اور عام لوگوں کی

طرح آپ کو بلانے کی ممانعت اور حکم عدولی کی صورت میں ضیاع اعمال کی وعید ظاہری زمانہ نبوی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو بھی قیامت تک صفت ایمان کے ساتھ متصف ہوگا وہ ان امور کا پابند ہوگا۔ اگر یہ اس زمانے کے لوگوں سے خاص ہوتا تو پھر ”یا اصحاب النبی“ (اے نبی پاک ﷺ کے صحابہ کہہ کہ خطاب فرمایا جاتا جیسا کہ اس دور میں مخصوص احکام کے بارے میں ہوتا تھا مثلاً یا نساء النبی (اے نبی کی بیویو) یا اہل نثر (اے نثر والو) ”یا ایہا الذین ہادوا“ (اے یہودیو) مگر ایسا نہیں کہا گیا بلکہ جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ باقی ارکان اسلام کے بارے ”یا ایہا الذین امنوا“ فرمایا تا کہ قیامت تک سبھی مومن اس پر عمل پیرا ہوں اسی طرح آداب رسالت کو ملحوظ رکھنے کے بارے میں بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے۔

اس سے وہابیوں کا یہ قول باطل ہو گیا کہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا وجوب حضور علیہ السلام کے ایام حیات ظاہری کے ساتھ محدود تھا اور اب بعد از وصال وہ قابل تعظیم و استمداد نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے آداب کو قیامت تک ملحوظ رکھنے کی فرضیت ہر مومن پر اسی آیت سے ثابت ہو رہی ہے۔ اب انصاف فرمائیے کہ رعایت آداب کی تاکیدیں تعظیم غیر اللہ ہی ہیں یا کچھ اور۔

۴۔ حضور علیہ السلام کی تعظیم کرنے کا حکم:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا
وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ۱۰۳

(ترجمہ) اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر فرمائیں
(یعنی سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

چونکہ کفار و منافقین حضور کو خطاب کرتے وقت بجائے راعنا کے راعینا
کہتے تھے۔ (جس کے معنی ہیں ہمارے چرواہے) اور صحابہ اگرچہ لفظ راعنا (ہماری
رعایت فرمائیں) اپنی اصطلاح کے لحاظ سے درست کہتے تھے مگر پھر بھی اس لفظ سے
منع فرمادیا گیا تاکہ اس سے منافقین فائدہ نہ اٹھا سکیں اور آگے فرمایا

”وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ“ (کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے)
یعنی جو ان آداب کو ملحوظ نہ رکھے اور اس بے ادبی پر اصرار کرے وہ کافر ہے اور
کافروں کے لئے عذاب الیم ہے کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور انور ﷺ کی
تعظیم کا حکم نہیں ہے! اور آغاز آیت کریمہ میں ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ کے الفاظ
اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ قیامت تک آنے والے تمام مومنوں پر تعظیم
مصطفیٰ علیہ التحسینہ والثناء فرض و لازم ہے۔

۵۔ شفاعت رسول اللہ ﷺ

شرط مغفرت ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا
أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا
پ ۵ سورة النساء

آیت ۶۴

یہ آیت مقدسہ کمال وضاحت کے ساتھ غیر مقلدوں کے مذہب کی تردید کر
رہی ہے کیونکہ ”جاءوك“ کا لفظ عام ہے چاہے دور سے آئیں یا نزدیک سے اور یہ
مخبر و مین کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام
و شرک ہے۔ جبکہ ان کا یہ قول اللہ کے ارشاد کے صریح خلاف اور متصادم ہے کیونکہ دور
سے آنا بلا سفر ممکن نہیں۔

اور فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ اس پر شاہد ہے کہ مقامات مقدسہ پر قضائے حاجات اور
مغفرت کے لئے دعا مقبول و منظور ہوتی ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ سے استغفار تو ہر جگہ ہو سکتی
ہے اور فاء تاکید کے لانے سے مزید توضیح ہو گئی کہ حضور کے پاس آنے کے بعد
استغفار قبول ہوتی ہے۔ اس سے محروموں کا یہ قول مردود ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ دانا

دیتا ہے۔ مقامات مقدسہ کو قبولیت میں کوئی دخل و اثر نہیں اور واسْتَعْفِرْ لَهُمْ الرَّسُولُ نے شفاعت کا دروازہ کھول دیا گویا شفاعت رسول شرط مغفرت ہے۔ کیونکہ استغفار اس وقت مفید ہوگا جب اس کے ساتھ شفاعت رسول ملی ہوئی ہو۔ محرومین شفاعت اذن شفاعت کا انکار کرتے ہوئے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ
إِلَّا بِإِذْنِهِ

وہ کون ہے جو اس کے یہاں
سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے

ب ۳ ع آیت ۲۵۵

ہم کہتے ہیں یہ بالکل درست ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے اذن کے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا مگر رسول مقبول ﷺ کو تو اذن شفاعت حاصل ہے۔ کیونکہ آپ کو مقام محمود (سورۃ نبی اسرائیل رکوع ۸) کا وعدہ دیا گیا ہے جو کہ شفاعت کبریٰ کا مقام ہے اور اس پر یہ حدیث دلیل ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ" (مجھے شفاعت عطا کی گئی) اور اگر محرومین اعتراض کریں کہ یہ آیت تو زمانہ نبوی کے ساتھ خاص ہے تو میں کہوں گا۔ کہ لفظ اذنتہما رے اعتراض کو باطل کر رہا ہے کیونکہ اذ کسی زمانہ خاص کے لئے نہیں بلکہ عموم کے لئے آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت کریمہ سے تین باتیں ثابت ہوئیں نمبر (۱) حضور اکرم ﷺ کے روضہ مقدسہ کا سفر نمبر (۲) مقامات مقدسہ پر دعا کی قبولیت نمبر (۳) گناہ گاروں کے لئے حضور علیہ السلام کی شفاعت۔

۶۔ حضور علیہ السلام کی بیعت کرنے والے

کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا
يَبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ب ۲۶ سورۃ
الفتح ع ۱ آیت ۱۰

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو
اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان
کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

سبحان اللہ! کیا مقام قرب ہے، کیوں نہ ہو آخر حضور علیہ السلام اللہ کے خلیفہ مطلق اور رسول برحق ہیں۔ "يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ" میں وہ اسرار ہیں جن کو تحریر نہیں کیا جاسکتا۔ قلم اس مقام پر پہنچ کر ٹوٹ گیا۔

۷۔ حضور علیہ السلام کا وجود مسعود روز قیامت

تک امت میں رہے گا

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
وَأَنْتَ فِيهِمْ

اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب
کرے جب تک اے محبوب! تم
ان میں تشریف فرما ہو

ب ۹ سورۃ الانفال

آیت ۳۳

عزیزانِ مہربانی کی قوم پر کفر و سرکشی کے سبب عذاب الہی نازل ہوا مگر یہ امت بسبب حضور علیہ السلام کے وجود مسعود کے قیامت تک دنیاوی عذاب سے محفوظ

و مومن ہے۔ اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کا وجود مسعود روز قیامت تک ہم میں نہ ہوتا تو یقیناً فسق و فجور اور عصیان و طغیان کی بناء پر ہم مستحق عذاب ہوتے مخرموس کا یہ قول کہ حضور علیہ السلام ہر کرمی ہو گئے۔

(خاک باشد در حان آں قوم)

۸۔ حضور علیہ السلام قیامت تک ہونے والے امت کے

اعمال و افعال اور احوال کا مشاہدہ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ
شَهِيدًا وَنُصِيرًا وَنَذِيرًا
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذِينِهِ
وَسِرَاجًا مُنِيرًا

ب ۲۲ سورة الاحزاب
آیت ۴۶
اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں احوال امت پر شاہد اور خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

یعنی آپ احوال امت پر گواہ ہیں۔ مومنوں کو جنت کی خوشخبری دینے والے ہیں اور کفار کو دوزخ سے ڈرانے والے ہیں اور لوگوں کو عبادتِ الہی کی طرف ہجکم فہذا تعالیٰ رست دینے والے اور روشن چراغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا کردہ یہ عظمتیں اور رفعتیں قابلِ غور ہیں۔ آیت کے آخر میں حضور علیہ السلام کو روشن چراغ فرمایا گیا جو کہ ذاتِ الہی کی نور سے روشنی ہے اور

وہابی اس چراغ کو بجھانا چاہتے ہیں۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ
يَاقُوهَا هَيْهَمُ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

(ب ۲۸ سورة الصف
آیت ۸)
چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مومنوں (پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کرتا ہے خواہ کافر براہی کیوں نہ جائیں

مگر اس نوارنی چراغ کی شان یہ ہے کہ چراغ را کہ ایزد بر فروزد اگر کس تف ز ندر پیش بسوزد یعنی اللہ تعالیٰ کے روشن کردہ چراغ کو پھونکیں مارنے سے سوائے اپنی ہی داڑھی کو جلانے کے کیا حاصل ہو سکتا ہے اور داڑھی کو جلانا تو آسان ہے ایمان کو جلا، ایک مشکل کام ہے۔ مولف رسالہ ہذا غشی عنہ نے اس آیت کے اسرار و رموز اور دیگر متعلقات کو رسالہ جملیلہ میں بڑی شرح و بسط سے بیان کیا ہے طالبِ تفصیل کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے

۹۔ حضور علیہ السلام کو سکھا دیا، جو کچھ آپ نہیں جانتے

تھے (یعنی آپ دانائے علوم اولین و آخرین ہیں۔)

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ
عَظِيمًا

(ب ۲۸ سورة النساء)

آیت ۱۱۳

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

اس آیت کریمہ میں لفظ ما کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ علوم اولین و آخرین اس میں داخل ہوں اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی حد تو اترا کو پہنچی ہیں اور ویسے بھی اس بات میں کوئی تعجب نہیں کہ جس ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم نص قرآنی سے ثابت ہے وہ دانائے علوم اولین و آخرین ہو۔ اس لئے قول محرومین کی تردید ہوگئی کہ ملک الموت اور شیطان کا علم امام الانبیا علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے۔

کیونکہ نص سے ثابت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسی نص ہے جو ملک الموت اور شیطان کے علم کے عموم پر دلالت کرتی ہے؟ اور اس کو تم ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اور مذکورہ بالا آیت مقدسہ سے تمہاری چشم بصیرت اندھی کیوں ہے؟ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا کہ

چشم بداندیش کہ برکنہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

(یعنی بداندیش و بدخواہ کو کسی کا ہنر اور کمال بھی عیب ہی دکھائی دیتا ہے۔)

۱۰۔ حضور علیہ السلام کی عظمتِ شانی اور

رفعتِ مکانی کو وہ ہی جانتا ہے:

موقف اس بحرنا پیداکنار کے بارے میں بھلا کیا لکھ سکتا ہے؟ جس کی پیروی کرنے سے درگاہ الہی میں مقام محبوبی عطا ہوتا ہے۔ وہ خود کس قدر محبوب و مقرب ہوگا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

پ ۳ سورۃ آل عمران
آیت ۳۱

اور جس کی اطاعت، عین اطاعت خدا ہے اس کے وصف قرب کو کس زبان سے بیان کیا جائے۔

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
اللَّهَ

پ ۵ سورۃ النساء

آیت ۸۰

جس کے امر و نہی کو ماننے کا حکم خود اللہ تعالیٰ فرمائے اس کی عظمتِ شانی اور رفعتِ مکانی کو بھی وہ خود ہی جانتا ہے۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

پ ۲۸ سورۃ

حشر آیت

اس بحث کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں کہ

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا
فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع
فرمائیں باز رہو

لا يمكن الشفاء كما
كان حقه،
صلی اللہ علی سیدنا
محمد واصحابہ وبارک
وسلم۔
بعد از خدا بزرگ توئی
قصہ مختصر
اے اللہ! ہمیں حضور علیہ السلام کی
شفاعت نصیب فرما اور آپ ہی
کے طریقے پر موت دے

۱۱۔ فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام

کو سجدہ کرنا اور ابلیس کا انکار کرنا:

آدم برسہ مطلب کہ تعظیم غیر اللہ کا کیا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَادْعُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا
لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ
أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ
الْكَافِرِينَ ۝

پ ۱ سورۃ البقرہ

آیت ۳۴

آدم علیہ السلام کو سجدہ کر کا حکم فرشتوں کو تعظیم کے لئے تھا یا تحقیر کے لئے، اگر
تحقیر کے لئے تھا تو پھر شیطان نے اس کو کیوں نہ مانا جو کہ تعظیم غیر اللہ کا اولین منکر اور
انبیاء علیہم السلام کی تحقیر کرنے والوں کا امام و پیشوا ہے اور اگر تعظیم کے لئے تھا تو پھر

تعظیم غیر اللہ حکماً ثابت ہوئی یا نہیں؟

۱۲۔ والدین کا حضرت یوسف علیہ السلام

تعظیمی کرنا:

اللہ تعالیٰ پارہ ۱۳ سورۃ یوسف رکوع ۱۱ آیت ۱۰۰ میں فرماتا ہے۔

وَخَرُّوْا لَهُ سُجَّدًا
اور سب اس کے لئے سجدے میں
گرے

اس میں جس سجدہ کا ذکر ہے وہ سجدہ یوسف علیہ السلام کے والدین
اور بھائیوں نے تعظیم کے لئے کیا تھا یا کسی اور وجہ سے؟ اگر تعظیم غیر اللہ کفر و شرک ہوتی
تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کو ذکر نہ فرماتا۔ اگرچہ ہم مقلدین کے نزدیک غیر اللہ کو
سجدہ تعظیمی حرام ہے کیونکہ یہ سجدہ عبادت کے مشابہ ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے
غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدے کا حکم دیتا تو البتہ
دست کو اپنے شوہر کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا (ترمذی شریف) لیکن سجدہ تعظیمی
کی حرمت سے تعظیم غیر اللہ کی حرمت اور کفر و شرک کب لازم آتا ہے۔

۱۳۔ (فائدہ) ابلیس کا نام شیخ نجدی کیسے مقرر ہوا؟

تعظیم غیر اللہ کا پہلا منکر ابلیس ہے اس لحاظ سے نجدیوں اور نجدی پرستوں کا
تعلق ورشتہ داری ابلیس سے کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس شیخ نجدی کی صورت

میں دارالندوہ میں پہنچا جب کہ کفار وہاں جمع ہو کر امام الاتیاء علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ کر رہے تھے۔ ابلیس نے ان کو قتل کا طریقہ بتایا تو سب نے اس کی بات پر اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ القول ما قال الشیخ نجدی، یعنی بات وہی درست ہے جو شیخ نجدی نے کہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے شر سے نجات دی۔ یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اس دن سے شیطان کا نام شیخ نجدی مقرر ہو گیا۔ بلا خطہ فرمائیں کتب لغت غیاث وغیرہ۔

۱۴۔ شیطان کا شیخ نجدی کی صورت میں ظاہر ہونا:

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”مساہرات“ میں نقل فرماتے ہیں کہ جس سال قریش مکہ کعبۃ اللہ کی تعمیر نو کر رہے تھے ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا کہ حجر اسود کو نصب کون کرے؟ ہر قبیلہ کا سردار کہہ رہا تھا کہ میں اس کا زیادہ مستحق ہوں۔ آخر ان میں سے کسی کے مشورے سے یہ طے پایا کہ کل حرم کے فلاں دروازے سے جو شخص سب سے پہلے داخل ہوگا۔ یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے گا اتفاقاً اس روز سب سے پہلے حضور علیہ السلام اس دروازے سے داخل ہوئے جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۵ برس تھی۔ سب نے بالاتفاق کہا۔

هَذَا الْأَمِينُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

(یہ امین ہیں اور ہم ان کے فیصلے

پر راضی ہیں)

حضور علیہ السلام نے تمام سرداروں کی رعایت کرتے ہوئے حجر اسود کو ایک

چادر میں رکھوایا اور ہر قبیلے کے سردار کو حکم دیا کہ چادر کا ایک ایک کونا پکڑ کر پتھر کو اوپر اٹھائیں اور پھر خود ہی اپنے دست اقدس سے اس کو دیوار میں نصب فرمایا۔
دریں اثناء شیطان بصورت شیخ نجدی ظاہر ہو کر کہنے لگا کہ اس پتھر کو فلاں پتھر کے پیچھے رکھو۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طریقے سے جب دوسرا پتھر اوپر رکھا جائے گا تو حجر اسود گر پڑے گا تو لوگ حضور علیہ السلام کو برا بھلا کہیں گے مگر حضور علیہ السلام نے نور نبوت سے اس کے مدعا کو بھانپ کر فرمایا۔

”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ چنانچہ شیطان ناکام و مایوس ہو کر بھاگ گیا

(مسامرات، باب بناء الکعبہ)

۱۵۔ نجد سے شیطان کا سینک نکلنے کی پیش گوئی:

اسی وجہ سے حضور علیہ السلام نے نجد یوں کو قرن شیطان کا سینک فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینک نکلے گا۔ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام مشرق کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے کہ خبردار یہاں فتنے ہوں گے کیونکہ یہاں شیطان کا سینک طلوع ہوگا (بخاری) چونکہ نجد یوں کا تعلق ورشتہ داری شیطان سے قدیمی ہے لہذا آج تک اس تعلق کا خوب لحاظ رکھتے ہیں۔ اسی سبب سے مقامات مقدسہ، حضور علیہ السلام اور آپ کے آل و اصحاب کی یادگاروں کو یہ بہانہ بنا کر کہ لوگ یہاں شرک کوٹتے ہیں تباہ و برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

۱۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے

والے مقامات پر دعائے مانگنے کا حکم:

کیا مقامات مقدسہ پر نوافل پڑھنا، دعا کرنا اور خدا تعالیٰ سے حاجات مانگنا شرک ہے؟ اگر یہ مقامات مقدسہ نوافل پڑھنے اور دعائے مانگنے کے قابل نہیں ہیں۔ تو پھر ارشاد خداوندی۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ
(ب) سورۃ الحج
آیت ۲۷

کا کیا مطلب ہے؟

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ
مُصَلًّى (ب) سورۃ بقرہ

آیت ۱۲۵

کس لئے ہے؟ حضور علیہ السلام کا حجر اسود کو چومنا اور طواف کرنا کس بناء پر تھا؟ اور لوگوں کا عرفات میں ٹھہرنا، مزدلفہ و منیٰ کی طرف لوٹنا، رمی جمرات صفا و مردہ کے درمیان سعی اور ہر مقام پر دعائے مانگنا کس مقصد کے لئے ہے؟

یہ سب کچھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگاریں ہیں یا کچھ اور؟
رَبَّنَا لَا تُخِزْ قُلُوبَنَا بَعْدَ
إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن
كَذَلِكَ رَحْمَةً

پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۸

باب (۲)

احادیث سے غیر اللہ کی تعظیم کا ثبوت

۱۔ تعظیم حضرت سعد کا حکم:

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے فیصلہ کے لئے آئے تو حضور علیہ السلام نے جماعت انصار کو فرمایا۔

”قومو السید کم او خیر کم“ (اپنے سردار یا اپنے سے بہتر کیلئے کھڑے ہو جاؤ) (بخاری) کیا یہ امر حضور کا تعظیم سعد رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں تھا؟ بعض محرموں کی یہ تاویل مردود ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور یہ حکم قیام، ان کو سواری سے اتارنے کے لئے تھا نہ کہ تعظیم کے لئے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ”قوموا جمع“ کا لفظ ارشاد فرمایا جس کا معنی ہے تم سب کھڑے ہو جاؤ حالانکہ سواری سے اترنے میں مدد دینے کے لئے ایک اور زیادہ سے زیادہ دو آدمی کافی تھے تمام جماعت کو قیام کا حکم دینے کی کیا ضرورت تھی؟

اگر نبی پاک ﷺ کا مقصود تعظیم نہ ہوتا تو ”قوموا“، السعد (سعد کے لئے کھڑے ہو جاؤ) ہی فرما دینا کافی تھا۔ مگر حضور علیہ السلام کا ارشاد کہ اپنے سردار یا بہتر کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ تعظیم کے بارے میں ہے یہاں یہ فائدہ بھی حاصل ہو گیا کہ تعظیم کے موقع پر ہمیں قوم کو سید کہنا جائز ہے۔

۲۔ تعظیم حضرت زید:

حضرت زید بن حارثہ کی آمد پر حضور علیہ السلام اپنے کپڑوں کو درست کئے بغیر ہی اٹھے۔ ان کے ساتھ معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آئے جبکہ حضور اکرم ﷺ میرے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضور علیہ السلام کے پاس آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے ہی اٹھے اور ان سے معانقہ کیا (ترمذی شریف)

اگر یہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام کا معانقہ و بوسہ محبت کے لئے تھا نہ کہ تعظیم کے لئے، تو میں یہ کہوں گا کہ حجر اسود کو سرکار کا بوسہ دینا محبت کے لئے تھا یا تعظیم کے لئے، ظاہر ہے کہ پتھر کے ساتھ انسان کی محبت بے معنی ہے۔ اگر اس پر اکتفا نہ کریں تو مزید کہوں گا کہ یہودیوں کا حضور علیہ السلام کے دست و پا کو بوسہ دینا اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ از روئے عرف، محبت کا بوسہ چہرے پہ ہوتا ہے اور تعظیم کا بوسہ دست و پا پر۔

۳۔ دست و پا کو تعظیماً چومنے کا جواز:

اگر کسی کے دست و پا کو تعظیماً چومنا جائز نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام اس کی اجازت نہ دیتے۔ اس سلسلے میں صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی کو کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو تو اس کے ساتھی نے کہا کہ ان کو نبی مت کہو۔ کیونکہ اگر اس نے تیری بات کو سن لیا تو ان کو نہایت خوشی

ہوگی۔ پھر وہ دونوں حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور نو آیات مینات کے بارے میں سوال کیا۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) کسی نفس کو ناحق قتل نہ کرو (۵) کسی بے قصور کو حاکم کے پاس قتل کرانے کے لئے نہ لے جاؤ (۶) جاؤ نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) عقیقہ عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ (۹) لڑائی کے روز پیٹھ دے کر نہ بھاگو اور خاص کر کے اے یہودیو، تم ہفتہ کے دن شکار نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ الخ (ترمذی شریف)

۴۔ تعظیم مومن:

”باب تعظیم المومن“ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دفعہ کعبہ شریف کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو بڑی عظمتوں والا ہے۔ تیری حرمت و عظمت بھی عظیم ہے مگر مومن کا رتبہ عند اللہ تجھ سے زیادہ ہے۔ (ترمذی شریف)

۵۔ بارگاہ نبوی میں صحابہ کرام کا

تعظیماً سر جھکا کر بیٹھنا:

اب ذرا اس سلسلے میں عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے جو کہ آسان اسلام کے ستارے ہیں۔ احادیث و سیرت کی کتابوں سے ثابت

ہے کہ صحابہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اس طرح عاجزی و انکساری کے ساتھ سر جھکائے بلاادب بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور ذرا سی بھی حرکت سے وہ اڑ جائیں گے۔ کمال توقیر و تعظیم کی وجہ سے کوئی بھی ان میں سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے۔

"فلا یرفع الیہ احد منهم بصرہ الخ"

باب (۳)

وہ آثار مبارکہ جن کی نسبت حضور علیہ السلام سے

ہے ان کی زیارت کرنا مستحب ہے

۱۔ صاحب مناسک اور شیخ ملا علی قاری کی عبارات کا خلاصہ:

بعض علماء امت کے اقوال و افعال کو بھی نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی "طیوہ القلوب فی زیارۃ الحبوب" کے باب ۴ فصل سوم میں مولانا رحمت اللہ سندھی صاحب مناسک اور شیخ ملا علی قاری کی عبارات کا خلاصہ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والے کنوؤں، مسجدوں اور نشانات کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ چاہے وہ آثار متبرکہ معلوم ہوں یا محض ان کی جہت۔ احناف کی ایک جماعت، بعض شوافع، مالکیہ اور حنابلہ نے اس استحباب مطلق کی تصریح یوں کی ہے کہ جس چیز کو حضور علیہ السلام کی دست اقدس، پاؤں مبارک، پہلو شریف یا کسی بھی عضو پاک سے مساس حاصل ہو اس کی تعظیم مستحب ہے خواہ یہ نسبت و مساس حدیثوں تک پہنچتا ہو یا بلا ثبوت ہی لوگوں میں مشہور و معروف ہو (انتہی مختصر) اب اردوئے انصاف فیصلہ کریں کہ آثار متبرکہ و مقامات مقدسہ کے بارے میں فقط شہرت ہی کافی ہے یا بطور حدیث بمعنی اس کا منقول ہونا ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام کی جائے ولادت، دار ارقم بن ارقم، مکان خدیجہ

الکبریٰ حضرت خاتون جنت کی جائے ولادت اور حضور علیہ السلام کے مساجد و آثار کے متعلق آج تک کسی نے نہیں کہا کہ یہ جعلی ہیں بلکہ سبھی ان کی صحت پر متفق ہیں اور ان آثار و مقامات کی ریسرچ کی زیارت کو مستحب کہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں ایضاً المناکب از امام نووی، ”مناکب“ از ملا علی قاری اور تاریخ قطبی، حتیٰ کہ پیشوا نجدیت ابن تیمیہ نے بھی ان کو جعلی نہیں کہا۔ ہاں اپنے مسلک کی بناء پر ان کی زیارت کو حرام کہتا ہے جیسا کہ صدیق مہین خلیفہ نے اپنی کتاب ”رحلۃ الصدیق“ میں ابن تیمیہ سے نقل کیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا آثار رسول اللہ ﷺ سے برکت حاصل کرتا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج کے لئے جاتے تو حرمین عزیزین کے درمیان واقع ہونے والے آثار رسول اللہ ﷺ پر حصول برکت کے لئے قیام فرماتے اور نماز پڑھتے جس درخت کے نیچے حضور علیہ السلام نے آرام فرمایا ہوتا اس کو پانی دیتے یہ روایات صحاح، سنن، مسانید اور معاجم میں بکثرت موجود ہیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ کا منبر رسول اللہ ﷺ

پر ہاتھ رکھ کر چہرہ پر ملنا:

طبقات ابن سعد میں مرقوم ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس حال میں دیکھا گیا کہ اپنا ہاتھ منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رکھے ہوئے ہیں پھر اس کو اپنے چہرے پہ لایا۔ اسی سلسلے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قبر مدینہ کو بسد بنا بھی مروی

ہے۔

حضرت شیخ سہودی علیہ الرحمۃ وفاقہ الوفا جلد ثانی ص ۴۴۳ پر فرماتے ہیں، کہ عزالدین نے بروایت عبداللہ ابن احمد ”کتاب العلل والوسولات“ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو بارگاہ الہی سے حصول ثواب کی امید رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام کے قبر و منبر کو مس کرتا اور بوسے دیتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ تمام اصحاب مذاہب اربعہ کے نزدیک آثار جلیلہ سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے:

مؤلف غنی عنہ کہتا ہے کہ تمام اصحاب مذاہب اربعہ اس استحباب کے قائل ہیں مگر امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی روایت کی تحفہ فیہ تجیدی وہابیوں کو لا جواب کرنے کے لئے کی گئی کیونکہ یہ بھی بظاہر جعلی ہونے کے دعویدار ہیں اور آثار جلیلہ سے تبرک کو کفر و شرک جانتے ہیں یہاں سے معلوم ہو گیا کہ ان کا دعوئے جلیلیت محض جھوٹ اور افتراء ہے۔ علامہ عینی حنفی عمدة القاری جلد نمبر ۴ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے استاذ حافظ زین العابدین عراقی فرماتے ہیں۔ مجھے حافظ ابو سعید بن علانی نے بتایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے کلام کو دیکھا۔ ان سے حضور علیہ السلام کے منبر و قبر کو بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ہم نے جب ابن تیمیہ کو یہ بات دکھائی تو وہ اس پر متعجب ہو کر کہنے لگا کہ مجھے امام احمد پر تعجب ہوا وہ میرے نزدیک جلیل القدر ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حالانکہ امام احمد رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہاں

تک مروی ہے کہ آپ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی قمیص دھو کر اس کا پانی پی لیا تھا۔ جب وہ اہل علم کی اس قدر عزت و قدر کرتے ہیں تو صحابہ کرام اور آثار رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کی کیا کیفیت ہوگی۔

۵۔ حضرت ابوالیوب انصاری کا حضور علیہ السلام

کی مزار مبارک پر چہرہ رکھنا:

اور اسی قول کو سبب اس کی شہرت کے امام مقری مالکی نے اپنی کتاب ”فتح المتعال بعقۃ المتعال“ کے ص ۸۱ پر نقل کر دیا ہے (نسخہ قلمی) علامہ مقری اس قول کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ قول اس روایت سے ماخوذ ہے جس کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے مسند میں نقل کیا کہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور پر چہرہ رکھا ہوا تھا۔ مروان نے آپ کی گردن کو پکڑ کر کھینچا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دے کیونکہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ یہ روایت مسند امام احمد میں جلد ۵ ص ۳۳۳ پر موجود ہے۔ شیخ سہودی، امام ابن حجر مکی اور امام سبکی نے بھی اس حدیث کے رواۃ کے طریق کو بیان کیا ہے چنانچہ در مشظم و فاء الوفا اور شفاء السقام کا مطالعہ کریں۔

باب (۴)

صحابہ کرام کا حضور علیہ السلام کے آثار مبارک

سے تبرک حاصل کرنا

۱۔ امام بخاری نے اپنے جامع میں ایک باب مقرر کیا ہے:

امام موصوف اپنی باطل ممکن کتاب میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم السلام حضور علیہ السلام کے آثار مبارک سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔ جیسے آپ کا لعاب دہن، جھوٹا کھانا یا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی اور پسینہ مبارک حضرت امام بخاری اپنی جامع جلد اول ص ۳۳۸ پر ایک باب ان الفاظ سے قائم کرتے ہیں کہ یہ باب ہے حضور علیہ السلام کی زرہ، عصا، تگوار، پیالہ، انگلی اور ان لاتعداد چیزوں کے بیان میں جن سے صحابہ کرام و دیگر حضرات حضور علیہ السلام کے وہ سال کے بعد تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا،

لوگوں کو حضور علیہ السلام کی چادر مبارک کی زیارت کرانا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور شافع یوم النشور کا لبادہ مبارک تھا جس کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں اور یہ کہا کرتی تھیں کہ اسی لبادہ میں حضور علیہ

الصلوة والسلام نے وصال فرمایا تھا۔ بخاری کے لفظ یہ ہیں۔

”اخرجت لنا عائشة كساء ملبدا ص ۴۲۸“

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے نعلین مبارک

کی لوگوں کو زیارت کراتے تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس نعلین مبارک تھے جن کی وہ لوگوں کو زیارت

کرایا کرتے تھے۔

بخاری کے لفظ یہ ہیں۔ ”اخرج لنا انس نعلین جرداوين ص ۴۳۸“

۴۔ حضرت عبداللہ بن سلام حضور علیہ السلام کے

پیالہ مبارک میں تبر کا پانی پلاتے تھے:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اقدس ﷺ کا پیالہ مبارک

تھا جس میں لوگوں کو تبر کا پانی پلاتے تھے۔ بخاری میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ مجھے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تجھے میں ایسے پیالے میں نہ پلاؤں

جس سے حضور علیہ السلام پیا کرتے تھے۔ بخاری جلد ۲ ص ۸۳۲ اس کے بعد اسی پیالے

کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بطور تبر رکھا۔

۵۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے بال

مبارک دھو کر شفا یابی کی نیت سے پانی پلایا کرتی تھیں:

حضرت ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس بال مبارک تھے جن کو

دھو کر شفا یابی کی نیت سے پلایا کرتی تھیں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۸۳۵) جب تمام آثار مبارک

متبرک و واجب التحظیم ہیں تو پھر آپ کی قبر مبارک بدرجہ اولیٰ متبرک ہوگی۔ اسی سبب سے

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور پر چہرہ رکھا گویا کہ پناہ

حضور علیہ السلام کے قدموں پر رکھ دیا۔

۶۔ عباسیہ کے دور حکومت میں لوگ تبر کا حضرت

امام بخاری کی قبر سے مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے:

حضرت امام بخاری کے وصال کا واقعہ شرح بخاری میں موجود ہے کہ ان کی قبر سے

مٹک کی خوشبو آتی تھی جس کی وجہ سے لوگ تبر کا قبر سے مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ یہ واقعہ

اس دور کا ہے جب مملکت شریعہ برقی پر تھی۔ یعنی سلطنت عباسیہ میں کہ جب قضاء و حساب

کے محکمے موجود تھے۔ مگر اس کے باوجود کسی اس واقعہ پر احتساب نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ

سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا۔ لیکن انہوں نے بخاریوں کے چشمہ و قبر پر ہاتھ رکھنے کو بھی

کفر و شرک اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ وہ محدثین ربانی کا زمانہ تھا اور یہ محدثین ربانی کا دور

ہے اس بحث کو ہی پر ختم کرتا ہوں کیوں کہ اہل انصاف کے لئے یہ کافی ہے۔

باب (۱)

روح کی حیات قواعد شرع میں بالاتفاق ثابت ہے

۱۔ اہل قبور کو قیامت تک تنعیم یا تعذیب کا ملنا:

اس مسئلہ کی تحقیق چونکہ ارواح کا اپنے بدن سے علیحدہ ہو جانے کے بعد ان کی حیات ہونے پر موقوف ہے لہذا پہلے ہم حیوۃ ارواح کو ثابت کریں گے۔ پھر اس پر توسل و استمداد کو ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ
الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا
أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ
إِلَّا قَلِيلًا ۝

اور تم سے روح کے بارے میں
پوچھتے ہیں تم فرما دو روح میرے
رب کے حکم سے ہے اور تمہیں علم نہ
ملا مگر تھوڑا۔

پ ۱۵ سورۃ بنی

اسرائیل آیت ۸۵

۲۔ اہل

تَوَسَّلْ وَاسْتَمْدَدْ

روح کا مسئلہ از روئے قرآن مجید نہایت پیچیدہ ہے ہم اپنے قلیل علم کے مطابق جو کچھ اس میں گفتگو کرتے ہیں وہ اس کی حیات و ممات کے بارے میں ہے نہ کہ اس کی مابیت و کیفیت کے متعلق۔ کیونکہ نص قرآنی کے مطابق روح عالم امر سے ہے اور عالم عقلی عالم امر میں اسی قدر گفتگو کر سکتا ہے۔ جتنا کہ شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ روح کی مابیت و کیفیت کے بارے میں شارع علیہ السلام نے سکوت فرمایا ہے مگر اس کی حیات، اصول اسلام اور قواعد شرع میں بالاتفاق ثابت ہے بلکہ روح کا شعور و ادراک عناصر اربعہ کے نفس عنصری سے آزاد ہو کر پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ اولیاء کی روحیں حیات اخروی میں کامل ترقی حاصل کرتی ہیں اور نفوس قدسیہ حالیہ حیات سے بھی بڑھ کر مصادر فیوض و برکات ہو جاتے ہیں۔ (یعنی خدا والوں کے ارواح دوسرے جہاں میں بھی پوری قوت سے فیوض و برکات ظاہر کرتے ہیں) اس مسئلہ پر حکماء اسلام، محققین، مجددین، متکلمین اور اکابرین دین کا اتفاق ہے۔ امام غزالی، امام رازی، علامہ تھنازانی، علامہ سید شریف، قاضی بیضاوی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور قاضی تھانوی اللہ پانی پتی نے اپنی کتب و رسائل میں اس کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا ہے حتیٰ کہ رؤسائے وہابیہ ابن قیم وغیرہ نے بھی روح کی حیثیت، شعور اور ادراک تمام کا اعتراف کیا ہے (تفسیر بیضاوی جلد اول مطبوع ہند ص ۸۵) شہید کے حیات ہونے والی آیات کے نیچے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روحیں جوہر، ہیں جو اپنے وجود سے قائم ہیں۔ یہ بدن محسوس کے متغیر ہیں۔ موت کے بعد بھی باقی رہتی ہیں بلکہ ادراک بھی کرتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور اسی پر آیات و احادیث گواہ ہیں۔

اگر غیر مقلدین جو کہ کتب درسیہ کے مضامین سے بھی بے خبر ہیں، کہیں نہ کون سی آیات و احادیث سے روح کا ادراک و شعور ثابت ہے تو میں یہ کہوں گا کہ عذاب قبر، نکیرین کے سوال و جواب اور اہل قبور کے عذاب و نعمت پر اہل اسلام کا اتفاق ہے اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی تقریباً حد تو اترا تک پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ تمام روح کی حیثیت اور ادراک و شعور پر موقوف ہے۔ اگر روح کو شعور نہ ہو تو سوال و جواب کا کیا معنی؟ اگر یہ کہا جائے کہ بوقت سوال شعور ہوتا ہے بعد میں نہیں تو میں کہوں گا کہ احادیث میں قیام قیامت تک تعمیم و تعذیب کا ذکر ہے جو روح کے قیامت تک ادراک و شعور کی صریح دلیل ہے۔

۲۔ اہل قبور سے کلام کرنے کا ارشاد:

اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کے ارشاد سے ہم کو اموات کے ساتھ کلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کے قبرستانوں سے گزر دو تو کہو کہ اے قبر والو تم پر سلامتی ہو ہم انشاء اللہ ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں تم ہمارے پیشرو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔

(ترمذی، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد اور حسن ص ۱۵۴)

اور ان کو شعور نہ ہوتا تو ہر گز حضور علیہ السلام، میں جمادات کو مخاطب کرنے کا حکم نہ دیتے بلکہ خود حضور علیہ السلام نے ان مندرجہ بالا الفاظ سے اموات کو مخاطب فرمایا۔ غیر مقلدوں کے امام ابن قیم اپنی کتاب "روح" کے ص ۵ پر لکھتے ہیں کہ اگرچہ

متواترہ اور اجماع سلف سے ثابت ہے کہ مرنے والے اپنے زائرین کو پہچانتے اور ان کی آواز سے خوش ہوتے ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب (شرح الصدور ص ۱۵۱) میں لکھتے ہیں کہ احادیث و آثار اس پر دلیل ہیں کہ جب کوئی کسی کی زیارت کے لئے قبر پر آتا ہے تو صاحب مزار اس کو پہچان لیتا ہے۔ اس کی بات سننا ہے اور مانوس ہوتا ہے۔ اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے

۳۔ اہل مزار کا زائرین کو پہچاننا، انکی بات سننا

اور سلام کا جواب دینا:

ابن ابی الدنیا نے ”کتاب القبور“ اور امام بیہقی نے کتاب ”شعب الایمان“ میں حضرت عائشہ صدیقہ، ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ جب کوئی قبر کے قریب جاتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا اور خوش ہوتا ہے۔ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے قبر پر بیٹھتا ہے تو مردہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص اٹھ کر چلا جائے۔

(کتاب الروح ص ۵۵ شرح الصدور ص ۱۵۶)

یہی وجہ ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد کچھ دیر ”میری قبر پر بٹھرنا تا کہ میں تم سے انس حاصل کروں۔ سلم شریف میں یہ روایت ان الفاظ سے مذکور ہے کہ میری قبر پر اتنی دیر بٹھرنا کہ جتنی دیر

میں ایک اونٹ ذبح کر کے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔“ ابن قیم اسی سے اخذ کر کے کتاب الروح ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ میت حاضرین سے انس و انبساط حاصل کرتی ہے۔

ہم نے جو علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعد الموت روح کا ادراک زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو ایسے مکان میں بند کر دیا جائے جس میں کوئی سوراخ نہ ہو تو وہ کسی کی آواز کو وہاں نہیں سن سکتا مگر قبر میں سن لیتا ہے۔ جیسا کہ روایات مذکورہ بالا میں گزر چکا ہے۔

۴۔ اہل قبور کا احترام کرنے کا ارشاد:

مسلم شریف میں ہے کہ اہل قبور زائرین کے جوتوں کی آواز کو سنتے ہیں۔ اگر کوئی تہہ خانے میں ہو تو اوپر سے گزرنے سے اس کو ایذا نہیں ہوتی مگر قبر کو پاؤں مال کرنے سے میت کو ایذا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو تکیہ بنا کر بیٹھنے والے شخص سے فرمایا تھا کہ اس قبر والے کو ایذا مت دو۔ اس کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا حتیٰ کہ جوتے پہن کر قبرستان میں چلنے سے بھی منع فرما دیا۔

(ابوداؤد جلد دوم باب المشی بین القبرین لصلی ص ۱۰۴ مطبوعہ ہند)

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبور کی بے حرمتی نہ کی جائے اس سے مردہ کو ایذا ہوتی ہے بلکہ اہل قبور کے مراتب کے مطابق ادب و احترام کرنا ضروری ہے۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا

مسک، شعور اموات کے بارے میں:

”مسند امام احمد جلد ۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ مصر“ پر امام احمد لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد اپنے حجرے میں بے تکلف چلی جایا کرتی تھی کیونکہ ایک حضور علیہ السلام تھے، ایک میرے والد ماجد مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد ان سے حیا کرتے ہوئے بلا نقاب نہیں جاسکتی تھی۔ حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مستدرک میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ مشکوٰۃ میں بھی یہ حدیث منقول ہے۔ لمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زائر کو قبر کا اتنا ہی ادب و احترام کرنا چاہیے۔ جتنا کہ صاحب قبر کا حالت حیات میں کرتا تھا خصوصاً قبور صالحین کا۔

(مشکوٰۃ شریف مطبع نظامی ص ۱۳۶)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسک شعور اموات کے بارے میں کیا ہے اور ان کا شعور کس بناء پر ہے۔ اگر ان کا مسک یہ ہوتا کہ اموات کو شعور نہیں تو پھر اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو خطاب کر کے گفتگو نہ فرماتیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا انتقال مکہ مکرمہ کے قریب ہوا اور آپ کی نعش کو مکہ معظمہ میں دفن کر دیا گیا۔ جب ام المؤمنین اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کو آئیں تو فرمایا کہ اے

میرے بھائی اگر میں تیرے وصال کے وقت موجود ہوتی تو تجھے وہیں دفن کرتی۔ اور اگر وہاں حاضر ہوتی تو پھر دوبارہ آپ کے پاس آنے کی حاجت نہ تھی۔

(ترمذی کتاب البراۃ جلد اول ص ۳۶۱)

۶۔ روح کا جسم سے معنوی تعلق اور تصرف کی اجازت:

خلاصہ یہ ہے کہ روح کا معاملہ عجیب و غریب اور حیرت افزا ہے اس کی قوت و طاقت عجیب قوت و طاقت ہے۔ خاص کر ارواح اولیاء جو کہ ملائکہ میں شامل ہو کر انہی کی صفات سے متصف ہو جاتی ہیں۔ ان کے علم و ادراک اور سیر و تصرف میں دنیا کی کوئی چیز مانع و حائل نہیں ہو سکتی۔ علامہ ”قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ اللہ تعالیٰ کے قول،

”فَالْعَدَّةُ بِزَوَاتِ اَنْفُسَا“ کے تحت لکھتے ہیں کہ ملائکہ اور ارواح صالحین کا مسکن اعلیٰ اگرچہ علیین ہوتا ہے مگر ارواح صالحین اپنی قبر کے ساتھ بھی کامل تعلق رکھتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے نبوی علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس میں دیگر انبیاء کے ساتھ ان سے بھی ملاقات فرمائی اور چھٹے آسمان پر مکالمہ ہوا حالانکہ واقعہ معراج آنکھ جھپکنے کی دیر میں ہوا۔ حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ ”مومنوں کی روحمیں علیین میں اور کافروں کی روحمیں جحیم میں ہوتی ہیں مگر ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اس کو تصرف کی بھی اجازت ہوتی ہے۔“

(شرح المصنوع ص ۱۷۲)

۷۔ مصیبت میں ”یَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْزُوْنِی“ کہنے کا ارشاد:

اسی بناء پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر صحرائیں تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ اور کوئی یار و مددگار نظر نہ آتا ہو تو تین مرتبہ یوں کہو ”یَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْزُوْنِی“ (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) اس ارشاد میں عباد اللہ کا لفظ عام ہے۔ اس میں رجال الغیب، فرشتے اور ارواح صلحاء شامل ہیں۔ اصحاب مشاہدہ اور علماء راہبین نے بار بار اس کا تجربہ کیا اور اس کو صحیح پایا۔ (حصن حصین ص ۱۰۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب روح جسمانی بندشوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو اپنے مزاج اصلی کی طرف رجوع کرتی ہے اور ملائکہ میں شامل ہو کر ان کے کاموں میں شریک ہو جاتی ہے۔ ملائکہ کا اکثر کام اعلاء کلمۃ اللہ اور ہندگان خدا کی مددگاری ہوتا ہے۔

(حجت اللہ الباقی ص ۳۴)

ان دلائل سے ارواح مقدسہ کی حیۃ وادراک، شعور و علم اور سیر و تصرف کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ لہذا اب ہم آئندہ سطور میں انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد کا مسئلہ بیان کرتے ہیں۔

باب (۲)

توسل و استمداد

1۔ اولیاء انبیاء محض واسطہ اور وسیلہ ہیں:

انبیاء اور اولیاء جس طرح زندگی میں خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہوتے ہیں اور لوگ ان کے وسیلہ و شفاعت سے دینی و دنیاوی مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں اسی طرح عالم برزخ میں بھی عون الہی کے مظہر ہوتے ہیں۔ ان کے فیوض و برکات اور وسیلہ و شفاعت سے مشکلات حل ہوتی ہیں اور حاجات پوری ہوتی ہیں۔ قاضی الحاجات ہر حال میں صرف وحدہ لا شریک کی ذات ہے۔ ارواح مقدسہ تو محض وسیلہ و واسطہ ہیں جیسا ظاہری حیات میں تھیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس سے حالت حیات میں استمداد کیا جاسکتا ہے۔ وصال کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔ طالبان حقیقت اور سالکان طریقت اپنے پیروں سے اور وصال کے بعد ان کی

روحوں سے تقرب الی اللہ کے لئے مدد مانگتے ہیں اور تقرب الی اللہ بزرگوں کی زندگی میں بھی ان کی روحوں کی مدد سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ جسمانی طاقت سے اسی طرح مرنے کے بعد بھی روح برقرار بلکہ پہلے سے زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔

۲۔ عوام کے استمداد کا طریقہ قابل اصلاح ہے:

باقی رہا عوام الناس کے استغاثہ و استمداد کا طریقہ تو وہ ضرور قابل اصلاح ہے کیونکہ لوگ استمداد میں اس حد تک افراط کر دیتے ہیں کہ ان سے بعض ملحدانہ و مشرکانہ حرکات سرزد ہو جاتی ہیں۔ علماء پر ان کی اصلاح و رہنمائی لازم ہے نہ کہ مطلقاً زیارت قبور کو شرک سمجھیں اور بالکل اس سے منع ہی کر دیں مثلاً اگر کوئی نابینا مسجد میں آ کر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو آنکھ والوں پر لازم ہے کہ اس کو رد قبلہ ہونے کی ہدایت کر دیں نہ یہ کہ مسجد کو گرا دیں یا اس کو نماز سے ہی منع کر دیں۔

۳۔ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ:

صحیح اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ تو کوئی زندہ مستقل حاجت روا ہے اور نہ ہی کوئی مردہ۔ اگر کوئی دوا کو حقیقتہً مفید و نقصان دہ سمجھتا ہے یا کسی حکیم کو اصلی شفاء دینے والا، یا کسی بادشاہ کو مستقل رزاق یا کسی بزرگ کو ذاتی طور پر قاضی الحاجات سمجھتا ہے تو یہ شخص ایسا ہی ملحد و مشرک ہے جیسا کہ میت کو قاضی الحاجات اصلی سمجھنے والا۔ اگر کوئی شخص ہر معاملے کا فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ وعدہ ل شریک کو جانتا ہے مگر دوا کو نفع و ضرر کا سبب، حکماء کو ذرائع صحت امراء و سلاطین کو حصول رزق کا ذریعہ، انبیاء و اولیاء کو ان کی ظاہری زندگی میں اور ان کی روحوں کو وصال کے بعد مشکلات

کے حل اور حاجات کی برآری کا وسیلہ سمجھتا ہے تو ایسا شخص راسخ الاعتقاد مومن ہے۔

4۔ اس حدیث میں توسل استمداد استغاثہ اور شفاعت

کا ثبوت موجود ہے، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ:

غلامہ جزری اپنی کتاب حصن حصین میں آداب دعا کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو وسیلہ بنانے اور توسل و استمداد کے بارے میں بہترین دلیل نابینا صحابی دالی حدیث ہے۔ اس میں توسل، استمداد، استغاثہ اور شفاعت کا ثبوت موجود ہے۔ حدیث یہ ہے کہ ایک نابینا نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بینائی کے لئے دعا مانگنے کی درخواست کی تو حضور علیہ السلام نے اس کو یہ دعا مانگنے کا ارشاد فرمایا۔ (متن حدیث)

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ
وَاَتُوَجِّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ
مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ
يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ اَتُوَجِّهُ بِكَ
اِلَى رَبِّىْ فِىْ حَاجَتِىْ هَذِهِ
لِنَقْضِ لِىْ اَللّٰهُمَّ فَسْقِعْهُ
رَبِّىْ -

(کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو کہ نبی رحمت ہیں۔ یا محمد میں آپ کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی اس حاجت کے بارے میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ پوری ہو جائے اے اللہ انہیں میرا شفیع بنادے۔)

ترندی نے اس کو روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ نسائی و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔ حاکم نے مستدرک میں اس کی شرط شخین پر تصحیح کی۔ بیہقی نے دلائل میں اور ابن حجر نے جو ہر منظم کی کتاب ”الدعوات“ میں اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ اور یہ اضافہ کیا کہ فقہاء و قد ابصر یعنی وہ کھڑا ہوا تو بینائی حاصل ہو چکی تھی۔

(حسن حصین ص ۲۵، شفاء السقام از سبکی ص ۱۲۲)

صحابہ کرام حاجت مندوں کے لئے اس دعا کو معمول بتاتے تھے اگر بقول بعض محدثین کے۔ یہ دعا وقت مخصوص کے ساتھ ہی خاص ہوتی تو صحابہ اس پر عمل نہ کرتے ملاحظہ ہو واقعہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا کہ ایک شخص کو خلافت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک حاجت درپیش تھی مگر حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے اس نے اس کی شکایت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کی تو انہوں نے دعائے اُمّی کی نشاندہی کی۔ فقط اس دعا کو پڑھنے سے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور وہ شخص اس دعا کی برکت سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ طبرانی نے اپنی ”معجم کبیر“ کی پچاسویں جزو پر زیر ترجمہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتبر اسناد کے ساتھ چند طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس کو ثابت کیا۔ ”شفاء السقام“ اور معجم صغیر میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ (شفاء السقام اور مطبوعہ حیدر آباد دکن ص ۱۲۵ اور معجم صغیر مطبوعہ مصر ص ۱۰۳) محدثین اس حدیث کے لئے یوں باب قائم کرتے ہیں کہ ”یہ باب اس شخص کے بارے میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ یا اس کی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ حاجت ہو“ صاحب حصین یوں فرماتے ہیں جس کو کوئی حاجت ہو تو اچھے طریقے سے وضو کر کے دو رکعتیں نماز پڑھے پھر یہی دعا پڑھے۔ ملا علی قاری اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ خواہ یہ ضرورت بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف مجبور کرے یا مخلوق میں سے کسی کی طرف۔

۵۔ گنہگار کی دعا اگر بارگاہ نبوی میں بھی قبول نہ ہوتی تو پھر کس جگہ قبول ہوتی؟

حسن حصین کے ص ۲۴ پر ہے کہ اگر نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک پر دعا قبول نہیں کی جاتی ہے تو پھر کس جگہ پر قبول ہوتی؟ حسن حصین مطبوعہ مصر کے صفحہ ۸۵ پر اس کے تحت لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبریں قبولیت دعا کے لئے

مغرب ہیں۔ علامہ ابن عبد البر "الاستیعاب جلد دوم ص ۴۲۸" پر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ خلافت فاروقی کے عہد میں مدینہ طیبہ میں قحط پڑ گیا۔ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کے روضہ انور پر حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے حال پر نظر کرم فرمائیں تو اس شخص کو نبی پاک ﷺ نے خواب میں بارش کی خوشخبری دی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الانصاب جلد نمبر ۶ صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ مصر" پر اس قصہ کے لئے ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ شیخ مہمانی رحمۃ اللہ علیہ "دعوت الحق صفحہ ۷۷" مطبوعہ مصر پر فرماتے ہیں کہ اس کو نبی اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرون ثلاثہ (جن کی خبر کی گواہی حضور علیہ السلام نے دی ہے) اس دور میں تو سل و استمداد کا ثبوت کثرت سے ملتا ہے۔ اور ان کا یہ تو سل و استمداد حضور پر نور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور صالحین امت سے تو سل بھی قرون سابقہ میں معمول رہا۔

۶۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے

تو سل سے بارش کی طلب کی جاتی ہے!

چوتھی صدی کے امام المحدثین علامہ ابن عبد البر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ آپ کی قبر فیصل قسطنطنیہ کے قریب ہے آج تک اس کی عظمت مشہور و معروف ہے۔ لوگ وہاں آ کر بارش طلب کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے (۱۱ استیعاب جلد اول ص ۱۵۶) علامہ "ابن الاثیر اسد الغاۃ" میں لکھتے ہیں کہ ان کی قبر کے ذریعے بارش کی طلب کی جاتی ہے (اسد الغاۃ جلد ۲ صفحہ ۹۰ مطبوعہ

مصر) مؤلف رسالہ کہتا ہے چوتھی صدی ہجری میں جب قسطنطنیہ انصاری کے قبضے میں تھا تو لوگ اسلام کے ساتھ عداوت کے باوجود حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کو معظم و محترم سمجھتے تھے اور اس کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ، ان کی حاجت روائی فرما دیتا تھا۔ مگر افسوس ان اسلام کا دعویٰ کرنے والے بھند یوں پر کہ اکابر صحابہ کرام، اہل بیت عظام، امہات المؤمنین علیہم الرضوان اور اولیاء امت کے مزارات کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور اصول اسلام کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتے۔

۷۔ امام موسیٰ کاظم کی قبر قبول دعا کے لئے

تریق مجرب ہے!

اشعۃ اللمعات وغیرہ کتب میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک دعا کی قبولیت کیلئے آزمایا ہوا تریق ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر وہابیہ کو بہت تعجب ہے کہ اتنا بڑا امام یہ کیسے کہہ سکتا ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود صلحاء کی قبور خصوصاً مزار امام اعظم رضی اللہ عنہ سے تو سل فرماتے تھے چنانچہ علامہ عز الدین بن جماعہ محدث نے اپنی کتاب "انس المہاجرہ" اور یونہی امام موفق بن احمد کی نے "مناقب امام ابو حنیفہ ص ۱۹۹" پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

۸۔ امام شافعی کا بوقت مشکل امام ابوحنیفہ کی قبر پر دعائے مانگنا:

سفیری (شارح بعض مجالس اخادیت بخاری) نے عزالدین بن جماعہ محدث کے حوالے سے حضرت علی بن میمون کی روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ جب کبھی کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی کا سوال کرتا ہوں تو میری مراد جلد ہی پوری ہو جاتی ہے۔

(ملح الاحوال سیدنا ابوالقاسم ص ۸۳ مطبوعہ بمبئی)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (خیرات الحسان ص ۶۹ مطبوعہ مصر) میں فرماتے ہیں کہ علماء اور ارباب حاجات ہمیشہ ہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر آ کر قضاء حاجات و حصول مقاصد میں توسل کیا کرتے تھے جن میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں۔ جب آپ بغداد میں تھے تو آپ کی قبر پر آئے اور فرمایا کہ میں یہاں سے برکت حاصل کرتا ہوں۔

۹۔ معروف کرنی علیہ الرحمۃ کی قبر حصول شفاء کے لئے تریاق مجرب ہے:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "صفوة الصفوة" میں امام ابراہیم

حرانی تلمیذ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ معروف کرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر تریاق مجرب ہے اور تمام اکابر بغداد میں حضرت معروف کرنی کے بارے میں یہ خبر مشہور و معروف ہے۔ امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ جو کہ تیسری اور چوتھی صدی کے مشہور محدثین و صوفیاء میں سے ہیں (رسالہ قشیریہ ص ۱۱ مطبوعہ مصر) فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے مستجاب الدعوات مشائخ بھی حضرت معروف کرنی کے مزار پر آ کر شفاء حاصل کرتے تھے۔ اور اہل بغداد کہتے ہیں کہ معروف کرنی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ اسی طرح علامہ ابن خلکان نے بھی "وضیات الاعیان" جلد دوم ص ۱۳۶ پر لکھا ہے۔

۱۰۔ امام المحدثین ابوبکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا

حضرت علی رضا رحمۃ اللہ کی قبر پر گریہ اور دعائے مانگنا:

امام ابوبکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (جو بقول امام سبکی مجتہد مطلق اور بحر مोजزن ہیں) اپنی کتاب "طبقات کبریٰ جلد ۲ ص ۱۳۰" اور امام ذہبی جن کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ "تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۸۶" پر لکھتے ہیں کہ جب یہ اکابرین امام خراسان سیدنا حضرت علی بن موسیٰ الرضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی قبر پر زیارت کے لئے آتے تو نہایت ہی عجز و انکسار کا مظاہرہ کرتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ، "المتنذیب" جلد ۷ ص ۳۳۸ پر حاکم حوالے سے ابوبکر محمد بن مؤمل بن حسن بن عیسیٰ رحمہم اللہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد امام المحدثین ابوبکر بن خزیمہ رحمہم اللہ کے ساتھ نکلے جب کہ ابوبعلی ثقفی رحمۃ اللہ بھی مشائخ کی ایک جماعت کی معیت میں

شریک سفر تھے اور یہ تمام حضرات طوس (مشہد) میں حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری کے لئے جا رہے تھے۔ چنانچہ اس مقدس مقام کا امام ابو بکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قدر احترام کیا اور اتنی عاجزی و انکساری اور گریہ و زاری کی کہ ہم حیران رہ گئے۔

مشہور محدث ابو حاتم ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ ”کتاب الثقات“ میں امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ طوس (مشہد) میں قیام کے دوران مجھے کوئی ایسی پریشانی و شدت لاحق نہیں ہوئی جو امام علی رضا کی قبر پر آ کر دعا مانگنے کے بعد دور نہ ہوئی ہو اور میری دعا کو شرف قبولیت حاصل نہ ہوا ہو۔ میں نے اس کا متعدد دفعہ تجربہ کیا ہے (منقول از نسخہ قدیمیہ قلمیہ)

نوٹ:

اس طرح کی بے شمار معتبر روایات قرون اولیٰ سے لے کر آج تک کی اسلامی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو کہ بطور تواتر منقول ہیں کہ اکابر علماء و صلحاء ہمیشہ اولیاء اللہ کی قبور پر آتے اور ان کا احترام کرتے تھے۔ اگر ان تمام روایات کو نقل کیا جائے تو ایک عظیمہ کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر اہل انصاف کے لئے یہ کافی ہے اور بے انصاف کے لئے تو وفاتر کثیر بھی زیادہ گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔

باب (۳)

منکرین سماع منوثی کے استدلال کا بطلان

لہذا اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ منکرین سماع منوثی (۱) اس آیت کریمہ سے استدلال پکڑتے ہیں۔

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ
بے شک تم مردوں کو نہیں سنا
سکتے۔

پ ۲۰ سورۃ النمل

آیت ۸۰

اور آیت کریمہ

وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ
اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو
قبروں میں پڑے ہیں۔

پ ۲۲ سورۃ فاطر

آیت ۲۲

۳۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول جس میں قلیب بدر کے مردوں کی سماع کا انکار ہے۔

۳۔ اور حلف کے باب میں فقہاء کا قول کہ اگر کوئی کسی کو کہے کہ میں تیرے ساتھ بات نہیں کروں گا تو مرنے کے بعد بات کرنے سے حاش نہیں ہوگا۔ یہی تین امور ہیں جن سے منکرین استدلال کرتے ہیں۔

جواب (۱) کفار کو ”زندہ درگور“ سے تشبیہ دی گئی ہے، لہذا تم ان کو سنا نہیں سکتے (یعنی ہدایت نہیں دے سکتے مگر جس کو خدا چاہے)

موقف رسالہ کہتا ہے کہ یہ تمام امور درست ہیں نہ آیت قرآنیہ غلط ہیں، نہ قول صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ ہی قول فقہاء۔ لیکن خدا کے لئے اب کچھ دلائل سماع کے قائلین کے بھی توجہ سے من لیجئے۔ وہ یہ ہیں کہ آیات قرآنیہ سے سماع کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں آیا کہ،
 اِنَّ الْاَمْوَآت لَا يَسْمَعُوْنَ
 ”مردے نہیں سنتے“

تاکہ اس سے منکرین کا استدلال صحیح ہوتا اور قرآن پاک کی ان آیات شریفہ میں جو، اموات کا لفظ آیا اس سے حقیقتاً مردے مراد نہیں بلکہ مجازاً کفار مراد ہیں اور یہ تشبیہ مردوں کو کفار کے ساتھ عدم اجابت میں دی گئی ہے نہ کہ عدم سماع میں کیونکہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کفار بہرے نہیں تھے۔ ان کی سننے کی قوت زائل نہیں ہوگئی تھی بلکہ وہ سنتے تھے مگر ماننے نہیں تھے۔ اور قرآن مجید کی آیت مبارک میں ہے۔

صَمُّكُمْ عُمْمٌ
 (کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں)
 ب ۱ سورۃ بقرہ آیت ۱۸

کسی اہل علم نے یہ نہیں کہا کہ کفار حقیقتاً بہرے، گونگے اور اندھے تھے۔ موقف رسالہ غنی عنہ کہتا ہے کہ لغت عرب میں لفظ سمع اجابت یعنی قبول کرنے کی معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے جیسا ”سمع الله لمن حمده“ (اللہ تعالیٰ اس کی بات سنتا ہے جو اس کی حمد کرے) یہاں مراد مطلقاً سنا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سنتا ہے چاہے حمد کرے یا نہ کرے بلکہ اس کا معنی اجابت ہے یعنی اللہ تعالیٰ حمد کرنے والوں کی حمد قبول فرماتا ہے۔ ایسے ہی ہر زبان میں سنا قبول کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کوئی کسی کی نصیحت کو قبول نہ کرے تو یہ کہا جاتا ہے کہ تجھے سودفہ کہا ہے مگر تو سنتا ہی نہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

دوش آں نامہربان احوال ما پر سید و رفت
 صد سخن گفتم واز ما یک سخن نشید و رفت

(گزشتہ شب اس نامہربان (معشوق) نے ہمارے حالات دریافت کئے اور چلا گیا سو مرتبہ کہا مگر اس نے ایک نہ سنی اور چلا گیا) اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ معشوق بہرہ ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ لَا تَسْمِعُ اور مَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ میں لفظ مُسْمِعٌ دونوں باب افعال سے ہیں تو معنی یہ ہوا کہ آپ سنا نہیں سکتے یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ مردے سن نہیں سکتے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کو نہیں سنا سکتا۔ نیز آیت

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ
أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي
مَنْ يَشَاءُ
(بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی
طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں
اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے
چاہے)

اسی قبیلہ سے ہے۔

جواب (۲) ایک صحابی کا قول نص قرآن اور دیگر صحابہ
کے قول کے مقابلہ میں حجت نہیں بن سکتا:

باقی رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استدلال تو اس کا جواب یہ
ہے کہ ایک صحابی کا قول نص قرآن اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قول کے مقابلہ
میں دلیل و حجت نہیں بن سکتا حضرت عمر اور دوسرے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ
بدر کے موقع پر موجود تھے ان سے مردوں کو خطاب کرنا بھی ثابت ہے اور انہوں نے
سماع موتی کو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے تسلیم کیا تو پھر حضرت صدیقہ
رضی اللہ عنہا کے استدلال سے کس طرح ان اکابر کے قول و فعل کو لغو (یعنی غلط) قرار
دیا جاسکتا ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی کو مرنے کے بعد
خطاب کرنا ان کے قول مذکور سے رجوع کرنے پر صراحت دلائی کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں احادیث صحاح سے بھی سماع موتی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قصہ
بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ تم مردوں سے زیادہ
نہیں سنتے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ مردہ زائر کے جوتوں کی آواز سنتا ہے دوسری

روایت میں ہے کہ مردہ سلام سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔

جواب (۳) مقتدایان و ہابیہ سماع موتی کے قائل ہیں،

دہابیوں کے پیشوا ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد البر اور قاضی شوکانی وغیرہ
سب ان احادیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے سماع موتی کے قائل ہو گئے۔ دیکھئے ”صارم
منکی“ اور ”کتاب الروح از ابن قیم ص ۷۱“۔ مگر عجیب حالت ہے غیر مقلدوں کی کہ
ان پیشواؤں کو شیخ الاسلام وغیرہ کے القاب دیتے ہیں۔ ان کی باتوں کو نص قطعی کی
مانند جانتے ہیں۔ لیکن بعض عقائد حقہ میں جب وہ ان کے خیالات کے خلاف ہوتے
ہیں تو ان کی بات کو جو برابر نہیں سمجھتے۔

کتب حنفیہ کی بعض ضعیف روایات کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں، مگر
أَنْتُمْ كَوْنُ أَقُولِ لِي بِحَبِيرِ
(حضور کی حدیث کے مقابلے
میں میرے قول کو چھوڑ دو)
جیسے اقوال کو وقعت نہیں دیتے۔

احادیث صحاح کی بعید از انصاف، لایعنی تاویل میں کرتے ہوئے کہتے ہیں
کہ یہ خصوصیات ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن خصوصیت کی بات تو اس وقت سمجھ میں آتی ہے
جب حضور علیہ السلام اپنی امت کو خطاب اموات کا حکم نہ دیتے حالانکہ حضور علیہ السلام
نے السلام علیکم اہل الدیار کہنے کا حکم تمام امت کو دیا تو پھر خصوصیت کا معنی کہاں سے
سمجھا گیا۔

جواب (۴) اہل ممات کا سننا حیات کے معمول

جیسا نہیں ہے:

اس مقام پر حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تقریر فرمائی جس کو یہاں ذکر کر دینا لطف سے خالی نہ ہوگا۔ خلاصہ تقریر یہ ہے کہ جب آواز ہوا کے حنج سے کان کے سوارخ کے راستے دماغ تک پہنچتی ہے تو اس سے قوت سامعہ میں ایک حس پیدا ہو جاتی ہے جس کو سامع کہا جاتا ہے۔ یہ سامع مردوں میں مفقود ہوتی ہے۔ کیونکہ جب موت سے حیات ختم ہوتی ہے تو قوائی خمسہ، سمع، بصر، ذوق، لمس اور شرم یعنی سننا، دیکھنا، چکھنا، چھونا اور سونگھنا بھی معطل ہو جاتی ہیں، تو بلاشبہ مردے اس سمع سے جو معمول حیات ہے نہیں سنتے۔ لہذا آیت کریمہ انک لا تسمع الموتی بجائے خود بلاتا دلیل صحیح ہے اور انکار صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے مقام پر درست ہے۔ اسی طرح احکام فقہ بھی بجا ہیں۔ مگر ادراک و شعور تو چیز ہی علیحدہ ہے جو کہ روح کا خاصہ ہے چونکہ روح فانی نہیں لہذا اس کے ادراک و شعور کو بھی فنا نہیں بلکہ وہ حیات کی بنسبت اور تیز ہو جاتا ہے لہذا جہاں کہیں بھی احادیث شریفہ میں مردوں کی سمع کا اثبات ہے وہاں سے مراد ادراک و شعور ہے اور حلقہ قسم کے باب میں فقہاء کا انکار سمع موتی بنا بر عرف (یعنی ظاہری سننے) کے ہے۔ چنانچہ نفی سمع سے نفی ادراک و شعور لازم نہیں آتی۔

۵۔ تتمہء استمداد (وسیلہ لینے سے منع کرنا دین میں دھوکہ

دہی کے مترادف ہے۔)

شیخ الاسلام علامہ حموی حنفی "نجات القرب" میں تحریر فرماتے ہیں جو شخص انقطاع کرامات کے قول کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرے وہ غلطی میں مبتلا اور راہ ہدایت سے بہکا ہوا ہے کیونکہ بسبب موت کے کرامات کے منقطع ہو جانے کا قول نہ صرف یہ کہ کتب احناف میں اصولاً اور فرداً ثابت نہیں بلکہ مذاہب ثلاثہ کی کتابوں میں بھی یہ بات نہیں مل سکتی۔

(نجات القرب ص ۲۱۶) شفاء السقام اور اسی کتاب "نجات القرب" کے

صفحہ ۲۱۸ پر مرقوم ہے کہ۔

اولیاء اللہ کا تصرف موت سے قبل ہو یا بعد، اللہ تعالیٰ کے اذن و ارادہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا خلق و ایجاد میں کوئی شریک نہیں، نہ ہی لوگ اولیاء سے سوال کرتے وقت اس چیز کا ارادہ کرتے ہیں کہ یہ خالق، موجد یا افعال میں مستقل ہیں کیونکہ اس کا ارادہ تو کوئی عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ خواص اس میں مبتلا ہوں۔ لہذا اکلام اس معنی پر محمول کر کے لوگوں کو اس سے منع کرنا دین میں دھوکہ دہی کے مترادف ہے۔

فرمائیں کہ ایک فعل کو حقیقۃً اللہ تعالیٰ جل شانہ و عزیر ہانہ کی ذات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور پھر اسی فعل کو بطور استعارہ و مجاز بندوں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ حاکم ہے لیکن مجازاً

حضور علیہ السلام حاکم ہیں:

ہر کوئی جانتا ہے کہ حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور آیت کریمہ

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (حکم نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا)

پ ۱ سورۃ انعام

آیت ۵۷

اس میں نفی کے بعد اثبات اس کی تخصیص کر رہا ہے مگر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(تو اے محبوب تمہارے رب کی

قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب

تک اپنے آپس کے جھگڑے میں

تمہیں حاکم نہ بنائیں۔)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ

يُحْكَمُوا بَيْنَهُمَا شِجْرًا

يَبَيِّنُهُمْ پ ۵ سورۃ النساء

آیت ۶۵

باب (۴)

مسئلہ حقیقت و مجاز

۱۔ وہابی اور نجدی معنی مجازی کو تسلیم نہیں کرتے:

وہابی اور نجدی معنی مجازی استعارہ کو قبول نہیں کرتے اگر کوئی کسی فعل کی نسبت مجازاً بھی کسی کی طرف کر دے تو فوراً اس پر کفر و شرک کا حکم جاری کر دیتے ہیں، جو آیات قرآنیہ کفار اور ان کے معبودان باطلہ کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کر کے مشرک قرار دیتے ہیں حالانکہ کفار اپنے معبودوں کو تصرف میں مستقل جان کر ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے تھے جبکہ کوئی مسلمان اگر چہ وہ عام ہی ہو کسی بزرگ کو معبود اور متصرف بالاستقلال نہیں سمجھتا بلکہ بزرگان دین کی روحوں کو قبل از موت اور بعد از موت محض بارگاہ خداوندی تک رسائی کا وسیلہ بناتا ہے۔

اب مسئلہ حقیقت و مجاز کی وضاحت آیات قرآنیہ کی روشنی میں ملاحظہ

۳۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ روح قبض کرتا ہے مگر مجازاً ملک الموت روح قبض کرتا ہے:

ہر کوئی جانتا ہے کہ زندگی و موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے چنانچہ ارشاد ہوتا

ہے۔

ہُوَ يَحْيِي وَيُمِيتُ
وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

پ ۱۱ سورۃ یونس

آیت ۵۶

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا
(اللہ تعالیٰ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت)

پ ۲۳ سورۃ الزمر

آیت ۴۲

پھر مجازاً اسی فعل کو ملک الموت کی طرف منسوب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا

ہے۔

قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي نُكَلِّمُكُمْ
(تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے)

پ ۲۱ سورۃ البقرہ

سورۃ البقرہ

آیت ۱۱

۴۔ شفاء دینے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے

اور حضرت عیسیٰ سے مجازی:

مرض و شفاء اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو دکھایا بیان فرمایا جا رہا ہے۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ
(اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے)

پ ۱۹ سورۃ شعراء

آیت ۸۰

مگر مجازاً اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَأَبْرَأُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ
(اور میں شفاء دیتا ہوں مادرِ زانو اندھے اور برص والے کو اور میں

مردہ کو زندہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے)

پ ۳ سورۃ آل عمران

آیت ۳۹

۵۔ اولاد دینے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے

اور حضرت جبرائیل سے مجازی:

اولاد دینے والا حقیقتہً اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں۔

لَا هَبَ لَكَ غَلَاظَ كَيْفًا (کہ میں تجھے پاک باز بنادوں)

پ ۱۶ سورۃ مریم

آیت ۱۹

۶۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مجازاً

حضور علیہ السلام مالک ہیں:

مولائے حقیقی اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ قرآن میں ہے

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا (اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے)

پ ۳ سورۃ البقرہ

آیت ۲۵

اسی حکم کو مجازاً بندوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (تمہارے دوست نہیں مگر اللہ

پ ۲ سورۃ المائدہ

آیت ۵۵

اور یونہی

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ

نہی مسلمانوں کا ان کی جان سے

أَنْفُسِهِمْ

پ ۲۱ سورۃ الاحزاب

آیت ۶

۷۔ معاون حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور مجازاً ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہے:

اسی طرح معاون حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے مگر مجازی طور پر بندوں کو ارشاد فرمایا۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ (اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو)

پ ۲ سورۃ المائدہ

آیت ۲

بلکہ نیک عمل سے استعانت بھی قرآن پاک میں مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (صبر اور نماز سے مدد چاہو)

پ ۱ سورۃ بقرہ۔ آیت ۳۵

۸۔ عبد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقی ہے اور مخلوق سے مجازی

دین کے ذاکو اگر لفظ عبد کی نسبت غیر کی طرف بن لیں تو بے دریغ مشرک کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ عبد الہی اور عبد الرسول وغیرہ ناموں سے انتہائی بیزار ہیں۔ حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَأَنْتُمْ كَحُوا الْآيَاتِ بِسُكُوتِكُمْ
وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ
وَأَيُّكُمْ

(اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا
جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق
بندوں اور کنیزوں کا)

پ ۱۸ سورۃ نور آیت ۳۲

اس آیت مقدسہ سے صراحتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبد کی نسبت غیر کی طرف کر
دینا جائز ہے۔

۹۔ حقیقی رب اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً غیر اللہ کو بھی رب کہا
گیا ہے:

اسی طرح حقیقی رب تو پروردگار عالم ہے مگر مجازاً غیر کو بھی رب کہنا جائز ہے
جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ
پ ۲ سورۃ یوسف
آیت ۳۲

”اپنے رب کے پاس میرا ذکر
کرنا“

اور حدیث شریف میں آتا ہے۔

قُلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا

(اونڈی اپنے مالک کو بتے گی)

مذہب یہاں آیت میں بادشاہ کو رب اور حدیث میں مالک کو رب کہا گیا ہے۔

۱۰۔ فریادرس اللہ تعالیٰ ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے مجازاً مدد مانگی گئی ہے :

مستغاث حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً غیر سے بھی استغاثہ جائز ہے
جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

فَاسْتَعَاذَ الَّذِي مِنْ شُرَيْعَتِهِ
عَلَى الَّذِي مِنْ عُدُوِّهِ
پ ۳ سورۃ قصص
آیت ۱۵

(تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس
نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو
اسکے دشمنوں سے تھا)

حدیث شفاعت میں ہے کہ لوگ آدم علیہ السلام سے مدد مانگیں گے۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چلا کر یا محمد ﷺ کہنا:

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”ادب المفرد“ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جو کہ حضرت عبدالرحمن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا تو کسی نے ان سے کہا کہ جو آپ کو تمام لوگوں سے محبوب ہے اس کو یاد کرو۔ تو انھوں نے یوں کہا۔

یا محمد ﷺ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے چلا کر کہا۔ یا محمد اہ، اگر غائب کو نداء جائز نہ ہوتی تو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کبھی بھی یوں نہ کرتے۔

۳۔ نماز میں السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھنا:

علاوہ ازیں زمانہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آج تک تمام مسلمان نماز پنجگانہ میں،

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ (اے نبی تجھ پر سلام)

کہتے چلے آ رہے ہیں۔ غائب کو نداء دینا تو تمام اہل اسلام کا معمول ہوا، اور خود غیر مقلدین بھی ”الحمیات“ میں یہی الفاظ پڑھتے ہیں مگر اس کے باوجود پکارمُؤَلَّ اللہ کہنے والوں کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔

باب ————— (۵)

نداء غائب کی تصریح

۱۔ بوقت ضرورت :

يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيزُونِي کہنا!

حسن حسین میں ایک حدیث حسن مذکور ہے کہ جب کوئی مدد کا ارادہ کرے تو یوں کہے۔

يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيزُونِي	(اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو)
يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيزُونِي	(اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو)
يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيزُونِي	(اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو)

اس حدیث میں لفظ یا کے ساتھ نداء غائب اور استمداد کی تصریح موجود ہے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝ اسورة كهف آیت نمبر ۵

(کتاب بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے، نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔)

۴۔ نجدی اہل حرمین کو خصوصاً اور تمام امت مسلمہ کو عموماً مشرک جانتے ہیں،

نجدی اہل حرمین کو خصوصاً اور تمام امت مرحومہ کو عموماً مشرک جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کے مال کو لوٹ لینا ان کے نزدیک جائز ہے۔

حرمین کے مسلمانوں کو شیطان کا پجاری کہتے ہیں۔ حالانکہ اہل حرمین کی شان میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کی جائے گی۔ دوسری حدیث میں اہل حجاز کو ایمان کی بشارت دی گئی جب کہ سنگدلی و جفا کے بارے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ وہ اہل مشرق میں ہوگی۔ اور نجد بھی حجاز کے مشرق میں ہے۔

الفاظ حدیث یہ ہیں۔

غَضُطُ الْقُلُوبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْإِيمَانُ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ

سنگدلی و جفا، مشرق میں اور ایمان اہل حجاز میں ہے (صحیح مسلم شریف)

۵۔ وہابی مزار نبوی ﷺ کو صنم اکبر قرار دیتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ میرے بعد لوگ اس کی پوجا کریں اور یقیناً یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے مگر وہابی نجدی مزار نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو صنم اکبر قرار دے کر اس کو گرانے کی کوشش میں ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام کی کس قدر گستاخی و بے ادبی ہے!!

اقوال کا نام نہیں بلکہ مسائل کی جزئیات میں علماء متاخرین کی تنقیدات بھی مذہب حنفی میں داخل ہیں مولانا عبدالحی اپنی کتاب (سعی مشکور ص ۱۶۶) میں فرماتے ہیں کہ تمام جزئیات و فروع میں ائمہ کرام کی تصریح ضروری نہیں۔ کیونکہ حوادث امت کے اختلاف کے اعتبار سے روز بروز علوم بڑھتے رہتے ہیں لہذا جس مسئلہ کے خلاف ائمہ کرام علیہم الرحمۃ کی تصریح موجود نہ ہو اس کے جواز کا ہی حکم کیا جائے گا۔

۲۔ قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل احادیث کرتی ہیں:

مولف رسالہ عقائد اللہ عنہ کہتا ہے کہ ادلہ قطعیہ میں سلسلہ اجمال و تفصیل موجود ہے قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل احادیث رسول ﷺ کرتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اجمالاً ارشاد ہوا ہے۔

أَقِمُوا الصَّلَاةَ (نماز قائم کرو)

پ اسورۃ بقرہ آیت ۴۳

اس کی تفصیل حدیث میں آئی کہ فجر میں دو ظہر میں ۴ رکعت فرض ہیں۔ غلیٰ ہذا القیاس، اور قرآن مجید سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کا نص قطعی ہونا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا أَنَا كُمْ الرَّسُولُ
فَحُدُّوهُ وَمَا نَهَا كُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوا۔

(جو کچھ رسول ﷺ عطا فرمائیں وہ ادا اور جس سے منع فرمائیں باز رہو)

پ ۲۸ سورۃ الحشر

آیت ۵۷

باب (۶)

اجمال اور اس کی تفصیل

۱۔ تمام جزئیات میں ائمہ کی تصریح ضروری نہیں ہے :

فائدہ:

نجدی پرستوں کی یہ عادت ہے کہ جب اپنی تردید میں پیش کی جانے والی آیات و احادیث کا جواب نہ بن پائے تو کہتے ہیں اپنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے دلیل پیش کرو۔ سماع موثق استمداد عرس اور میلاد شریف و بوسہ قبر پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرو یہ نہایت ہی بے بنیاد اور عامیانه بات ہے کیونکہ معتقدین مذاہب اربعہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر جزئیہ میں قول امام تلاش کرنا اصول مذہب کے خلاف ہے۔ امتداد زمانہ کے سبب سے روز بروز نئے نئے مسائل فقہیہ پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا حکم علماء وقت قواعد و اصول مذہب کی روشنی میں بیان کر دیتے ہیں۔ مذہب حنفی محض امام اعظم، امام ابو یوسف، امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے

۳۔ احادیث کے اجمال کی تفصیل صحابہ و تابعین کے اقوال سے ہوتی ہے :

پھر بعض احادیث میں اجمال تھا جس کی تفصیل صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال سے ہوتی ہے اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال کا نص قطعی کی مانند ہوتا مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کا اتباع لازم ہے۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے پھر ان کا زمانہ جو اس سے ملے ہوئے ہیں پھر ان کا جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

۴۔ صحابہ و تابعین کے اقوال و اجمال کی تفصیل پھر ائمہ مذاہب اربعہ نے کی ہے :

اور پھر ائمہ مذاہب اربعہ نے حوادث زمانہ کے اختلاف کے باعث اصحاب و اتباع کے اقوال و افعال کی تفصیل کی جو کہ کتب مذاہب میں اصولاً اور فروغاً مذکور ہے اور قیاس و استنباط کے اولہ قطعیہ میں سے ہونے پر اجماع ہے قرآن پاک میں ہے۔
لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ
پ ۵ سورة النساء
لیتے ہیں جو کاوش کرتے ہیں

آیت ۸۳

۵۔ اقوال ائمہ کے اجمال کی تفصیل علماء امت نے کی ہے جو کہ صاحب استنباط ہیں :

پھر جن اقوال ائمہ میں اجمال تھا یا جن بعض جزئیات مسائل کو ائمہ مذاہب نے ذکر نہیں فرمایا۔ ان کی تفصیل علماء امت نے اپنے اپنے امام مذہب کے اصولوں کے موافق فرمائی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ یعنی انبیاء بنی اسرائیل علی نبینا وعلیہم التسلیمات اصحاب شرائع ہیں اور امت مرحومہ کے علماء صاحب فتویٰ و استنباط ہیں۔ لیکن علماء امت سے مراد وہ علماء ہیں جو وارثین انبیاء اور نفوس قدسیہ ہیں۔ نہ وہ علماء کہ جو دین فروش رہزن اسلام ہیں اور علماء امت کے اقوال بھی حجت قطعی ہیں کیونکہ یہ اصحاب مذاہب کے مقرر کردہ اصولوں کی یہی تفصیل و فرع ہیں۔ لہذا ہر جزئیہ و حادثہ میں قول امام کا مطالبہ کرنا عوام کو دھوکہ دہی ہے۔

لاحول ولا قوة الا بالله هداانا الله واياهم سواء الصراط۔

باب (۱)

وہابیہ کے نزدیک نداء غائب شرک ہے :

تیسرا امر جو اہل سنت و وہابیہ کے درمیان مابہ النزاع ہے وہ ہے نداء غائب اور سماع موتی۔ وہابیہ اور ان کے ہم مشربوں کے نزدیک منادی حاضر جان کر یا فاس کہہ کے کسی کو غائبانہ نداء کرنا شرک اکبر ہے چاہے حضرت رسول مقبول ﷺ کی روح مبارکہ کو ہی نداء کی جائے۔ غیر مقلدوں کے امام شوکانی اپنی کتاب ”دارالنفید“ میں لکھتے ہیں کہ ”قبروں کی تعظیم، اور حاجات میں اموات کو مخاطب کرنا کفر ہے، پھر (تطہیر الاعتقاد مطبوعہ فاروقی دہلی کے ص ۱۱) پر لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ معاملہ (نداء غائبانہ) کسی زندہ یا مردہ مخلوق سے کرے تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ چاہے وہ مخلوق فرشتہ یا نبی یا ولی ہو، اگرچہ اس کو اللہ تعالیٰ کے وسیلہ سے یا کسی بندہ کے ذریعہ معلوم بھی ہو جائے (منقول از سیف الامرار)

بعض وہابیہ فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر نداء یا رسول اللہ ﷺ عاشقانہ ہو یعنی منادی کے سننے کا عقیدہ نہ ہو تو جائز ہے اور اگر اس نیت سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ سننے میں تو کفر ہے۔

اصل (۳)

نداء غائب اور سماع موتی

۱۔ وہابیہ کی غائب سے کیا مراد ہے؟

کیا غائب عن النظر یا غائب عن الوجود؟

مولف کا سلف صالحین کو مشرک اور ان کے فعل کو شرک کہنے والے اس گروہ

سے یہ سوال ہے کہ غائب سے تمہاری کیا مراد ہے؟

کیا غائب النظر (جو نظر سے غائب ہو) یعنی جو تمہاری نظر سے اوجھل ہے یا

غائب الوجود یعنی معدوم جو دراصل وجود نہ رکھتا ہو۔ اگر پہلا مطلب مراد لیتے ہو تو اللہ

تبارک و تعالیٰ کو خدا کرنا بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی

آیت کریمہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ

(آنکھیں اسے احاطہ نہیں

کرسکتیں)

پ ۷ سورۃ انعام

آیت ۱۰۴

کے مطابق تمہاری نظروں سے غائب ہے۔ مخلوق اس جہان میں اللہ تعالیٰ

کے دیدار کی طاقت نہیں رکھتی۔ بلکہ وہابیہ تو بہشت میں بھی دیدار الہی کے منکر ہیں۔

(عقیدہ نمبر ۲۰ ثنائی در کتاب سیف الابرار)

اور اگر دوسرا مطلب یعنی غائب سے مراد معدوم لیتے ہو تو پھر ارواح انبیاء

علیہم السلام و اولیاء کرام علیہم الرضوان کہاں و معدوم ہیں؟ ان کی حیات، وجود، تصرف

شعور اور ادراک تو ہم گزشتہ صفحات میں علماء فریقین کے اقوال سے ثابت کر چکے ہیں۔ تفصیل کے لئے اصل سابق ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ ارواح کی قوت تصرف کا ثبوت:

اگر یہ کہو کہ ارواح کی زندگی اور ادراک و شعور کو تو ہم مانتے ہیں مگر انہیں قوت تصرف نہیں تو اس کی تردید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کر رہا ہے۔

قَالُمَدَّ بَوَاتِ اَسْمَا

پ ۳۰ سورۃ النزل غمت

آیت ۵

مفسرین کرام خصوصاً قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

ہیں کہ یہاں مدبرات سے مراد فرشتے اور ارواح صالحین ہیں۔ چنانچہ تدبیر امور جب

قرآن مجید سے ثابت ہوگئی تو تدبیر امور عین تصرف ہے۔ نیز ارواح مجردات کے

قبیلہ سے ہیں اور ان کا تصرف عالم میں اللہ تعالیٰ کے امر و اذن سے ہوتا ہے جیسا کہ

تصرفات ملائکہ یعنی فنا کرنا، موجود کرنا، زندہ کرنا اور مار دینا قرآن پاک میں مذکور

ہیں۔

۳۔ جنوں اور شیطانوں کی قوت تصرف:

بلکہ یہاں تک کہ جنوں اور شیطانوں کا عالم میں تصرف بھی ثابت ہے۔ مثلاً:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصد میں آپ کا جنوں سے خدمات بشاقہ جاصل کرنا

یوں مذکور ہے۔

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُونَ مِنْ
مَحَارِبٍ وَسَبَائِيلٍ وَحِفَايَ
كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ
(پ ۲۲ سورہ سبا آیت
۱۳)

(اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا
اونچے اونچے محل اور تصویریں
اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر
لگن اور لنگر دار دیکھیں)

اس قصہ کو انصاف و فکر کی نظر سے دیکھیں۔

۴۔ ہوا کی قوت و تصرف :

اور اس سے بھی نیچے اثر کرہم کہتے ہیں کہ اس عالم میں متعدد اشیاء ایسی بھی
ہیں جن کا وجود نظر سے غائب ہے۔ مگر ان کا تصرف محسوسات کی بہ نسبت
ہے۔ مثلاً ہوا نظر سے غائب ہے لیکن بڑے بڑے پہاڑ مضبوط عمارات اور عظیم
درخت اس کی قوت سے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ قوم عادی جیسے بڑی بڑی جسامت
کے آدمی بھی صرصر نای ہوا کی قوت و خروج سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔

۵۔ نظر اور جادو کی قوت تصرف :

نظر، جادو اور جفر وغیرہ میں بھی عجیب تصرفات موجود ہیں۔ اگر چہ ان کے
اثر کا موجد قادر مطلق ہے مگر بظاہر یہ افعال اسباب کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔
جب ان تمام تصرفات کو یہ لوگ قبول کرتے ہیں تو پھر تصرفات ارجح کو کیوں
رد کرتے ہیں؟ اگر وہ اذن الہی سے ہیں تو یہ تصرفات ارواح بھی اذن الہی سے ہیں
اور اگر ان تمام تصرفات کا انکار کریں تو یہ قرآن مجید سے مقابلہ و تضاد ہے اور اگر یہ

کہیں کہ ان اشیاء کے تصرفات تو قرآن سے ثابت ہیں مگر ارواح صلحاء کے تصرفات
کا ذکر قرآن میں نہیں تو میں یہ کہوں گا مذکورہ بالا آیت کریمہ "فَالْمُدْبِرَاتِ أَسْرَارًا"
کو کیوں بھول گئے ہو۔

۶۔ ایک عام مقلد کا غیر مقلد مولوی سے مناظرہ :

اس مقام پر ایک غیر مقلد مولوی اور ایک عام مقلد کے مناظرہ کا ذکر لطف
نے خالی نہیں ہوگا۔ قوم بلوچ کے ملا ابراہیم نامی ایک شخص نے مولف کو بتایا کہ پنجاب
کا ایک غیر مقلد مولوی کوئٹہ بلوچستان میں وعظ کرنے آیا تو مسجد میں سامعین کے
اجتماع کو دیکھ کر میں بھی ان میں شامل ہو گیا۔ مولوی صاحب نے دوران تقریر کہا کہ ہر
شخص چاہے نبی ہو یا ولی مرنے کے بعد نفع و نقصان کسی کو نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ وہ مرکز
مٹی ہو جاتا ہے اور مٹی سے نفع و نقصان غیر متصور ہے۔ میں نے کہا مولوی صاحب
انبیاء علیہم السلام کی حالت حیات میں معجزات تھے یا نہیں اور اولیاء کرام کی کرامات
تھیں یا نہیں تو اس نے کہا کہ ہاں تھے تو میں نے کہا پھر وہ معجزات و کرامات کہاں
گئے۔ اس پر اس نے کہا کہ مرنے سے منسوب ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا مولوی
صاحب لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور
عام مومنین اگر موت سے انبیاء علیہ السلام کے معجزات اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی
کرامات منسوب ہو جاتی ہیں تو عام مومنین جن کے پاس سوائے ایمان کے کچھ ہوتا ہی
نہیں ان کا ایمان بھی منسوب ہو جاتا ہوگا۔ کیونکہ اگر موت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء
کرام علیہم الرحمۃ سے نعمت کو سلب کر لیتی ہے تو پھر عوام سے کیوں نہیں نعمت کو سلب

کرے گی۔ مولوی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اور اپنی جماعت کے افراد کو کہا کہ وہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیں اور کہا کہ اس شخص نے میری طبیعت خراب کر دی ہے۔ فقیر نے اس قصہ کو اپنے رسالہ ”تہلیلہ“ میں وضاحت سے لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے الفاظ میں تغایر ہو مگر مضمون ایک ہی ہے۔

(نوٹ:- چونکہ نداء غائب کے بارے میں دلائل اور روایات ملف صالحین اکثر وہی ہیں جن کا ذکر اصل سابق یعنی اثبات استمداد میں گزر چکا ہے اس لئے ان کو یہاں دوبارہ ذکر کر کے کلام کو طول نہیں دیا گیا۔)

حدیث اعمی، حدیث یا عباد اللہ اعینونی، حدیث زیادۃ القبور، بلغظ السلام علیکم اور اثر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ تمام پہلے تفصیلاً مذکور ہو چکی ہیں۔

باب (۲)

مقلدین کے یقین کی پختگی کے لئے

چند احادیث و روایات:

اس اصل میں ان احادیث رسول ﷺ کو ذکر کیا جائے گا جو زیارۃ القبور خصوصاً زیارت روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام موقی کے زائرین کو جاننے اور اپنے زائرین کے سلام کا جواب دینے کے بارے میں ہیں جو کہ خاتمۃ الحقائق علامہ احمد بن حجر المکی کی تصنیف ”جوہر منظم فی زیارۃ قبر النبی المکرم“ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور فی احوال الموقی والقبور سے منقول ہیں۔

واضح رہے کہ اس سلسلے میں احادیث و روایات صالحین کا ذکر برادران اسلام مقلدین کے یقین کی پختگی کے لئے ہے ورنہ غیر مقلدین تو ان تمام

احادیث کو ضعیف، موضوع کہیں گے اور اقوال مشائخ و علماء امت بھی ان پر حجت نہیں بن سکتے۔

کیونکہ انہوں نے تو اپنی کتب میں مقلدین کو کافر و مشرک قرار دیا ہے۔ دیکھیں کتاب ”تحقیق الکلام“ تصنیف غلام علی قصوری اور ”ظفر المبین“ اور ”اعتصام المستمسک“ ص ۳۲ پر ہے کہ یہ چار مذاہب اور خاندان قادر یہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کافر و مشرک اور بدعتی ہیں۔ اخبار الامجدیث، لوا مع الانوار اور معیار التقليد میں بدیع الزمان لکھتا ہے کہ تقلید شخصی شرک و بدعت اور گندگی سے بدتر ہے۔ (منقول از کتاب سیف الابرار اور ابا طیل دہلیہ)

۱۔ احادیث نبوی ﷺ منحصراً صحاح ستہ اور

موطائین میں منحصراً نہیں ہیں :

فائدہ: حضرت رسول اکرم ﷺ کی احادیث محض صحاح ستہ، موطا امام محمد اور موطا امام مالک رحمہما اللہ میں منحصراً نہیں بلکہ کتب احادیث کے مصنفین (شکر اللہ تعالیٰ سعيہم) اسی حدیث کو اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے جو ائمہ حدیث کی مقرر کردہ ان شرائط کے موافق ہوتی جو سند اور راویان حدیث کے بارے میں ہیں۔ جو حدیث ان شرائط کے موافق نہ ہوتی اس کو ذکر نہ کرتے۔ چنانچہ صحیح بخاری (جو کہ اصح الکتاب ہے) کے مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے چند لاکھ احادیث میں سے ان احادیث کا انتخاب کیا جو کہ صحیح بخاری میں مذکور ہیں۔ یہی حال دیگر مصنفین کا

ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب مشہورہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح ہیں (سوائے اکاد کا احادیث کے) کوئی بھی ضعیف و موضوع حدیث ان میں موجود نہیں مگر یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے علاوہ ساری کائنات میں کوئی صحیح حدیث ہی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام منصب تبلیغ پر فائز تھے۔ روزانہ ہزاروں احادیث ارشاد فرماتے تھے لہذا جس کسی کو کوئی حدیث سند صحیح کے ساتھ موصول ہوئی اس نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کر دیا۔

۲۔ ائمہ مذاہب کا زمانہ کتب احادیث کے مصنفین کے زمانے سے پہلے کا ہے:

اور ائمہ مذاہب اربعہ کا زمانہ کتب احادیث کے مصنفین کے زمانے سے پہلے ہے اس لئے امام بخاری تک اگر کوئی حدیث سند صحیح سے نہ پہنچی ہو اور انہوں نے اس وجہ سے اس کو اپنی کتاب میں ذکر نہ فرمایا ہو یا اس کے مقابل کوئی حدیث ذکر کر دی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ رضی اللہ عنہم تک بھی سند صحیح سے نہ پہنچی ہو۔ ائمہ کرام کا زمانہ خیر القرون سے ہے جب کہ وسائط بہت کم تھے۔ لوگ صاحب تقویٰ و صلاح تھے۔ ان کے زمانے میں جھوٹ اور افتراء شاذ و نادر ہی تھا۔ چنانچہ اصحاب مذاہب نے ان احادیث سمجھ پر مذاہب کی بنیاد رکھی۔ اب اگر وہ احادیث مصنفین کتب احادیث کو سند صحیح سے موصول نہ ہوئی ہوں تو اس میں اصحاب مذاہب پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

۳۔ اصحاب صحاح، احادیث کے جامع ہیں اور

اصحاب مذاہب ناقدین:

اس مضمون کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”فتح المنان فی اثبات مذہب الشیوخ“ میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ طالب تفصیل کو وہاں ملاحظہ کرنا چاہیے انصاف تو یہ ہے کہ اصحاب صحاح، احادیث کے جامع ہیں اور اصحاب مذاہب ناقدین یعنی اصحاب صحاح عطاہر کی طرح ہیں جو مفردات کو جمع کرتے ہیں اور اصحاب مذاہب طیبوں کی مانند ہیں جو ان مفردات کے فوائد کو شناخت کرتے ہیں اور ہر مریض کے مزاج کے مطابق ان مفردات کو جمع کر کے ایک ایسا مجموعہ تیار کرتے ہیں جو اس مریض کے لئے باعث شفاء بنتا ہے۔

۴۔ حضور علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے آپ کے حوالے کر دیئے:

شیخ ابن حجر کی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ”جوہر منظم“ کی فصل ششم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زائرین کے درجات احوال، قلوب اور اعمال کے اختلاف کو جانتے ہیں۔ ہر ایک کی اس کے حال کے مناسب امداد فرماتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ایسے خلیفہ ہیں کہ اس نے اپنے کرم و نعمت کے خزانے آپ کے ہاتھ مبارک میں دے دیئے اور آپ کے ارادہ کے تحت فرما دیئے جسے چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ آپ کے

وسیلہ جلیلہ کے بغیر کوئی بھی بارگاہ الہی میں رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں اگر کسی کا نفس اس کو دھوکہ دے تو عید اس کی محرومی اور خسارے کا باعث ہے یہی وجہ ہے کہ کسی بزرگ صالح نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں سینا کے بارے میں کیا ارشاد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے میرے طریقہ و وسیلہ سے ہمت کر خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہا تو میں نے اسے منقطع کر دیا اسی بناء پر بعض محققین نے ابن سینا کے لئے کفر اور دائمی بد نصیبی کا قول کیا ہے۔

۵۔ زیارت روضۂ رسول اللہ ﷺ کی فضیلت (احادیث نمبر ۱-۲۰)

اسی کتاب ”جوہر منظم“ کی فصل دوم ص ۲۲ پر فرماتے ہیں کہ زائر کی فضیلت کے متعلق متعدد احادیث صحیحہ و غیرہ گزر چکی ہیں، جن کو کثرت فوائد و زیارت منافع کی غرض سے یہاں ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

۱۔ مَنْ رَأَى قَبْرِي وَحَبَّبَ
لِي شَفَاعَتِي
جس نے میری قبر کی زیارت کی
اس کے لئے میری شفاعت
واجب ہوگئی۔

یعنی ایسے وعدہ صادق کے ساتھ ثابت ہوئی جس کا پورا کرنا ضروری ہے۔
باوجودیکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت میں زائر و غیر زائر تمام شامل ہیں

مگر پھر بھی اس حدیث میں زائر کے لئے شفاعت واجب ہونے کی تخصیص فرمانا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اس کے لئے مخصوص شفاعت ہوگی جو اس کے عظیم عمل (زیارت) کے مناسب ہوگی۔ چاہے وہ نعمتوں کی زیادتی کی صورت میں ہو۔ یا قیامت کے روز کی وہشت میں تخفیف کردی جائے۔ یا اس زمرے میں داخل ہو جائے جو حساب سے بری ہیں یا جنت میں بلند درجات حاصل ہو جائے یا شہرہ زيارت الہی میں زیادتی نصیب ہو جائے۔ یا اس کے علاوہ وہ کچھ عطا ہو جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں اس کا خیال آیا ہو۔ یہ سب اس وقت ہے جب شفاعت سے مراد مخصوص شفاعت لی جائے جو اس کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ ہو۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ شفاعت سے مراد تو عام ہو جو اس کے غیر کو بھی حاصل ہو مگر اس کو زیادہ کے سبب سے حاصل ہونے والی شفاعت کی بناء پر منفرد بیان کیا گیا ہو۔

اور اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ زیادہ قبر انور کی برکت سے مستحقین شفاعت میں داخل ہو جائے گا تو اس میں بشارت ہے اس بات کی کہ وہ مسلمان ہو کر مرے گا۔ اس صورت میں حدیث پاک میں اسلام پر وفات پانے کی بھی مقدر نہ ہوگی وگرنہ ذکر زیارت بے معنی ہو جائے گا کیونکہ اس قسم کی عام شفاعت کے لئے تو صرف اسلام ہی کافی ہے۔

بخلاف پہلی دونوں صورتوں کے کہ ان میں شرط مانی جائے گی اور شفاعت حضور علیہ السلام کی طرف مضاف ہونے سے ان کی عظمت و جلالت معلوم ہوتی ہے

کیونکہ شفاعت کی عظمت شفع کی عظمت سے ہوتی ہے تو چونکہ حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر کوئی عظمت والا نہیں ہے لہذا ان کی شفاعت سے بڑھ کر کسی کی شفاعت بھی عظیم نہیں ہو سکتی۔

۲۔ مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي
فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي
۳۔ مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا
لَا تَحْمِلُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زَارَنِي
كَأَنَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ
شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

۴۔ مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا كَانَ
لَهُ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ
الْقِيَمَةِ۔

جس نے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ جو اس حال میں میری زیارت کے لئے آیا کہ سوا میری زیارت کے کوئی اور حاجت اسکو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفع بنوں۔ جو میری زیارت کو آیا۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفع بن جاؤں۔

تنبیہ: خلاصہ یہ کہ عظیم ثواب یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم شفاعت کا حصول اسی کو مل سکتا ہے جو صرف زیارۃ ہی کی غرض سے آئے۔ اس کے ساتھ کسی اور امر کی نیت نہ ہو۔

۵۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي
بَعْدُ وَفَاتِي كَانَ كَمَنْ
زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔

۶۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي
بَعْدُ كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي
حَيَاتِي وَصُحْبَتِي۔

۷۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَنِي فِي
مَسْجِدِي بَعْدُ وَفَاتِي كَانَ
كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔

۸۔ مَنْ زَارَنِي فِي
الْمَدِينَةِ كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا
أَوْ شَهِيدًا۔

(جس نے حج کیا اور میری وفات
کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ
اس شخص طرح ہے جس نے
حیات میں میری زیارت کی)
جس نے حج کیا اور میرے وصال
کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ
اس شخص کی مثل ہے جس نے
میری زندگی اور صحبت میں
زیارت کی۔)

(جس نے حج کیا اور میری مسجد
میں بعد از وفات میں زیارت کی
وہ اس کی مثل ہے جس نے میری
زندگی میں زیارت کی)

جس نے مدینہ طیبہ میں آ کر میری
زیارت کی میں اس کا شفیع ہوں گا
(یا فرمایا) شاہد ہوں گا۔)

۹۔ مَنْ زَارَ قَبْرِي أَوْفَانَ
مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ
شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا أَوْ مَنْ
نَاسَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ
بَعَثَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي
الْأَوَّلَيْنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

۱۰۔ مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا
كَانَ فِي جَوَارِي يَوْمَ
الْقِيَمَةِ۔

یعنی اس طور پر میری زیارت کی کہ سوائے زیارت کے اور کسی شے کی نیت نہ کی ہو جیسا
کہ اوپر اس بارے میں حدیث نزر گئی ہے کہ۔ مَنْ حَجَّ حَاضِرًا زَارًا لَأَنْتَ حُجْمٌ
حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي الْخ الْحَدِيث

۱۱۔ مَنْ سَكَنَ الْمَدِينَةَ
وَصَبَرَ عَلَى كَلَالِهَا كُنْتُ
لَهُ شَهِيدًا وَشَفِيعًا يَوْمَ
الْقِيَمَةِ۔

(جس نے میری قبر کی زیارت کی
(یا فرمایا) جس نے میری زیارت
کی۔ میں اس کے لئے شفیع یا گواہ
ہوں گا اور جو شخص حرمین میں سے
ایک میں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ عز و جل
اس کو قیامت کے دن امن والوں
میں سے اٹھائے گا)

(جس نے قصدِ امیر کی زیارت کی
وہ قیامت کے دن میری پناہ میں
ہوگا)۔

جس نے مدینہ طیبہ میں سکونت کی
اور اس کی تکالیف پر صبر کیا
قیامت کے روز میں اس کا گواہ
اور شفیع ہوں گا۔

۱۲۔ مَنْ زَارَنِي بَعْدَ
مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي
حَيَاتِي وَمَنْ شَاكَ
بِأَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ مِنْ
الْأَمْنَيْنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

جس نے میری وفات کے بعد میری
زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات
میں میری زیارت کی اور جو حرمین میں
سے کسی ایک میں مرا اس کو قیامت کے
دن امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

۱۳۔ مَنْ حَجَّ حَاجَّةَ
الْإِسْلَامِ فَزَارَ قَبْرِي وَغَرَا
عَزْوَةً وَصَلَّى فِي بَيْتِ
الْمُقَدَّسِ لَمْ يَسْأَلْهُ اللَّهُ
تَعَالَى فِيمَا أَفْتَرَضَ عَلَيْكَ۔

۱۴۔ مَنْ زَارَنِي بَعْدَ
مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي وَأَنَا
حَيٌّ وَمَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ
شَهِيدًا وَشَفِيعًا يَوْمَ
الْقِيَمَةِ۔

(جس نے حج اسلام کیا اور میری قبر کی
زیارت کی اور کسی جہاد میں شریک ہوا اور
بیت المقدس میں نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اس
سے ان چیزوں کے بارے میں سوال
نہیں فرمائے گا جو اس پر فرض ہوئیں۔)

جس نے میرے بعد وصال کے بعد میری
زیارت کی تو گویا اس نے میری زیارت کی
اور حالہ میں زندہ ہوں اور جس نے
میرے زیارت کی میں قیامت کے دن اس
کا شفیق اور وکیل ہوں گا۔

۱۵۔ مَنْ شَاكَ فِي أَحَدِ
الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ مِنْ
الْأَمْنَيْنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ
زَارَنِي مُحْتَسِبًا إِلَى
الْمَدِينَةِ كَانَ فِي جَوَارِي
يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔

جو حرمین میں سے کسی میں مر گیا وہ
قیامت کے دن امن والوں سے
اٹھایا جائے گا اور جس نے ثواب
کی نیت سے مدینہ طیبہ میں آ کر
میری زیارت کی وہ قیامت کے
دن میری پناہ میں ہوگا۔

۱۶۔ مَنْ زَارَنِي مَسْأَلًا
فَكَأَنَّمَا زَارَنِي حَيًّا وَمَنْ
زَارَ قَبْرِي وَحَبَسَ لَهُ
شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَا
بَيْنَ أَحَدٍ مِنَّا أُبَيَّتِي لَهُ سَعَةٌ
لَمْ يَزُرْنِي فَلَيْسَ لَهُ
عُذْرٌ

جس نے حالت وصال میں میری
زیارت کی گویا اس نے حالت
حیات میں میری زیارت کی اور
جس نے میری قبر کی زیارت کی
اس کے لئے قیامت میں میری
شفاعت ثابت ہوگی اور کوئی بھی
میرا امتی ایسا نہیں کہ جس کو طاقت
ہو اور پھر میری زیارت نہ کرے تو
اس کے لئے کوئی عذر نہ ہوگا۔

۱۷۔ مَنْ زَارَنِي فِي مَمَاتِي كَانَ
كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي وَمَنْ
زَارَنِي حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَيَّ قَبْرِي
كُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَهِيدًا
أَوْ قَالَ شَفِيعًا۔

۱۸۔ مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ
قَعَسَ دَرَنِي فِي مَسْجِدِي
كُتِبَتْ لَهُ حَجَّاتَانِ
مَبْرُورَتَانِ۔

۱۹۔ مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ
مَوْتِي فَكَانَ ثَمَارَ زَارَنِي فِي
حَيَاتِي وَمَنْ لَمْ يَزُرْ قَبْرِي
فَقَدْ جَفَانِي۔

جس نے میرے وصال کے بعد
زیارت کی وہ اس کی مثل ہے جس
نے میری زندگی میں زیارت کی
اور جس نے میری زیارت کی
یہاں تک میری قبر تک پہنچا
قیامت کے دن میں اس کا گواہ
ہوں گا (یا فرمایا) اس کا شفیع ہوں
گا۔

(جس نے مکہ میں حج کیا پھر میری
مسجد میں میری زیارت کی اس
کے لئے دو مقبول حج لکھے
گئے۔)

(جس نے میرے وصال کے بعد
میری قبر کی زیارت کی اس نے
گویا میری حیات میں میری
زیارت کی اور جس نے میری قبر
کی زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر
جفا کی۔)

جو میری زیارت کرنے کے لئے
مدینہ طیبہ میں آیا اس کے لئے
میری شفاعت قیامت کے دن
ثابت ہوگی اور جو کوئی حرمین میں
ہے کسی ایک میں مر گیا اس
والوں سے اٹھایا جائے گا۔
(انتہی)

۲۰۔ مَنْ أَتَى الْمَدِينَةَ
زَائِرًا إِلَيَّ وَحَسَنَتْ لَهُ
شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ
مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ
بُعِثَ أَيْدًا

مولف کہتا ہے کہ شیخ ابن حجر کی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زیارت کے متعلق متعدد
روایات ذکر فرمانا باوجود مقدار بہت لفظی و مقنونی کے شاید اس لئے ہے کہ زیارت مقدس
کی تائید و تائید ہو کیوں کہ بعض احادیث سے بعض کی تائید و تائید ہوتی ہے۔

۶۔ اہل قبور کا زیارت کرنے والوں کو پہنچانا اور ان سے
انہیں حاصل کرنا: (احادیث نمبر ۹-۱)

اب اسی سلسلے میں کچھ احادیث نبویہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام اور اقوال
سلف صالحین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔
حضرت شیخ مذکور اپنی کتاب "شرح الصدور فی احوال الموتی والقبر" میں
لکھتے ہیں۔

کتاب زیارة القبر وعلیه
الموتی بزارہیہ وروایتہ
لہم۔

یہ باب قبروں کی زیارت اور
مردوں کے اپنے زائرین کو
جاننے اور دیکھنے کے بارے میں
ہے۔

- 1- ابن ابی الدنیاء نے "کتاب القبر" میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان جب اپنے بھائی کی قبر پر زیارت کے لئے آتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اٹھ کر چلا جاتا ہے۔
- 2- ابن ابی الدنیاء نے "کتاب القبر" اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب کوئی شخص کسی ایسے کی قبر سے گزرتا ہے جس کو یہ پہچانتا ہے اور سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور اگر ایسے کی قبر سے گزرے جس کو یہ نہیں پہچانتا اور سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

- 3- ابن عبد البر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الاستذکار و التہذیب" میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی شخص اپنے مومن کی قبر سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ شیخ محمد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

- 4- ابن ابی الدنیاء "کتاب القبر" میں اور صابونی الماء تمین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسے مسلمان کی قبر سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کہتا ہے تو وہ قبر والا بھی اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

- 5- عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ میں قبرستان سے گزرتا ہوں، کوئی ایسا کلام ہے جو میں مردوں سے کیا کروں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

یوں کہا کرو۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ
رِسَّ الْمُسْلِمِينَ
وَالْمُؤْمِنِينَ أَنْتُمْ لَنَا سَلَامٌ
وَنَحْنُ لَكُمْ نَبَأٌ وَإِنَّا شَاءَ
اللَّهُ بِكُمْ لَا حُشْوَى

اے قبر والے مسلمانو! اور مومنوں تم پر سلام، تم ہمارے پیارے ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور یہ شہدائے اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ سنتے ہیں تو فرمایا کہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کی تعداد کے مطابق فرشتے تم کو جواب دیں اور جواب کی عدم استطاعت سے مراد یہ ہے کہ ایسا جواب نہیں دے سکتے ہیں جس کو انسان اور جن جن سن سکیں اور نہ جواب تو وہ ضرور دیتے ہیں۔ جو سننا نہیں جانتے۔

6- احمد و حاکم نے بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ وہ فرماتی ہیں میں اپنے حجرے میں داخل ہوتی تو چادر اٹا دیتی کہ اس میں ایک تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا تو میں ان سے حیا کرتے ہوئے کپڑا اوڑھ کر داخل ہوتی۔

7- طبرانی اوسط میں ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ احد سے واپسی پر حضرت مصعب بن عمیر اور اس کے ساتھیوں رضوان اللہ علیہم کی قبور پر ٹھہرے اور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہو اور اے لوگو! ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جو بھی قیامت تک ان کو سلام کرے گا یہ اس کا جواب دیں گے۔

8- ابن ابی عمیر طائیفہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ میت کو سب سے زیادہ اُس اس وقت ہوتا ہے جب اس کا کوئی دنیا میں محبوب دوست اُس کی زیارت نہ کرتا ہے۔

9- ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے "شعب" میں بروایت محمد بن واسع بیان کیا کہ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ میت کو جمعہ، اس سے ایک دن قبل اور ایک دن بعد اپنے زیارت کرنے والوں کا ظلم ہوتا ہے۔

10- مذکور بالا حضرات نے صحاح سے روایت کی کہ جب کوئی میت کے دن طلوع آفتاب سے پہلے کسی کی زیارت کرتا ہے تو میت کو اس کا ظلم ہو جاتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیونکر ہوتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جمعہ کی شرافت کی وجہ سے (یعنی ابھی تک جمعہ کے اثرات باقی ہوتے ہیں)۔

باب (۲)

قبر میں روح کا اپنے جسم میں واپس لوٹنا

علامہ ابن تیمیہ علیہ السلام نے فرمایا کہ قبر میں روح کا اپنے جسم میں واپس لوٹنا صحیح روایت سے قدامت میں سے ثابت ہے۔ اور شہداء کا وقت میں ہی پست او نچا ہے۔ محل نظر تو صرف یہ بات ہے کہ وہ ارواح ان جسموں میں باقی رہتی ہیں یا نہیں اور یہ زندگی دنیاوی زندگی کی مانند ہے یا اس سے مختلف جیسی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کیونکہ زندگی کے لئے روح کا لازمی ہونا امر عقلی نہیں بلکہ امر مادی ہے۔ لہذا اگر اس بات پر کوئی دلیل قطعی قائم ہو جائے کہ قبر میں جسم کو دنیاوی زندگی کی مثال زندگی مل جاتی ہے تو تسکین فرمایا جائے گا کیونکہ عند العقل یہ جائز ہے۔ چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے اسی کو

لیا ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا بھی اتنی پر شاہد ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا ہی کام ہے۔ یوں ہی انبیاء علیہم السلام کی وہ صفات جن کا تذکرہ شب معراج میں ہے۔ اتنی کا تقاضا کرتی ہیں کیونکہ وہ تمام صفات جسم ہیں۔ مگر اس زندگی سے جسمانی عوارض مثلاً کھانے پینے وغیرہ کا پیا جانے لازم نہیں بلکہ ان کے احکام بدل جاتے ہیں۔ ہاں جانا اور سنا وغیرہ اور اکالت کا ثبوت شہداء وغیرہ شہداء کے لئے ضرور ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ انبیاء کے ارواح شہداء کی طرح زندہ ہیں:

بعض حضرات نے کہا ہے کہ حیات شہداء میں اختلاف ہے کہ یہ فقط روح کے لئے یا جسد مع ارواح کے لئے ہے اور حیات جسمانی کا معنی یہ ہے کہ وہ گھٹا سڑتا نہیں ہے۔ یہی کتاب الامتقاد میں کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح وفات کے بعد واپس لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں شہداء کی حیات زندہ ہیں۔

۲۔ ارواح کی دو قسمیں (منعمہ اور معذبہ)

ابن قیم نے ارواح کی دو قسمیں زیارت و ملاقات کے مسئلے میں کہا کہ ارواح کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) منعمہ (۲) معذبہ۔
معذبہ وہ ہیں جن کو ملاقات و زیارت کی اجازت نہیں اور منعمہ وہ ہیں جن کو آزادی ہے۔ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے اس پر بحث کرتی ہیں۔ اور اہل دنیا کے احوال و احوال پر گفتگو کرتی ہیں۔ ہر ارواح سینہ جمعی کی روح کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہر رسول مقبول ﷺ کی

روح رفیق اعلیٰ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ فِي النَّبِيِّينَ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَالشَّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَالْحَسَنَاتِ
أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

(جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے اور یہ کیا ہی اچھے دوست ہیں۔)

پ ۵ سورہ النساء

آیت ۶۹

یہ ساتھ دنیا میں بھی ہے۔ ہرگز میں بھی اور آخرت میں بھی ان تینوں مقامات (ادوار) میں اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے اس کو محبت ہوگی۔

۳۔ شہداء زندہ ہیں اور رزق دینے جاتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا
بَلْ هُمْ أَمْوَاتٌ لَّعَنُوا
كُلُّ أَحَدٍ مِّنْهُمْ لَبِئْسَ مَا يَرْتَبِعُهُ
مُجْرِمُونَ

(جو لوگ فی سبیل اللہ قتل کئے گئے ان کو مر دہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور رزق دینے جاتے ہیں۔)

پ ۴ سورہ آل عمران

آیت ۶۹

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ زندہ بھی ہوں اور مردہ بھی ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبور میں اللہ تعالیٰ کا انہیں رزق دینا ممکن ہے باری صورت کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدن کے کسی حصہ میں روح ڈال دے جس سے وہ نعمت و لذت کو محسوس کریں۔ جیسا کہ جسم کے کسی حصہ میں گرمی یا سردی کا اثر ہو تو پورے جسم پر اس کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کی حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کے جسموں کے جوڑ نہیں کھلیں گے اور نہ ہی وہ چلیں سڑیں گے تو گویا وہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں۔

ابو حیان نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ حیات شہداء میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ارواح باقی رہتی ہیں اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مشاہدے میں آتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شہداء کی روح اور جسم دونوں زندہ ہیں اور ہمارا عام شعور اس بارے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَنَسْرَى الْجَبَانَ تَحْسِبُهَا
حَبَابَ دَهْوٍ وَهِيَ تَمْرُ مَسْوٍ
الشَّحَابِ .

(تم پیاروں کو جما ہوا دیکھو
حالانکہ وہ بادل کی طرح چل
رہے ہوں۔)

(پ ۲۰ سورہ النمل)

(آیت ۸۸)

یا جس طرح سونے والے کو ہم ایک ہی حالت میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ آرام و تکلیف ہر چیز کو محسوس کرتا ہے اور کہاں کہاں جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

بَلَىٰ أَحْيَاءٌ وَلَئِكُنَّ
لَا تَسْمَعُونَ .

(بلکہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں)
پ ۲ سورہ البقرة آیت ۱۵۴

گویا اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمادی کہ شہداء اور غیر شہداء کی حیات میں یہی تو فرق ہے۔ اگر شہید کی زندگی سے مراد روحانی زندگی لی جائے تو پھر اس میں اور دوسروں میں فرق و امتیاز کیا رہے گا۔ اور اُنہی اَحْيَاءُ وَاَمَيِّتٍ كَذٰلِكَ تَتَشَعَّرُوْنَ (بلکہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں) کی قید کا کیا فائدہ رہ جائے گا۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کو بذریعہ کشف اس حیات کا مشاہدہ بھی کرا دیتا ہے۔

۴۔ ایک شہید کا قبر میں قرآن پاک کا پڑھنا:

کئی نے دلائل النبوة میں بعض صحابہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے کسی جگہ قبر کھودی تو ایک روشندان سا دباں کھل گیا۔ وہاں ایک صاحب تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے قرآن پاک رکھا ہوا تھا جس کو وہ پڑھ رہے تھے اور سامنے ہی ایک سبز روضہ تھا یہ احد کا واقعہ ہے۔ یہ شخص شہید تھے کیونکہ ان کے چہرے پر زخم موجود تھے۔ ابوحیان نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

۵۔ ایک بزرگ کا قبر میں قرآن پاک پڑھنا:

اس سے ملتا جلتا واقعہ یافعی نے ”روضۃ الریاحین“ میں نقل کیا کہ ایک صالح بزرگ کہتے ہیں۔ میں ایک شخص کی قبر پر موجود تھا اور اس کی لحد کو برابر کر رہا تھا تو اس سے متصل دوسری قبر سے ایک اینٹ ہٹ گئی تو اچانک دیکھا کہ وہاں ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کی گود میں قرآن پاک تھا جو سونے سے لکھا ہوا تھا اور وہ تلاوت فرما رہے تھے۔ انہوں نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے کیا قیامت آگئی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں

تو فرمایا کہ اینٹ کو اپنی جگہ پر رکھ دو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ تو میں نے اس اینٹ کو وہیں رکھ دیا۔

۶۔ قبر کھودنے والے کا بے ہوش ہو جانا:

یافعی نے ہی بعض ثقہ حضرات سے قبر کھودنے کا ایک اور واقعہ بھی نقل کیا کہ ایک شخص نے قبر کھودی تو اچانک ایسے ایک انسان پر نظر پڑی جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور ہاتھوں میں قرآن پاک لے کر پڑھ رہا تھا اور اس کے نیچے ایک نہر جاری تھی۔ تو وہ قبر کھودنے والا بے ہوش ہو کر گر پڑا اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا۔ تیسرے دن اسے ہوش آیا۔ (پھر اس نے سارا واقعہ سنایا۔)

۷۔ میت کا بولنا:

شیخ نجم الدین ابن شہابی نے حکایت بیان کی کہ میں ایک شخص کی تدفین کے موقع پر حاضر تھا۔ جب ایک شخص میت کو تلقین کرنے سے بیٹھا اور کلمہ کی تلقین کرنے لگا تو میت کہنے لگی کہ اے لوگو کتنا تعجب ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔

۸۔ میت کا قبر میں کلمہ عظیم پڑھنا:

ابن رجب نے اپنی سند سے معانی بنی نمران کے بارے میں نقل کیا کہ ان کی قبر پر ایک شخص تلقین کرتے ہوئے پڑھ رہا تھا لا الہ الا اللہ تو معانی بھی قبر سے پڑھ رہے تھے لا الہ الا اللہ۔

۹۔ میت کا کہنا کہ میں اہل جنت سے ہوں:

یافعی نے بروایت محبت طبری بیان کیا کہ میں شیخ اسماعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ ورنہ میں تھا۔ شیخ نے مجھ سے کہا اے محبت تم مردوں کی سماعت پر یقین رکھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ قبر والا مجھے کہتا ہے کہ میں اہل جنت میں سے ہوں۔

۱۰۔ ایک گانے بجانے والی عورت کی مغفرت:

شیخ اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک دفعہ یمن کے کسی قبرستان سے گزرتے ہوئے وہ بہت روئے اور پھر کچھ دیر بعد ہنسنا شروع کر دیں۔ آپ سے اس روئے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے بذریعہ کشف ان قبور والوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا تو میں نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے روتے اور ٹٹڑاتے ہوئے فریاد کی مجھے کہا گیا کہ تمہاری شفاعت ان کے بارے میں قبول ہے اور اس قبر والی ایک عورت نے کہا کہ اے فقیہ اسماعیل کیا میں بھی ان میں سے ہوں۔ میں فلاں گانے بجانے والی عورت ہوں تو میں نے کہا کہ ہاں تو بھی ان میں سے ہے اور مجھے اس کی اس بات پر ہنسی آئی۔

۱۱۔ مردہ کا ہاتھ اٹھا کر انگلی بلند کرنا:

شیخ عبدالغفار نے ”الوحید“ میں لکھا ہے کہ ہمیں قاضی علاء الدین صاحب شرف الدین نے بتایا کہ شیخ یحییٰ بن جبریل ہمارے ساتھ تھے اور قاہرہ میں داخل

ہونے سے پہلے ان کا وصال ہو گیا۔ جب ان کی میت کو لے کر ہم قاہرہ میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے روک لیا کہ ہم مردوں کو شہر میں داخل ہونے نہیں دیتے اس پر شیخ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور انگلی کو بلند کیا تو ہم شہر میں داخل ہو گئے۔

۱۲۔ انگریز کا گھوڑے سے اتر کر شہید کا چہرہ چومنا:

یافعی نے بروایت زین الدین ابو شامہ نقل کیا کہ فقیہ عبدالرحمن نویری منصورہ میں تھے دشمنوں نے مسلمانوں کو قیدی بنالیا تھا اور فقیہ عبدالرحمن نویری قرآن پاک پڑھ رہے تھے انہوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی کہ،

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُونَ۔

(اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جانے والوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور اور رزق دیئے جاتے ہیں۔)

پ ۳ سورہ آل عمران

آیت ۱۶۹

پھر جب فقیہ عبدالرحمن نویری شہید ہو گئے تو ایک انگریز آیا اور چھوٹا نیزہ آپ کو مارتے ہوئے کہنے لگا۔ اے مسلمانوں کے عالم تو کہتا تھا کہ شہید زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے تو وہ کہاں ہے؟ اس پر فقیہ عبدالرحمن نویری نے سراٹھا کر دو دفعہ کہا کہ رب کعبہ کی قسم شہید زندہ ہوتے ہیں۔ وہ انگریز گھوڑے سے اتر اور فقیہ عبدالرحمن کے چہرہ کو چوما۔ پھر اپنے غلام کو کہا کہ ان کو اٹھا کر وطن لے چلو۔

۱۳۔ شہید ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں:

”رسالہ قشیریہ“ میں امام قشیری نے اپنی سند کے ساتھ شیخ ابوسعید خراز سے نقل کیا کہ میں مکہ معظمہ میں موجود تھا۔ باب بنی شیبہ کے پاس میں نے ایک نوجوان کو مردہ پایا۔ جب میں نے اس کو بغور دیکھا تو میری طرف دیکھ کر مسکرا نے لگا اور کہا اے ابوسعید شہداء زندہ ہوتے ہیں وہ تو ایک جگہ سے دوسرے جگہ کی طرف منتقل ہوتے ہیں اس باب کو علامہ سیوطی نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

باب (۴)

مومن کی موت اور کافر کی موت

اب ہم موت کے حالات اور سوال نکیرین کے بارے میں کچھ بیان کرتے ہیں اس سلسلے میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے متعدد احادیث ”شرح الصدور“ میں نقل فرمائی ہیں ان میں سے بعض برادران اسلام کو خبردار کرنے کے لئے معرض تحریر میں لائی جاتی ہیں تاکہ وہ موت اور اس کے مابعد کے مراحل کے لئے تیاری کریں۔

۱۔ جب مومن مرنے کے قریب ہوتا ہے:

احمد ابوداؤد نے اپنی ”سنن“ میں حاکم نے ”مشترک“ میں، ابن ابی شیبہ نے ”مصنف“ میں، بیہقی نے کتاب ”عذاب القبر“ میں طحاوی و عبد بن اسحق مسندوں میں، ہناد بن سہری نے زہد میں اور ابن جریر و ابن حاتم و غیر ہم نے سند صحیح سے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں شریک ہوئے ہم قبر پر پہنچ گئے اور جب لحد کھودی جا رہی تھی تو حضور علیہ السلام زمین پر تشریف فرما ہوئے اور ہم ان کے گرد اس طرح

بیٹھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس میں ایک لکڑی تھی اس سے ساتھ زمین کو کرید رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر دو یا تین دفعہ ارشاد فرمایا۔ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو پھر فرمایا جب مومن دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو اس پر آسمان سے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے سورج کی طرح سفید ہوتے ہیں ان کے پاس جنتی کفن اور جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں تو وہ اس کے پاس حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر ہانے کی طرف بیٹھ کر کہتا ہے کہ اے پاکیزہ نفس! اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رضا کی طرف نکل، تو اس کی روح اس طرح بہتی ہوئی نکلتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے۔ اگرچہ تم اس سے مختلف دیکھ رہے ہو تے ہو۔ جوں ہی روح ملک الموت کے ہاتھ میں پہنچتی ہے فوراً فرشتے اس سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں اور جنتی کفن پہنا کر خوشبو لگاتے ہیں۔ اس سے ایسی خوشبو نکلتی ہے کہ جس کی مثال روئے زمین پر نہیں پائی جاتی پھر فرشتے اس کو لے کر ملا، اعلیٰ کی طرف چڑھتے ہیں جہاں سے بھی ان کا گزر ہوتا ہے فرشتے اس خوشبو کے بارے میں پوچھتے ہیں تو یہ اس کے دنیاوی ناموں میں سے بہترین نام لے کر ان کو بتاتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے۔ پھر ہر آسمان کے فرشتے اس روح کے ساتھ اپنے قریبی اوپر والے آسمان تک جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بند کے کو کتاب "علیین" میں لکھو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اس کو زمین سے پیدا کیا، زمین میں لوٹاؤں گا اور زمین سے دوبارہ اٹھاؤں گا۔ پھر اس کی روح جسم میں دوبارہ واپس آتی ہے اور دو فرشتے اس کو

بٹھا کر دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے "اللہ"، پھر سوال کرتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے "اسلام"، پھر پوچھتے ہیں یہ شخص جو تم میں بھیجے گئے کون ہیں۔ وہ کہتا ہے "محمد رسول اللہ ﷺ" پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا علم اس کے بارے میں کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور بخشی لباس پہناؤ اور بہشت کا دروازہ کھلو دو۔ پھر جنت ہے ایک ہوا آتی ہے اور حدنگاہ تک اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک حسین و جمیل خوشبویش اور خوشبو والا مرد آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری ہو آج تیرے وعدے پورے ہونے کا دن ہے۔ وہ مردہ دریافت کرتا ہے کہ تو کون ہے جس کے چہرے سے بھلائی معلوم ہو رہی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس پر مردہ کہتا ہے خدا یا قیامت برپا فرما دے تاکہ میں گھر والوں کو جا کر یہ بتا سکوں۔

۲۔ جب کافر مرنے کے قریب ہوتا ہے:

اور پھر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب کافر مرنے کے قریب ہوتا ہے تو آسمان سے ایسے فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس کھبل ہوتے ہیں۔ وہ اس کافر کے سامنے حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتا ہے اور کہتا ہے۔ اے خبیث روح، اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور ناراضگی کی طرف نکل تو وہ روح بدن میں پھیل جاتی ہے۔ پھر وہ فرشتے اس طرح کھینچ کر نکالتا ہے جیسے گیلی ان سے سچ کو نکالا جاتا ہے۔ نکالتے ہی وہ فرشتے ملک الموت سے روح کو

لے کر کبل میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اس سے بدترین مردار جیسی بدبو نکلتی ہے۔ جب وہ فرشتے اس روح کو لے کر ملاء اعلیٰ کی طرف چڑھتے ہیں تو وہاں کے رہنے والے ملائکہ سوال کرتے ہیں کہ یہ خبیث روح کون ہے۔ تو فرشتے اس کا بدترین نام لے کر ان کو تاتے ہیں۔ پھر وہ آسمانی دنیا تک پہنچ کر اس کو کھلوانا چاہتے ہیں مگر وہ کھولا نہیں جاتا پھر حضور اقدس ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (ان کے واسطے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے)

ب ۸ سورة الاعراف آیت ۴۰

داخل ہو جائے

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب ”جہنم“ میں لکھو تو اس کی روح کو جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور اس کو پرندوں نے اچک لیا یا ہوائے دور پھینک دیا۔)

ب ۱۷ سورة الحج

آیت ۳۱

پھر اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور فرشتے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔

هَاهُ هَاهُ لَا أُدْرِي (افسوس کہ میں نہیں جانتا،)

پھر سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے تو کہتا ہے کہ ”افسوس میں نہیں جانتا،“ فرشتے پھر دریافت کرتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے پاس بھیجے گئے تو کہتا ہے کہ ”افسوس میں نہیں جانتا،“ پھر آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اس بندے نے جھوٹ کہا، لہذا اس کے لئے جہنم کا بچھونا بچھاؤ، جہنم کا لباس پہناؤ اور جہنم کا دروازہ اس پر کھول دو۔ اس کے شعلے وہاں تک آئیں گے اور اس کی قبر اتنی تنگ کر دو کہ اس کی پسلیاں چکنا چور ہو جائیں۔ پھر اس کے پاس نہایت برے لباس والا بدبودار شخص آئے گا۔ اور کہے گا کہ آج وہ دن ہے جس میں تجھے ایسا عذاب دیا جائے گا جس کا دنیا میں تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ مردہ اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے جس کے چرے سے برائی ظاہر ہو رہی ہے تو وہ شخص جواب دے گا کہ میں تیرا عمل خبیث ہوں۔ اس پر وہ مردہ کہے گا اے پروردگار قیامت قائم نہ فرما۔

۳۔ جب ارشاد ہوتا ہے کہ میرے ولی کو میرے پاس لے آؤ،

ابو یعلیٰ نے اپنی ”مسند“ میں اور ابن ابی الدنیا نے اپنی ”مسند“ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت کو فرماتا ہے جاؤ میرے ولی کو میرے پاس لے آؤ کیونکہ میں نے اس کو رنج و راحت دونوں میں آزمایا اور اس کو ایسا ہی پایا جیسا میں چاہتا تھا۔ تو اب میں اسے دنیا کے مصائب سے نجات دینا چاہتا ہوں۔ تو

ملک الموت پانچ سو فرشتوں کو ساتھ لیتے ہیں جن کے پاس جنت کے خوشبودار کفن اور مختلف خوشبوؤں والے پھولوں کی شاخیں ہوتی ہیں جو کئی رنگوں کی ہوتی ہیں۔ ان کے پاس خوشبو سے معطر ایک سفید ریشم ہوتا ہے۔

ملک الموت اور دوسرے فرشتے بیٹھ کر اپنے ہاتھ اس ولی اللہ کے ایک ایک عضو پر رکھ لیتے ہیں اور معطر سفید ریشم اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے۔ اس کا دل جنت کی جانب راغب ہونے لگتا ہے کبھی حوروں کی طرف، کبھی لباس اور کبھی پھولوں کی طرف رغبت کرتا ہے۔ جیسے روتے ہوئے بچے کا دل بہلاتے ہیں، اسی طرح اس کا دل بہلایا جاتا ہے۔ اس کی جنتی بیویاں خوشیاں منا رہی ہوتی ہیں۔ روح اچھلتی ہے تو فرشتہ کہتا ہے اے پاک روح اچھے درختوں، لمبے اور گھنے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں کی طرف نکل، ملک الموت ماں سے بھی زیادہ اس پر شفقت کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ روح اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب ہے لہذا وہ اس روح پر شفقت کر کے خداوند قدوس کی رضا جوئی کرتا ہے اس کی روح اس طرح نکل جاتی ہے جیسے مکھن سے بال، جوں ہی روح نکلتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں۔

تَسْوِفُهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ
يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ۔

ب ۱۴ سورة النحل

آیت ۳۲

فَأَتَانَا كَأَنَّ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ
فَرُوحٌ وَرِيحَانٌ وَجَنَّتْ
نَعِيمٌ۔

ب ۲۷ سورة الواقعة

آیت ۸۹

حضور اکرم ﷺ نے اس آیت میں ”روح“ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ روح کا معنی ہے ”موت کی تکلیف سے راحت ملنا، ریحان یعنی خوشبو جو کہ سانس نکلتے وقت محسوس ہوگی اور جنت النعیم کا مطلب ہے جنت کی نعمتیں جو کہ آئندہ عطا ہوں گی۔

جب ملک الموت روح کو نکال لیتا ہے تو روح بدن کو مبارک باد دیتی ہے کہ اے بدن تو مجھے اطاعت الہی کی طرف جلدی لے جاتا تھا۔ اور معصیت سے بچاتا

تھا تو آج تجھ کو مبارک ہو کہ تو نے خود بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلائی۔ جسم بھی روح کو یہی کہتا ہے۔ اور زمین کے جن حصوں پر یہ ولی اللہ عبادت کرتا تھا وہ اس پر روتے ہیں۔ آسمان کے وہ دروازے جن سے اس کے اعمال چڑھتے اور رزق اترتا تھا۔ چالیس دن تک روتے ہیں۔ جب روح نکل جاتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب لوگ اس کو کسی پہلو پر لٹانے لگتے ہیں تو وہ فرشتے پہلے ہی اس کو اس پہلو پر لٹا دیتے ہیں۔ ان کے کفن پہنانے سے پہلے ہی کفن پہنا دیتے ہیں اور ان کی خوشبو لگانے سے قبل ہی خوشبو لگا دیتے ہیں اور گھر کے دروازے سے لے کر قبر تک فرشتے دونوں طرف قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس زور سے چیختا ہے کہ مروے کی بعض ہڈیاں اس سے ٹوٹ جاتی ہیں اور وہ اپنے لشکر سے کہتا ہے کہ تمہارے لئے ثوابی ہو اس بندے نے کس طرح نجات پائی۔ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ گناہوں سے محفوظ تھا۔ جب ملک الموت اس کی روح کو لے کر آسمان پر پہنچتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ہر فرشتہ اس کو اپنے رب کی طرف سے مبارک باد دیتا ہے۔ جب ملک الموت اس روح کو عرش کے پاس لے جاتے ہیں تو وہ روح باکاہ ایزدی میں سجدہ کرتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت کو فرماتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو لے جا کر سرسبز و شاداب درختوں اور بہتے ہوئے پانیوں میں رکھ دو۔

جب اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف آ جاتی ہے، روزے بائیں طرف، قرآن و ذکر سر کے پاس نماز کی طرف اس کا چلنا قدموں کی

طرف اور صبر، قبر کے ایک کونے میں آ جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عذاب کو بھیجتا ہے اور وہ دائیں طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو کہتی ہے کہ پیچھے ہٹ جا بخدا یہ تمام عمر بے حد تکالیف میں بتلا رہا اور ابھی آرام سے لیٹا ہے جب اس کو قبر میں رکھا گیا۔ پھر عذاب بائیں جانب سے آتا ہے۔ تو روزہ بھی یوں ہی کہتا ہے۔ پھر سر کی طرف سے آتا ہے تو یہی کہا جاتا ہے۔ پھر وہ کسی طرف سے بھی نہیں آتا۔ ہمیں راستہ کو بھی اس کی طرف جانے کے لئے تلاش کرتا ہے اسی کو اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے اس کی فرماں برداری کی وجہ سے محفوظ پاتا ہے۔ پھر عذاب واپس چلا جاتا ہے تو صبر باقی اعمال سے کہتا ہے کہ میں اس لیے خاموش رہا کہ اگر تم سارے عاجز ہو جاتے تو میں بولتا۔ اب میں پل صراط و میزبان پر کام آؤں گا۔

پھر اللہ تعالیٰ دو فرشتے بھیجتا ہے جن کی آنکھیں برقی خاطف کی مانند، آواز کڑک دار بجلی کی طرح، ذانت نمل کے سینکڑوں جیسے اور سانسیں شعلوں کی مثل ہوتی ہیں۔ اپنے بالوں کو گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں۔ ان کے کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا ہے۔ ان کے دل سوائے مومنوں کے کسی پر مہربان نہیں ہوتے انہیں منکر اور نکیر کہا جاتا ہے ان کے ہاتھوں میں ایسے ہتھوڑے (مرز) ہوتے ہیں کہ جن کو انسان جمع ہو کر بھی اس کو نہیں اٹھا سکتے۔ وہ مردے کو کہتے ہیں کہ اٹھ کر بیٹھ جا۔ جب وہ اٹھ جاتا ہے تو اس کے کفن کے کپڑے نیچے کر تکڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے، دین کیا ہے اور رسول کون ہے؟ تو یہ جواب میں کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ میرا دین اسلام اور رسول محمد ﷺ ہیں جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تو نے سچ کہا پھر اس کو قبر میں رکھ کر قبر کو

طرف سے وسیع کر دیا جاتا ہے اور اس کو فرشتے کہتے ہیں ذرا اوپر دیکھو، اوپر دیکھتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ پھر وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے دوست اطاعت الہی کی وجہ سے آج تیرا یہ مقام ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کے جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے بیشک اسے ایسی راحت نصیب ہوگی۔ جو کبھی لوٹائی نہیں جائے گی اب اس کو کہا جاتا ہے ذرا نیچے دیکھو۔ جب دیکھتا ہے تو جہنم کی طرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں اے ولی اللہ تو نے اس سے نجات پائی ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت اس کے دل میں کبھی نہ ختم ہونے والی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ پھر اس کی طرف جنت کے ستر (۷۷) دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن سے ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں اس تک پہنچتی رہتی ہیں حتیٰ کہ یوم قیامت میں اس کو اٹھایا جائے گا۔

۴۔ جب ارشاد ہوتا ہے کہ میرے دشمن کو

میرے پاس لے آؤ:

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ میرے دشمن کے پاس جا کر اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں نے اس کے رزق میں کشادگی کی اور اسے بہت نعمتیں عطا فرمائیں۔ مگر اس نے ہمیشہ میرے شکر سے انکار کیا۔ اسے میرے پاس لے کر آؤ تاکہ میں آج اس سے انتقام لوں ملک الموت بدترین صورت میں اس کے پاس پہنچتا ہے اس کی تیرہ (۱۳) آنکھیں ہوتی ہیں جہنم

کی خاردار سلاخیں اس کے پاس ہوتی ہیں۔ پانچ سو فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں تباہ، جہنمی چنگاریاں اور بھڑکتے ہوئے کوزے ہوتے ہیں۔ ملک الموت خاردار سلاخیں اس طرح مارتا ہے کہ ہر کانٹا جڑ تک اس کے جسم سے داخل ہو جاتا ہے پھر انتہائی سختی سے ان سلاخوں کو لوٹاتا ہے اور اسکی روح پاؤں کے ناخنوں سے نکل کر گھٹنوں تک آتی ہے۔ اس وقت دشمن خدا پر بے ہوشی کا عالم طاری ہوتا ہے۔ فرشتے اس کی پیٹھ اور چہرے پر کوزے برسارہے ہوتے ہیں۔ مارتے مارتے کمر تک پہنچتے ہیں پھر مارتے مارتے سینے تک پہنچتے ہیں۔ پھر اسی طرح مارتے مارتے اس کے حلق تک آتے ہیں۔ پھر وہ چنگاریاں اور تباہی کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ پھر ملک الموت کہتا ہے اے خبیث روح بادِ سموم، گرم پانی اور گرم سائے کی طرف نکل۔ جب وہ روح کو نکال لیتے ہیں تو روح جسم کو کہتی ہے اے جسم اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے بدترین سزا دے۔

تو مجھے نافرمانی کی طرف جلدی لے جاتا تھا۔ اور نیکی سے منع کرتا تھا تو خود بھی عذاب میں مبتلا ہوا اور مجھے بھی ہلاکت میں ڈالا ہے۔ یہی کچھ جسم بھی روح سے کہتا ہے اور زمین کے جن حصوں پر یہ گناہ کرتا تھا۔ وہ اس پر لعنت کرتے ہیں۔ انکسار ابلیس، ابلیس کے پاس جا کر خوش خبری دیتا ہے کہ ہم نے ایک آدم زاد کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔

جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر کو اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے کہ دائیں طرف کی پسلیاں بھینچ کر بائیں طرف آ جاتی ہیں اور بائیں طرف کی بھینچ کر دائیں طرف آ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سیاہ سانپ بھیجتا ہے جو اسے ڈستے ہیں۔ پھر دو

فرشتے بھیجتا ہے جو اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں تو اس کو کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے جاننا چاہا اور نہ پڑھا پھروہ ایسے گمراہ اس کو مارتے ہیں کہ قبر میں چنگاریاں اڑتی ہیں پھر وہ فرشتے اسے کہتے ہیں کہ اوپر دیکھ جب دیکھتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلا ہوا نظر آتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا اگر تو اللہ کی اطاعت کرتا تو تیرا یہ مقام ہوتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت اس کو ایسی حسرت ہوگی کہ کبھی نہ ختم ہوگی۔ پھر اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے کہ اے دشمن خدا تیری نافرمانیوں کی وجہ سے آج تیرا یہ ٹھکانہ ہے۔ پھر ستر (۷۷) دروازے دوزخ کے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جن سے قیامت تک گرمی اور بادِ موم آتی رہے گی۔ یہاں تک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے جہنم کی طرف اٹھائے گا۔

۵۔ پاک روح اور خبیث روح:

ابن ماجہ و ترمذی (یہ دونوں حدیث کی مستند کتابیں ہیں) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر کوئی بندہ نیک ہو تو فرشتے اس کے پاس آ کر کہتے ہیں اے پاکیزہ جسم میں رہنے والی پاک روح اپنے رب کی رحمت و مہربانی کی طرف نکل اور ایسے رب کی طرف آ جو تجھ پر نرا ضی ہے۔ غضب ناک نہیں۔ یہ اس وقت تک کہا جاتا ہے کہ جب تک اس کی روح باہر نہیں نکل آتی پھر اس کو نکال کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں جب دروازہ کھولتے

ہیں تو سوال ہوتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ کہتے ہیں فلاں ابن فلاں، اندر سے خوش آمدید کہا جاتا ہے اور اندر آئے کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔ اگر آدمی بدکار ہو تو فرشتے یوں کہتے ہیں کہ اے ناپاک جسم میں رہنے والی خبیث روح نکل اور جہنم و عذاب اور دیگر عذابوں کی تجھے خبر ہو اس رب کی طرف نکل آ جو تجھ سے نازاں ہے۔ فرشتے اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کی روح باہر نکل آتی ہے۔ پھر اس کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے۔ جب دروازہ کھلوا یا جاتا ہے تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے تو یہ کہتا ہے کہ فلاں ابن فلاں اندر سے جواب دیا جاتا ہے اے خبیث روح خوش آمدید نہ ہو۔ تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے پھر اس کو وہاں سے قبری کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

باب (۵)

حیات برزخی کے متعلق عجیب و غریب

واقعات

۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

کہ تیرے آنے تک انتظار کروں گا:

اسی باب میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے ربیع بن حراش سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آیا تو مجھے بتایا گیا کہ تیرا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ میں جلدی سے پہنچا تو اس کو کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ میں اپنے بھائی کے سر کے پاس اس کے لئے مغفرت کی دعا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگا۔ اچانک اس نے کپڑا اٹھایا اور کہا ”السلام علیکم“، ہم نے کہا ”علیکم السلام“، سبحان اللہ تو اس نے بھی سبحان اللہ کہا اور کہنے لگا کہ میں تم سے جدا ہو کر بارگاہ خداوندی میں پہنچا جہاں میں نے اپنے رب سے ملاقات کی جو مجھ سے راضی تھا۔ اس نے مجھے خیر، سندس اور استبرق کے لباس پہنائے اور میں نے معاملہ اس سے آسان پایا جتنا کہ تم

گمان کرتے تھے۔ اب دیر نہ کرو کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ تمہیں بشارت دے کر آؤں۔ مجھے جلدی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے چلو۔ کیونکہ انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے آنے تک میں انتظار کروں گا۔ یہ کہا اور پھر حسب سابق مر گیا۔

۲۔ ابوالقاسم علیہ السلام میرا جنازہ پڑھنے کیلئے

انتظار فرما رہے ہیں:

ابونعیم نے ربیع سے روایت کی کہ ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سے نسبتاً زیادہ صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ اس کا وصال ہوا تو ہم اس کے ارد گرد جمع تھے۔ اچانک اس نے کپڑا اٹھا کر کہا السلام علیکم ہم نے کہا وعلیکم السلام، کیا موت کے بعد بھی حیاتی ہے اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے تمہارے بعد اپنے رب سے ملاقات کی جو مجھ پر ناراض نہیں تھا۔ اس نے مجھے اپنی رحمت میں لے لیا اور استبراق کا لباس پہنایا اور سنو کہ ابوالقاسم علیہ السلام میرا جنازہ پڑھنے کیلئے انتظار فرما رہے ہیں لہذا جلدی کرو اور دیر نہ کرو یہ کہہ کر وہ پھر پہلے کی طرح خاموش ہو گیا۔ یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ میری امت سے ایک مرد مرنے کے بعد بھی کلام کرے گا۔ ابونعیم نے اس حدیث کو مشہور کیا اور امام بیہقی نے ”دلائل النبوة“ میں اس کو ذکر کیا

اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

۳۔ موروں عجبی نے اپنے چہرہ سے کپڑا اٹھاتے ہوئے کہا کہ تم نے کچھ دیکھا؟

جوہر نے اپنی تفسیر میں ابان ابن ابی عیاش سے روایت کی ہے کہ موروں عجبی کی وفات کے موقع پر ہم حاضر تھے۔ جب انہیں کفن پہنایا گیا تو ہم نے دیکھا کہ ان کے سر سے ایک ایسا نور نکلا جو چھت سے پار ہو گیا۔ پھر ایسا ہی نور ہم نے پیروں کی طرف سے نکلتا ہوا دیکھا اور یوں ہی پھر ان کے درمیان سے نکلا۔ ہم تھوڑی دیر بٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھاتے ہوئے کہا کہ تم نے کچھ دیکھا؟ ہم نے کہا ہاں اور پھر ہم نے جو کچھ دیکھا تھا انہیں بتا دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سورۃ سجدہ ہے جسے میں ہر روز رات کے وقت پڑھتا تھا جو نور تم نے میرے سر سے نکلتا ہوا دیکھا وہ اس سورۃ کی پہلی چودہ آیات ہیں اور جو قدموں کی طرف سے نور نکلا وہ اس کی آخری چودہ آیات ہیں اور درمیان سے جو نور نکلتا ہوا تمہیں دکھائی دیا وہ خود سورۃ سجدہ تھی جو کہ میری شفاعت کرنے کے لئے اوپر کی طرف گئی تھی اور ابھی میری حفاظت کے لئے ”سورۃ تبارک“ باقی ہے۔ یہ کہا اور پھر خاموش ہو گئے۔

۴۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ جو کچھ تیرے ساتھ ہوا اس کا تجھ کو پتہ ہے؟

ابن ابی الدنیا نے کتاب ”من عاش بعد الموت“ میں ایک اور طریق سے موروں عجبی سے روایت کیا کہ ہم ایک بے ہوش شخص کے پاس موجود تھے۔ اس کے سر سے ایک نور نکلا جو چھت کو چھڑ کر نکل گیا پھر ایسا ہی نور اس کی ناف اور قدموں سے نکلا پھر جب اس کو ہوش آیا تو ہم نے پوچھا کہ جو کچھ تیرے ساتھ ہوا اس کا تجھے پتہ ہے؟ اس نے کہا ہاں میرے سر سے نکلنے والا ”نور الم تنزیل“ کا نور تھا اور ناف سے نکلنے والا آیت سجدہ اور پاؤں سے نکلنے والا سورۃ سجدہ کا نور تھا۔ یہ میری شفاعت کے لئے گئے تھے اور ابھی ”سورۃ تبارک“ میری حفاظت کے لئے باقی ہے جس کو میں ہر رات پڑھا کرتا تھا۔

۵۔ قطع رحمی کرنے والا، شرابی اور مشرک جنت میں نہیں جائیں گے:

ابن ابی الدنیا نے مغیرہ بن خلف سے روایت کیا کہ رو بہ بنت سبحان کا انتقال ہو گیا اس کو غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا تو اس نے حرکت کی اور لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا تم کو خوشخبری ہو۔ میں نے معاملہ اس سے بہت آسان پایا جتنا کہ تم ڈرتے ہو۔ میں نے یہ پایا کہ قطع رحمی کرنے والا، شرابی اور مشرک جنت میں نہیں جائیں گے۔

۶۔ جو میری روح قبض کرنے کو آئے ہیں وہ تبرا کرنے والوں پر لعنت کرتے ہیں:

ابن ابی الدنیا نے خلف بن حوشب سے نقل کیا کہ مدائن میں ایک شخص کا وصال ہو گیا تو اس کو کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا۔ اچانک اس نے حرکت کی اور کپڑوں کو ہٹا کر کہنے لگا کہ داڑھیوں کو خضاب لگانے والی ایک قوم اس مسجد میں ہے جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرتے اور تبرا کرتے ہیں اور جو میری روح قبض کرنے کو آئے ہیں وہ ان پر لعنت کرتے اور تبرا کرتے ہیں یہ کہہ کر پھر وہ مر گیا جیسا کہ پہلے تھا۔

۷۔ تبرا کرنے والا افسوس افسوس کی صدا میں بلند کرنے لگا:

اور اسی کو روایت عبد الملک بن عمیر و ابی الخطیب یوں بیان کیا گیا کہ میں مدائن میں ایک میت کے پاس موجود تھا جس کے پیٹ پر اینٹ رکھی تھی۔ ہم وہاں ہی تھے کہ اس نے چلاٹنگ لگائی اور اینٹ و در جا گری۔ وہ افسوس افسوس کی صدا میں بلند کرنے لگا۔

اس حالت کو دیکھ کر اس کے ساتھی گھبرا گئے۔ میں اس کے قریب ہوا اور پوچھا کہ تجھے کیا ہوا تو نے کیا دیکھا؟ تو اس نے کہا میں بعض اہل کوفہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا جنہوں نے مجھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں بکنے

اور تبرا پر لگا دیا تھا میں نے کہا خدا تعالیٰ سے معافی مانگ اور پھر ان کے پاس نہ جانا۔ اس نے کہا کہ اب مجھے اس کا کیا فائدہ انہوں نے مجھے جہنم تک پہنچا دیا ہے۔ مجھے نار جہنم دکھائی گئی اور کہا گیا کہ اپنے ساتھیوں کو بتا کر پھر اس کی طرف لوٹ آ، ادھر اس نے یہ بات ختم کی اور ادھر پہلے کی طرح مردہ ہو گیا۔

۸۔ عبد الملک اور حجاج کی آنتوں کو آگ کی طرف کھینچا جا رہا ہے:

ابن عساکر نے ابن معشر سے روایت کیا کہ مدینہ میں ایک شخص مر گیا۔ جب اس کو غسل دینے کے لئے تختہ پر رکھا گیا تو وہ اٹھ کر سیدھا بیٹھ گیا آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار یہ کہا کہ خیر کی آنکھوں نے عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کو دیکھا کہ ان آنتوں کو آگ کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ یہ کہتے ہی پہلی حالت پر لوٹ گیا۔

۹۔ عبد الملک اور حجاج اپنی آنتوں کو آگ کی طرف کھینچ رہے ہیں:

ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم سے روایت کیا کہ مسور بن مخرمہ بے ہوش ہو گئے جب اتفاقاً ہوا تو کہنے لگے۔ شہد ان لا الہ الا اللہ و شہد ان محمد رسول اللہ۔ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رفیق اعلیٰ میں ہیں اور عبد الملک بن مروان اور حجاج اپنی آنتوں کو آگ کی طرح کھینچ رہے ہیں۔ یہ واقعہ عبد الملک اور حجاج کی حکومت سے

پہلے کا ہے کیونکہ سور بن مخرمہ نے ۶۴ھ میں مکہ میں وفات پائی جب کہ حجاج کی ولایت ۷۰ھ سے بعد ہے۔

۱۰۔ ایک شخص کا مرنے کے بعد چند روز کے لئے واپس

لوٹنا اور اپنا حال بتانا:

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک مریض کے گرد بیٹھے تھے۔ وہ ٹھنڈا ہوا اور مر گیا۔ ہم نے اس کو کپڑوں میں لپیٹ دیا اور اس کی تجہیز و تکفین کا سامان مہیا کرنے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا۔ جب ہم اس کو غسل دینے لگے تو اس نے حرکت کی۔ ہم نے کہا کہ سبحان اللہ! ہم تو یہ دیکھ رہے تھے کہ تو مر گیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں واقعی مر گیا۔ مجھے قبر میں لے جایا گیا اور مجھے ایک خوبصورت اور خوشبو دار انسان نے قبر میں رکھ کر کانٹوں سے ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد ایک بدبودار عورت آئی جس نے اس بزرگ کے سامنے میرے گناہ بیان کرنے شروع کر دیے کہ خدا کی قسم یہ ایسا ہے یہ ویسا ہے مجھے اس وقت بہت شرم آئی تو میں نے اس بزرگ سے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اور اس کو تنہا چھوڑ دیں۔ انہوں نے بے ایسا ہی کیا پھر وہ عورت مجھے کہنے لگی کہ چلو میں تیرے ساتھ مقدمہ لڑوں گی۔ اور وہ مجھے ایک کھلے مکان میں لے گئی۔ اس میں ایک طرف چاندی کا آبشار تھا۔ اور دوسری طرف مسجد تھی۔ ایک شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے سورہ نحل پڑھی جس میں انہیں مقابلہ لگ گیا۔ میں نے انہیں لقمہ دیا تو وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تجھے یہ سورہ یاد ہے میں نے کہا ہاں۔

انہوں نے کہا کہ یہ نعمتوں والی سورہ ہے پھر انہوں نے ایک گنا اٹھایا اور صحیفہ نکال کر پڑھنے لگے وہ کالی عورت کہنے لگی کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے اور وہ حسین چہرے والے بزرگ میری نیکیاں بیان کرنے لگے۔ اس پر نمازی بزرگ نے فرمایا کہ ہے تو یہ ظالم مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمادیا۔ اور اس کی موت کا ابھی وقت نہیں آیا اس کے مرنے کا وقت سوموار کو ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اگر میں سوموار کو نہ مروں تو پھر سب کچھ ہڈیاں ہوگا اور پھر جب سوموار کا دن آیا تو وہ شخص بالکل صحیح و سالم تھا مگر دن ختم ہونے کے قریب تھا کہ اچانک وہ مر گیا۔

۱۱۔ ایک عورت کا مرنے کے بعد جعفر بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ساتویں آسمان پر دیکھنا:

ابن عساکر نے قرہ بن خالد سے روایت کیا کہ ہمارے خاندان کی ایک عورت کا وصال ہوئے سات دن گزر گئے۔ مگر ہم ان کو اس بناء پر دفن نہیں کرتے تھے کہ ان کی ایک رگ ابھی تک حرکت کر رہی تھی۔ پھر وہ بول پڑیں کہ جعفر بن زبیر کا کون سا عمل ہے۔ حالانکہ جعفر کا انتقال اس زمانے میں ہو چکا تھا کہ جس کا ان کو پتہ بھی نہیں تھا۔ ہم نے کہا کہ وہ انتقال فرما چکے۔ اس پر وہ کہنے لگیں کہ خدا کی قسم میں نے ان کو ساتویں آسمان پر دیکھا۔ فرشتے انہیں بشارتیں سن رہے ہیں اور میں ان کو کفنوں میں پہچان رہی ہوں۔ فرشتے یہ کہہ رہے ہیں کہ محسن آیا ہے۔ محسن آیا ہے۔

۱۲۔ جن گناہوں سے توبہ کر لی، وہ مٹا دیئے گئے اور جن سے توبہ نہ کی، وہ باقی رہے:

ابن ابی الدنیا نے صالح بن یحییٰ سے روایت کیا کہ مجھے میرے ایک ہمسایہ نے بتایا کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اس کے اعمال اس پر پیش کئے گئے اس نے کہا کہ جن گناہوں سے میں نے توبہ کر لی تھی وہ مٹا دیئے گئے اور جن سے توبہ واستغفار نہ کی تھی وہ بدستور باقی تھے۔ یہاں تک کہ ایک انار کا دانہ بھی جو میں نے اٹھا کر کھایا تھا اس کے عوض میں بھی نیکی لکھی گئی تھی۔

اور ایک دن نماز میں آواز بلند قرات کر رہا تھا کہ میرا بڑا بھائی بھی سن کر نماز پڑھنے لگا تو اس کے بدلے میں بھی نیکی لکھی گئی۔ ایک دفعہ میں ایک قوم کے پاس موجود تھا ایک مسکین آیا تو اس کو ایک درہم محض ان لوگوں کی وجہ سے دیا۔ جس کا مجھے نہ تو کوئی نفع ہوا اور نہ ہی نقصان۔

۱۳۔ جو روجہاء کے دور میں حق پر عمل کرنے والا:

ابن عساکر نے ابن ماثون سے روایت کیا کہ میرا باپ ماثون فوت ہو گیا۔ ہم نے غسل دیے کے لئے ان کو تختے پر رکھا جب غسل دیئے والا داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک رگ ان کے قدموں کے نیچے کی طرف حرکت کر رہی ہے۔ ہم نے غسل مؤخر کر دیا۔ تین دن گزرے تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ ستولاً وہم ستولے آئے جو انہوں نے پی لئے۔ ہم نے کہا کہ جو معاملہ تمہارے ساتھ ہوا وہ ہمیں بتاؤ۔

انہوں نے کہا کہ ایک فرشتہ میری روح کو لے کر آسمان دنیا پر پہنچا اور دروازہ کھلوایا۔ وہ دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر تمام آسمانوں پر اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک ساتویں آسمان پر پہنچے۔ اس فرشتے سے پوچھا گیا۔ تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے جواب دیا ماثون تو انہوں نے کہا کہ ابھی تو اس کا وقت نہیں آیا بلکہ اس کی عمر میں اتنا وقت باقی ہے۔ پھر وہ نیچے آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ کی دائیں جانب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور بائیں طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور سامنے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے اپنے ساتھ والے فرشتے سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو اس نے کہا کہ ان کو نہیں پہچانتا؟ میں نے کہا میں بختہ علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ حضور علیہ السلام کے بہت قریب ہیں تو اس نے کہا کہ کیوں نہ ہوں۔ انہوں نے جو روجہاء کے دور میں حق پر عمل کیا جبکہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حق کے دودھ میں حق پر عمل کیا۔

۱۴۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف شکم مادر

سے ہی خوش نصیب تھے:

ابن ابی الدنیا اور حاکم نے ”مستدرک“ میں۔ بیہقی نے ”دلائل“ میں اور ابن عساکر نے اپنی ”سند“ سے روایت کیا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر شدید بیمار ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ سب ان کے پاس سے اٹھ گئے اور ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ

دیا۔ پھر انہیں افاق ہو گیا، تو فرمایا کہ میرے پاس سخت بد خو، دو فرشتے آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جلو ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس تاکہ تمہارا فیصلہ کرائیں۔ جب وہ مجھے لے کر جا رہے تھے، دو نہایت نرم طبیعت اور رحم والے فرشتے ملے۔ انہوں نے پوچھا اس کو کہاں لے جا رہے ہو؟۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فیصلہ کے لئے تو ان مہربان فرشتوں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس کی قسمت میں تو پہلے ہی سعادت لکھی جا چکی ہے۔ یہ تو شکم مادر سے ہی خوش نصیب آئے ہیں۔ اس کے بعد ایک ماہ تک زندہ رہنے کے بعد آپ نے وفات پائی۔

۱۵۔ ہم ابھی گھر بھی نہ پہنچ سکے تو اس کا انتقال ہو گیا:

ابوبکر شافعی نے ”غیلانیات“ میں سلام بن اسلم سے روایت کی کہ میں فضل بن عطیہ کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف چلا۔ جب ہم فیداء کے مقام پر پہنچے تو اس نے آدھی رات کو مجھے جگایا۔ میں نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں تجھے وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ آپ تو بہت صحیح سلامت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ ہمیں تیری روح قبض کرنے کا حکم ملا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر کچھ تاخیر کریں تو میں حج پورا کر لوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا حج قبول فرمایا ہے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ شہادت والی اور درمیانی انگلی کھولو جب اس نے دونوں انگلیاں کھولیں تو ان کے درمیان سے دو کپڑے نکلے جن کی سبز رنگ زمین و آسمان کے مابین پھیل گئی۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ تیرا جنتی کفن ہے اور پھر فرشتے نے ان کپڑوں کو لپیٹ کر

اپنی انگلیوں میں رکھ لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ابھی گھر بھی نہ پہنچ سکے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

۱۶۔ وہ مخلوق جو صرف خوشبو سے محفوظ ہوتی ہے:

سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ ”سنن“ میں روایت کی کہ سلمان کو کہیں سے کستوری ملی تو انہوں نے اپنی بیوی کے پاس ودیعت رکھ دی۔ جب ان کا وقت وصال آیا تو کہا کہ کہاں ہے میری امانت؟ بیوی نے کہا کہ وہ یہ ہے۔ آپ نے کہا کہ اس کو بنگلو کر میرے بستر کے گرد چھڑکاؤ کر دو کیونکہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق آنے والی ہے جو نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے البتہ خوشبو سے محفوظ ہوتی ہے۔

۱۷۔ اس نے اپنے نفس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی

اس کو محفوظ فرما دیا:

ابن ابی الدنیا نے ابویکین سے روایت کیا کہ جب کوئی قریب الموت ہوتا ہے تو ملک الموت کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے سر کو سونگھو تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے سر سے قرآن کی خوشبو آتی ہے پھر حکم ہوتا ہے کہ اس کے قلب کو سونگھو تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے دل سے صیام کی خوشبو آتی ہے پھر قہموں کو سونگھنے کا حکم دیا جاتا تو وہ کہتا ہے کہ اسکے قدموں سے قیام کی خوشبو آ رہی ہے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو محفوظ فرما دیا ہے۔

۱۸۔ داؤد بن ہند کا خواب:

ابن ابی الدنیا نے کتاب "مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ" میں ذکر کیا کہ داؤد بن ہند سخت بیمار ہو گئے تو انہوں نے خواب میں ایک شخص کو آتے دیکھا جس کا سر بڑا اور کندھے چوڑے تھے گویا وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کو زلی (زنگی) کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے دیکھ کر "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھا اور اس سے کہا کہ کیا تو مجھے مارنا چاہتا ہے کیا میں کافر ہوں؟ کیونکہ میں نے سنا ہوا تھا کہ کافروں کی روح کالے رنگ کا فرشتہ قبض کرے گا۔ اسی دوران اچانک گھر کی چھت پھٹ گئی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک سفید لباس والا شخص میری طرف اتر رہا ہے پھر اس کے پیچھے ایک اور آیا تو وہ دو ہو گئے۔ ان دونوں نے کالے رنگ والے شخص کو لکڑا تو وہ بھاگ گیا اور دور سے دیکھنے لگا۔ یہ دونوں اس کو ڈانٹ رہے تھے پھر ان میں ایک میرے سر کے قریب آیا اور دوسرا قدموں کے قریب بیٹھ گیا۔ سر کی طرف والے نے قدموں والے کو کہا کہ ذرا اس کو مس کر کے دیکھو۔ اس نے میری انگلیوں کو چھوا اور کہنے لگا کہ یہ ان کے ساتھ بکثرت نماز کی طرف چلا کرتا تھا پھر یوں ہی قدموں والے نے سر والے کو کہا کہ اس کو مس کرو۔ اس نے میرے جڑے کو مس کیا اور کہا کہ: گر خداوندی سے تر ہے۔

۱۹۔ وہ تکبیر جو اس نے خلوص کے ساتھ

انظار کیہ میں کہی تھی:

حکیم ترمذی نے "نوار الاصول" میں ایک اور سند کے ساتھ ہند بن سعید سے جس نے ابو قلابہ سے روایت کیا کہ ان کا ایک بھتیجا تھا جو شدید بیمار ہوا۔ جب وہ قریب الموت تھا تو ابو قلابہ نے رات ان کے پاس گزاری۔ اچانک رات کو دیکھا کہ ذویاہ شخص اترے جن کے پاس کلباڑا تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس شخص کے پاس جا کر دیکھو کیا اس نے کوئی نیک عمل پاتے ہو؟ وہ آیا اور اس نے میرے بھتیجا کے سر کو سونگھا، پھر پیٹ کو پھر قدموں کو اور میں سن رہا تھا کہ اس نے اپنے ساتھی سے کہا میں نے اس کے سر کو سونگھا تو قرآن کی خوشبو نہیں آئی۔ پیٹ کو سونگھا تو صیام کی خوشبو نہیں پائی۔ اور قدموں کو سونگھا تو ان سے رات کے قیام کی خوشبو نہیں آئی۔

پھر دوسرا آیا۔ اس نے بھی اسی طرح ہتھیلیوں، پیٹ اور پھر قدموں کو سونگھا اور کہا کہ کتنی عجیب بات ہے یہ شخص جناب رسول اللہ ﷺ کا امتی ہے مگر ان خصلتوں میں سے اس میں کوئی بھی موجود نہیں۔ اس کے بعد کا ایک اور ان کا ساتھی آیا اور اس کا منہ کھول کر زبان کو ایک طرف سے پکڑا اور نچوڑا۔ پھر میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ اکبر میں نے اس میں وہ تکبیر پائی جو اس نے خلوص کے ساتھ انظار کیہ میں کہی تھی۔ اس سے کستوری کی خوشبو نکل رہی تھی پھر اس کی روح قبض کر لی گئی اور اس فرشتے نے دروازے پر گھڑے دونوں سیاہ فرشتوں سے کہا کہ پلٹ جاؤ۔ تمہارے

لئے اس میں کوئی راستہ نہیں صبح ہوتے ہی ابوقلاب نے یہ سب کچھ لوگوں کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ یہ تکبیر تو انطاکیہ میں کہی گئی تھی ابوقلاب نے کہا مجھے خدا وحدہ لا شریک کی قسم میں نے فرشتوں کے منہ سے انطاکیہ ہی سنا ہے پھر وہ لوگ اس کے بھتیجے کے جنازہ کی طرف لپکے۔

۲۰۔ میرے بندے کو میرا سلام کہنا:

ابوالقاسم بن مندہ نے ”کتاب الاحوال“ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جب اللہ تعالیٰ کسی مومن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کو میرا سلام کہنا۔ چنانچہ ملک الموت جب روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ تجھے تیرے رب نے سلام کہا ہے۔

مردزی وابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابن ابی الدنیا نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب ملک الموت کسی مومن کی روح قبض کرنے کو آتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ تجھے تیرا رب سلام کہتا ہے۔

موافق رسالہ غنی اللہ عنہ کہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ
وَمِنْكَ السَّلَامُ وَالْاَيْتُ
يَرْجِعُ السَّلَامُ وَاَدْخِلْنَا
دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا
وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ ۔

(اے اللہ، تو ہی سلامتی (دینے والا ہے۔ تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی کا رجوع ہے اے ہمارے رب، ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں سلامتی والے گھر میں داخل فرما۔ اے ہمارے رب، تو برکت والا اور بلند ہے، اے جلال و عزت والے۔)

۲۱۔ گرنہ بیند بروز شپہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ:

موافق نے اس باب میں چند احادیث دو برگزیدہ حضرات شافعیہ یعنی شیخ ابن حجر مکی اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے ذکر کی ہیں۔ اگرچہ اس باب میں سادات حنفیہ سے بھی متعدد روایات واقوال منقول ہیں۔ مگر حضرات شافعیہ کی مرویات کو ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اکثر و بابیہ ان احادیث کو ضعیف و موضوع قرار دیتے ہیں جو احناف سے مروی ہوں اور روایات شافعیہ کو معتبر و معتبر سمجھتے ہیں۔ اور اگر وہ ان کو بھی نہ مانیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ہم نے کچھ احادیث ذکر کیں ہیں وہ تو انہوں کیلئے ہیں نہ کہ بیگانوں کے لئے روح رحمانی ہونی چاہیے جو حضور اقدس

ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قبول کرے اور یومنون بالغیب کا مصداق ہو۔ ظاہر بینوں کی روح حیوانی ان حکایات کو کب قبول کر سکتی ہے۔

اگر چکاوڑ کی آنکھ دن کو نہ دیکھے تو سورج کا اس میں کیا گناہ ہے۔

گر نہ بیند بردز شہرہ چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں۔

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ
وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

(اور انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف
دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی
نہیں سوچتا۔)

پ ۹ سورہ الاعراف ۲۴

آیت ۱۹۸

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ
الشَّاهِدِينَ

(اے ہمارے رب، ہم اس پر
ایمان لائے جو تو نے اتارا اور
رسول کے تابع ہوئے، تو ہمیں
حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ
لے)

پ ۳ سورہ آل عمران

آیت ۵۳

اگرچہ بظاہر احادیث مذکورہ کا اصل سوم یعنی نداء غیب سے کوئی تعلق نہیں مگر
از روئے انصاف جب غور سے دیکھا جائے تو ان کا اس اصل سے برا تعلق ہے۔

اصل (۴) الف

ائمہ مذاہب اربعہ کی

اتباع و تقلید

باب (۱)

علماء مجتہدین کی اطاعت کے بارے میں ثبوت قرآنی،
اقوال محدثین، ارشادات مفسرین
۱۔ محدثین کا کام حدیث کی روایت کی صحت میں کوشش
کرنا ہے اور مجتہدین کا کام قرآن و حدیث سے مسائل
کا استنباط ہے:

اللہ تعالیٰ تجھے سعادت کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔ ہم
دور افتادہ لوگوں تک احکام شریعت جن علماء راہنہ اور اولیاء کا ملین کے ذریعے سے
پہنچے وہ دو قسم کے حضرات ہیں محدثین کرام اور مجتہدین عظام۔

۱۔ محدثین کا کام لفظ حدیث کی تقلید اور اس کی روایت کی صحت میں کوشش کرنا
ہے۔ چنانچہ اس جماعت کے ائمہ اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔

حَٰزِ اَہْمَ اللّٰہُ عَنَّا حَیْوَ الْجَزَّ

۲۔ اور مجتہدین کا کام آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
سے مسائل کا استنباط و استخراج ہے اور اس جماعت کے اکابر ائمہ بھی اپنے مقصد میں
کامیاب ہوئے اہل عقل و دانش چاہتے ہیں کہ عبادت و معاملات میں ہمارا عمل احکام
پر ہے مگر بسبب بعد زمان کے ناخ و منسوخ حکم و مابول مقدم و موخر اور نصوص متضادہ

میں تطابق سے ہم ناواقف ہیں بناء براین اہل حق کے لئے اس دور میں سوائے اس
کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے مجتہد کی تقلید کریں جو قرب زمان، کثرت علم
کثرت روایت کمال تقویٰ اور ملکہ استنباط جیسے اوصاف سے متصف ہو۔

۲۔ مجتہدین کے سوا کسی کو قرآن و حدیث سے
مسائل اخذ کرنے کا حق نہیں پہنچتا

۱۔ حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ الْحَدِيثُ مُضِلٌّ إِلَّا لِفَقَّهَاءَ
یعنی غیر فقہاء کے لئے حدیث گمراہی کا باعث بن سکتی ہے۔ ابن امیر حاج مالکی رحمۃ
اللہ علیہ "مذخل" میں فرماتے ہیں کہ فقہاء معانی حدیث کے سب سے زیادہ عالم ہوتے
ہیں جیسا کہ ترمذی نے "ابواب الجنائز" اور ابن حجر نے "قلائد" میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ بلکہ خود امام غیر مقلدین ابن قیم کتاب "اعلام الموقعین" میں لکھتا ہے کہ کسی
شخص کو کتاب و سنت سے مسائل اخذ کرنے کا اس وقت تک حق نہیں پہنچتا۔ جب تک
اجتہاد کی تمام شرائط اس میں موجود نہ ہوں۔

۳۔ صاحب کفایہ تحریر فرماتے ہیں کہ عام آدمی جب کوئی حدیث سنے تو اس کے
لئے ظاہری معنی مراد لینا جائز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے وہ حدیث ظاہری معنی پر نہ ہو یا
منسوخ ہو چکی اور فتویٰ اس کے غیر پر ہو۔ اسی طرح تقریر شرح تحریر میں اس کے بعد
یہ الفاظ بھی ہیں۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ فقہاء کی طرف رجوع کرے۔

۴۔ سید سمود علیہ الرحمۃ "عقد فرید" میں لکھتے ہیں کہ محقق حنفیہ کمال بن ہمام
رحمۃ اللہ علیہ نے امام رازی سے نقل فرمایا کہ (تمام) محققین کا اس پر اجماع ہے کہ
عوام کو مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید کرنا منع ہے بلکہ انہیں ان بزرگوں کی

تقلید کرنی چاہیے جو صحابہ کے بعد آئے اور احکام دینیہ کی تسہیل و تدوین فرمائی۔

۳۔ عوام کو فقہاء کی تدوین و ترتیب پر عمل کرنا چاہیے:

1۔ صاحب مسلم الثبوت فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تقلید کرنا باجماع محققین منع ہے بلکہ عوام کو ان حضرات کی اتباع کرنی چاہیے جنہوں نے احکام شرعیہ کی تسہیل و ترویج، تہذیب، تنقیح، تفریق و تعلیل اور تفصیل و تشریح کی ہے۔ ابن الصلاح نے غیر ائمہ کی تقلید کی منوعیت کے لئے اسی کو بنیاد بنایا ہے۔

2۔ شرح ”منہاج الاصول“ میں ہے۔ امام الحرمین کتاب ”البرہانین“ میں فرمایا کہ محققین کا اس پر اجماع ہے کہ عوام کو مذاہب صحابہ پر نہیں بلکہ مذاہب ائمہ پر عمل کرنا لازم ہے۔ اب جو کوئی اس اجماع کی خلاف ورزی کرے تو اسے گمراہ ہی کہا جائے گا۔ صحابہ کرام تو امور جہاد اور ترقی اسلام میں اتنے مشغول تھے کہ تفسیر و حدیث کی کتب مدون کرنے کی انہیں فرصت ہی نہ مل سکی اور ان کے دلوں پر انوار رسالت اس قدر جلوہ گر تھے کہ کسی کتاب کی انہیں ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہر صحابی رسول اللہ ﷺ کے نور کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن تھا۔

۴۔ جب خیر القرون کا زمانہ انتہاء کو پہنچا تو اختلافات پیدا ہو گئے:

اور جب زمانہ خیر القرون انتہاء کو پہنچا تو بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ لوگ ایک دوسرے کے خلاف صحابہ کے اقوال نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ لہذا اہل حق کو انتہائی پریشانی کا سامنا ہوا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے

فضل و کرم سے امت مرحومہ میں سے چار ایسے افراد کو پیدا فرمایا۔ جو صالح، متقی، برگزیدہ اور استنباط کی طاقت رکھتے تھے۔ مخلوق خدا ان حضرات کی تقلید کی وجہ سے گمراہی کے گڑھوں سے محفوظ ہو گئی اور راہ ہدایت پر آ گئی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤَيِّدُ مَنِ
يَشَاءُ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔)

پ ۲۸ سورۃ

الجمعة آیت ۴

۵۔ اُولُو الْأَمْرِ وہ ہیں جو نصوص سے احکام کو مستنبط کرنے کا علم رکھتے ہیں:

اب وجوب تقلید کے بارے میں ارشاد الہی ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
الرَّسُولَ وَأُولِي
الْأَمْرِ مِنْكُمْ (اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں سے اولوالامر ہیں۔)

پ ۵ سورۃ النساء

آیت ۵۹

- ۱۔ اولوالامر سے مراد مجتہدین ہیں اور مجتہدین یہی چار بزرگ مشہور و معروف ہیں۔
- ۲۔ اس دعویٰ میں دو پہلو ہیں اول یہ کہ اولوالامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں دوم

یہ کہ علماء مجتہدین بھی چار مشہور ائمہ مذاہب اربعہ ہیں۔

۳۔ دعویٰ کی شق اول (یعنی اولوالامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں) کا ثبوت بھی قرآن پاک سے ملاحظہ فرمائیں ارشاد الہی ہے:-

وَكُذِّبَتْهُمْ إِلَى الرَّسُولِ
وَالَّذِي أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ
لَعَلَّهُمُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَ
مِنْهُمْ

(اور اگر اس میں رسول اور اپنے
ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع
لائے تو ضرور ان سے اس کی
حقیقت جان لیتے۔ یہ جو بعد میں
کاوش کرتے ہیں)

پ ۵ سورۃ النساء

آیت ۸۳

یعنی اولوالامر وہ ہیں جو جو نصوص سے احکام کو مستنبط کرنے کا علم رکھتے ہیں۔
۴۔ اور اگر اولوالامر سے مراد احکام وقت لئے جائیں جیسا کہ بعض حضرات کی رائے ہے تو پھر اس میں تفصیل کرنی پڑے گی کہ اگر حاکم صاحب علم و دیانت ہے اور استنباط مسائل کا ملکہ بھی رکھتا ہے جیسا کہ خلفاء راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ حاکم ہیں، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ استنباط کی طاقت رکھتے ہیں۔

۵۔ اور اگر حاکم جاہل، فاسق یا کافر ہے اور امر الہی کے خلاف حکم دیتا ہے تو اس کی اطاعت واجب نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي
مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

(خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی
طاعت نہیں کی جائے گی)

۶۔ اور آیت کریمہ میں ہے

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ
تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ
عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

(اور اگر وہ دونوں (والدین)
تجھ سے کوشش کریں کہ میرا (اللہ)
تعالیٰ کا (شریک ٹھہرائے ایسی چیز
کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا
آیت ۱۵

پارہ ۲۱ سورۃ لقمان

(نہان)

ثابت ہوا کہ اولوالامر سے مراد، ایسے حکمران مراد لینا درست نہیں۔

۷۔ حدیث شریف میں تصریح موجود ہے کہ اولوالامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں۔ داری نے اپنی سند سے حضرت عطاء سے روایت کی ہے کہ اولوالامر سے مراد علم و فقہ والے حضرات ہیں۔

۸۔ تفسیر ”اتقان“ میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرمایا کہ اولوالامر سے مراد اہل فقہ و دین ہیں۔

۹۔ ابن جریر، سنن، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس اور مجاہد سے روایت کیا کہ اس سے مراد اہل فقہ و دین ہیں۔

اور تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۳۷۵، شرح مسلم امام نووی جلد ثانی ص ۱۲۴، تفسیر معالم اور نیشاپوری میں بھی یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔ علماء مجتہدین کی اطاعت کے بارے میں ثبوت قرآنی، اقوال محدثین اور ارشادات مفسرین کے باوجود غیر مقلدوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ خدا اور رسول کے علاوہ کسی کی اطاعت کرنا شرک اور بدعت ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ
رَسُولَہٗ رَسُوْلًا بِمَا يَرْضٰی
بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے
رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق
عطا فرمائی جس پر اس کا رسول
ﷺ راضی ہے (ترمذی، ابوداؤد
دارمی)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ اولوالامر سے مراد مجتہدین ہیں اور مجتہد کی
اطاعت، رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ ہے۔

۲۔ فریضہ عادلہ سے یہ مراد ہے کہ وہ کتاب و سنت سے
مساوی ہو:

دوسری حدیث ابوداؤد وابن ماجہ نے روایت کی کہ العلم ثلاثہ کہ علم تین
ہیں۔ (۱) آیت محکمہ (۲) سنت قائمہ (۳) فریضہ عادلہ۔ شیخ عبدالحق محدث
دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ فریضہ
عادلہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کے مساوی ہو۔ اس سے اجماع و قیاس کی
طرف اشارہ ہے۔ وہ چونکہ کتاب و سنت سے عی مستنبط ہوتے ہیں لہذا ان کو کتاب
و سنت کے مساوی و برابر قرار دیا گیا۔ اور اس کو فریضہ عادلہ سے اس بناء پر تعبیر کیا گیا
تاکہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ ان پر عمل ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ کتاب و سنت پر
خلاصہ اس حدیث کا یہ ہوا کہ اصول دین چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع اور
قیاس۔

بَاب (۲)

۱۔ کتاب ۲۔ سنت

۳۔ اجماع اور قیاس

۱۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ جب

تیرے پاس کوئی معاملہ آئے گا، تو فیصلہ کیسے کرے گا۔

اب اس بحث کی تحقیق میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی حدیث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے

یمن روانہ کیا تو فرمایا جب تیرے پاس کوئی معاملہ آئے گا تو فیصلہ کیسے کرے گا۔ عرض

کی کہ کتاب اللہ سے۔ پھر فرمایا اگر اس میں نہ پائے تو عرض کی سنت رسول ﷺ

سے۔ فرمایا اگر اس میں بھی نہ پائے تو عرض کی کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں

گا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر

ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قاضی کو ہدایت:

تیسری حدیث:- جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شریح کو قاضی مقرر کیا تو انہیں فرمایا کہ قرآن پاک میں غور کرو اگر کوئی حکم قرآن سے صراحتاً مل جائے تو پھر اس کے متعلق کسی سے سوال مت کرو اور اگر وہاں نہ مل سکے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو، اور اگر سنت میں نہ مل سکے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔ (بخاری)

۴۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی مقدمہ لایا جاتا تو آپ کیسے فیصلہ کرتے تھے؟

چوتھی حدیث جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی مقدمہ لایا جاتا تو آپ قرآن پاک میں نظر فرماتے اگر اس کا فیصلہ قرآن مجید میں پاتے تو اس سے فیصلہ فرماتے اور اگر وہاں نہ پاتے تو پھر اس بارے میں حضور علیہ السلام کی سنت معلوم ہوتی تو فیصلہ اس کے مطابق فرماتے اور اگر حدیث بھی اس سلسلہ میں نہ پاتے تو پھر باہر نکلتے اور صحابہ سے اس بارے میں دریافت کرتے اگر وہ سب کسی امر پر متفق ہو جاتے تو اس پر فیصلہ فرما دیتے (بخاری)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس

جب کوئی سوال

لایا جاتا تو آپ کیسے فیصلہ کرتے تھے؟

پانچویں حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس جب کوئی سوال لایا جاتا تھا تو اگر اس کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی فیصلہ پاتے تو قرآن سے فیصلہ کرتے اور اگر قرآن میں نہ پاتے تو سنت رسول ﷺ سے فیصلہ کرتے اور اگر سنت بھی نہ پاتے تو پھر صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے کوئی فیصلہ اس بارے میں موجود ہوتا تو اس کے مطابق کرتے وگرنہ اپنی رائے سے فیصلہ صادر فرماتے اور ایک روایت میں ہے کہ نظر فرماتے اگر کسی معاملہ پر صحابہ کا اجماع پاتے تو اس کے موافق فیصلہ کرتے (بخاری ص ۳۳۳)

دلیل نمبر ۲:

قیامت میں ہر شخص کو اس کے امام کے نام سے بلایا جائیگا:
وجوب تقلید پر دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنْاسٍ
بِاسْمِ رَاسِهِمْ
(جس دن ہر جماعت کو اس کے
امام کے ساتھ بلائیں گے)

سورۃ بنی اسرائیل

آیت ۷۱

اس آیت کے تحت قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں کہ امام سے مراد وہ ہے
جس کی تم اقتداء کرتے ہو یعنی نبی یا دینی پیشوا اور یہی مضمون ”تفسیر مدارک“ میں بھی
ہے۔

۲۔ تفسیر معالم میں ہے کہ سعید بن جبیر نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت کیا کہ امام سے مراد اس زمانہ کا امام ہے جو لوگوں کو گمراہی یا ہدایت کی طرف بلاتا
ہے اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ہر قوم اپنے رئیس کی طرف جمع ہوگی چاہے
وہ خیر میں ان کا رئیس ہو یا شر میں۔

۳۔ تفسیر حسینی میں ہے کہ اس سے مراد وہ پیشوا ہیں جن کی مذہب میں متابعت
کی جاتی ہے مثلاً یوں بلایا جائے گا۔ اے شافعی، اے حنفی، جس امتی کا مقتدا کامل
و مکمل ہو گا وہ اپنے پیروکاروں کی شفاعت کرے گا۔

۴۔ امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام ناصر الدین

باب (۳)

وجوب تقلید پر دلائل

دلیل نمبر ۱:

ائمہ کی تقلید پر اجماع:

اور دعویٰ کی شق ثانی کا ثبوت یہ ہے کہ خیر القرون سے لے کر آج تک انہی
چار مشہور آئمہ کی اطاعت و تقلید پر اجماع امت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے
اور جو علیحدہ ہوا جہنم میں گرا۔ یہ احادیث اس اجماع کے صحیح ہونے پر واضح دلیلیں
ہیں۔

لغائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا تو بعد میں کسی صالح نے خواب میں انہیں دیکھا اور دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے دو فرشتوں نے بٹھایا تاکہ مجھ سے سوال کریں۔ اتنے میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ کیا اس جیسوں سے بھی سوال کی حاجت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں، اس سے بہت جاؤ تو وہ دونوں فرشتے چلے گئے۔

۵۔ امام موصوف اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ صوفیاء فقہاء سب اپنے مریدوں اور مقلدوں کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے پیروکاروں کا روح کے نکلنے وقت، منکر و نکیر کے سوال کے وقت، حشر و نشر اور صراط و حساب کے وقت خیال رکھتے ہیں۔ کسی مرتلے پر ان سے غافل نہیں ہوتے۔ الخ

جب صوفیاء اپنے عقیدت مندوں کا دنیا و آخرت کی مشکلات میں خیال فرماتے ہیں تو ائمہ مجتہدین کا کیا کہنا جو کہ ائمہ مذاہب، اوتاد الارض، اوتاد الدین اور امت مرحومہ پر شارع کے امین ہیں۔ لہذا اہل اور ان من ان ائمہ میں سے جس امام کو چاہو اس کی تقلید کر کے نفس کو خوش اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔ مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے روز ہر شخص کو اس کے امام کے نام سے بلایا جائے گا۔ جس کا امام عالم، مجتہد، متورع اور متقی ہوا تو وہ اپنے مقلد و تابع کی شفاعت کرے گا اور اوصاف جلیلہ ان چاروں اماموں میں بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ
پ ۲۱ سورۃ لقمان ع ۲
آیت ۵

اور یہ آئمہ کرام باتفاق امت منہین الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) ہیں لہذا ان کی متابعت ہم پر لازم و واجب ہے۔

دلیل نمبر ۳:-

مومنین کی راہ سے جدا راہ چلنے والے کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا

و جب تقلید پر قسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّمُ بَأْتُوَلِي
وَنُضِلُّهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ
مَصِيرًا
پ ۵ سورۃ النساء
آیت ۱۱۵

(اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی)

تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۳۷۲ پر لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ سے پوچھا گیا کہ حجیت اجماع قرآن پاک کی کس آیت سے ثابت ہے تو آپ نے تین سو مرتبہ قرآن پاک پڑھا اور پھر آپ نے اسی آیت کریمہ کو اجماع کی حجیت پر دلیل قرار دیا۔ استدلال کی تقریر یوں ہے کہ جب سبیل مومنین کے غیر کا اتباع حرام ہے تو پھر سبیل مومنین کا اتباع بھی ناجائز واجب ہوگا۔ تفسیر مدارک میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ اجماع ح، حاجت ہے اور اس کی مخالفت اسی طرح ناجائز ہے جیسے قرآن و سنت کی مخالفت ناجائز ہے۔ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آیت مقدمہ مخالفت اجماع کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ جب غیر سبیل المومنین کی اتباع حرام ہے تو پھر سبیل المومنین کی اتباع واجب ہوئی۔ اور جب تمام علماء کرام اور صلحاء امت تقلید کو واجب اور غیر مقلدیت کو سخت گناہ قرار دیتے ہیں تو پھر ان تمام بزرگ علماء کی مخالفت اس آیت کریمہ کی مخالفت ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو اس طور پر خطاب فرمایا کہ:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلْعَالَمِينَ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(پ ۶ سورۃ آل عمران کرتے ہو۔)

آیت (۱۱۰)

اور علماء امت نے ترک تقلید کو برا قرار دیتے ہوئے اس سے منع فرمایا۔ تو جو

کوئی ترک تقلید کو جائز سمجھے گا وہ علماء کے قول کی خلاف ورزی کر کے اس آیت کا منکر ہو جائے گا۔ معاذ اللہ من ذلک

نوٹ سوال اور جواب:

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ؟ غیر مقلدوں کے فرقوں میں بھی تو وہابیہ، مرزائیہ اور نیچر یہ وغیرہ جماعت مومنین ہیں تو ان کی اتباع ہی کافی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ غیر مقلدوں کے یہ فرقے شریعت کے چار اصولوں میں سے دو کو بزعم خویش مانتے ہیں اور دو کا انکار کرتے ہیں اس بناء پر یہ سواد اعظم اسلام سے خارج اور اہل سنت و جماعت سے دور ہو گئے۔ لہذا دوزخ سے نجات پانے کے لئے ان کی اتباع کافی نہیں ہے اگر نہ تو ہر باطل فرقہ مثلاً رافضیہ، خارجیہ، معتزلہ، جبر یہ اور قدریہ وغیرہ بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے علماء کے پیروکار ہیں۔ تو جو جواب غیر مقلدین ان کو دیں گے۔ وہی جواب مقلدین کی طرف سے مقلدین کے لئے ہوگا۔

دلیل نمبر ۴:

اہل ذکر سے مراد اولوالامر ہے:

چوتھی دلیل وجوب تقلید پر یہ آیت کریمہ ہے۔

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔
(یعنی اگر تم احکام دین کو نہیں جانتے تو اہل ذکر و دانش سے پوچھو)

پ ۱۴ سورة النحل

آیت ۴۳

اس آیت مقدسہ میں تین امور قابل ذکر ہیں۔ اول سوال کرنا، دوم، سوال بھی ہر کس و ناکس سے نہیں بلکہ اہل ذکر سے۔ سوم، سوال اس وقت ہوگا جب اسے مسئلہ واقعہ قرآن و حدیث سے دستیاب نہ ہو سکے تو پھر اسے اپنے مجتہد مذہب سے سوال کرنا لازم ہے اور جو کوئی کسی سے سوال کرے اور اس کے قول کو اپنے اوپر لازم سمجھے تو وہ اس کا مقلد ہو گیا اور اگر سوال نہ کرے یا سوال تو کرے مگر مجتہد کے قول پر عمل نہ کرے۔ تو وہ غیر مقلد ہو گیا۔ باقی یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے کہ اہل ذکر کون ہے، امام مذہب یا ہر نیم خواندہ۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایک شخص نماز بھی پڑھے گا، روزہ بھی رکھے گا، حج بھی کرے گا اور جہاد میں بھی شریک ہوگا مگر وہ منافق ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب وہ یہ سب کچھ کرے گا تو اس میں نفاق کہاں سے داخل ہوگا۔ ارشاد فرمایا کہ اپنے امام پر طعن کرنے کی وجہ سے حالانکہ اس کا امام اہل ذکر سے ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل ذکر سے مراد وہی اولوالامر ہیں جن کا ذکر دلیل اول میں مذکور ہو چکا ہے اور قول صحیح کے مطابق اولوالامر سے مراد علماء و راہبین اور آئمہ مذہب اربعہ ہیں۔ جن کی

شان میں یہ آیات شریفہ صادق آتی ہیں۔

وَمَا يَذْكُرُوا إِلَّا أُولَئِ الْأَلْبَابِ

پ ۳ سورة بقرہ

آیت ۲۶۹

إِنَّمَا يَذْكُرُوا أُولَئِ الْأَلْبَابِ

پ ۱۳ سورة الرعد

آیت ۹

(اور نصیحت نہیں مانتے مگر

عقل والے)

(نصیحت وہی مانتے ہیں جنہیں

عقل ہے)

(تو عبرت لو اے نگاہ والو)

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِ الْأَبْصَارِ

پ ۲۸ سورة حمشر

آیت ۲

وہ لوگ ہرگز اولوالامر سے مراد نہیں ہو سکتے جنہوں نے فارسی اور اردو کی چند سطریں پڑھ لیں اور زہد و تقویٰ کے کوچہ سے بھی نہ گزرے ہوں نہ ہی علماء ربانین کے پاس کبھی گئے ہوں۔ اور تفسیر قرآن و حدیث اپنی رائے سے کر کے ان احادیث صحیحہ کا مصداق بنتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

احکام شریعت، مجتہدین سے پوچھنے چاہئیں نہ کہ محدثین
و مفسرین سے (۱-۶)

- ۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ جو کوئی بغیر علم کے قرآن پاک میں گفتگو کرتا ہے تو اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔ (ترمذی)
- ۲۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا کر ان سے سوال کریں گے۔ تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (ترمذی)

۳۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم سفر کو نکلے۔ ہم میں سے ایک صاحب کے سر میں پتھر لگا اور وہ زخمی ہو گئے۔ انہوں نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لئے تیمم کی اجازت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تیرے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے کیونکہ تو پانی پر قادر ہے۔ انہوں نے غسل کیا اور فوت ہو گئے۔ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر ہم نے یہ واقعہ عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ خدا انہیں قتل کرے۔ اگر وہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا۔ یقیناً عاجز کی شفا سوال کرنے میں ہے۔

اگر صحابہ کرام مجتہدین صحابہ سے سوال کیے بغیر اپنی رائے سے فتویٰ دیں تو اس قدر عتاب کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قتلہم اللہ تو پھر کتنا افسوس ہے اس دور

کے نیم خواندہ لوگوں پر جو علماء راہنہین کے اقوال کو چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تشریح کرتے ہیں اور غوام الناس کے ایمان کو برباد کرتے ہیں۔ لہذا اس قوم کو ایمان کا لئیر اکھٹا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی بدعتیہ کی سے محفوظ رکھے۔

۴۔ ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ علم دین ہے۔ ذرا غور کرو کہ دین کس سے حاصل کرتے ہو۔ (مسلم، داری)

۵۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں فتویٰ نہیں دیتے تھے فرماتے تھے کہ جب تک یہ عالم تم میں موجود ہے مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ اس لئے کہ ابن مسعود ابو موسیٰ اشعری کی بہ نسبت زیادہ فقیہ تھے رضی اللہ عنہما۔

۶۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی جلالت قدر کے باوجود جب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے تو رفع یدین اور فجر کی نماز میں قنوت کو ترک کر کے نماز پڑھتے۔ کسی نے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ اس جلیل القدر امام کا ادب ہم میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کے پاس حاضر ہو کر اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ ”مرقات شرح مشکوٰۃ“ وغیرہ میں ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شہرت ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسا مرد کامل اور جلیل القدر امام ہی عظمت کو سمجھ سکتا ہے کہ قبر میں آپ کو زندہ جان کر ان کے مذہب کے خلاف عمل نہ فرمایا۔ کیوں نہ ہو کہ تفقہ فی الدین، ان ہی نیک افراد کو بدرجہ اعلیٰ حاصل ہوا اور یہ اس حدیث کا مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقاہت عطا فرماتا ہے (بخاری) احکام شریعت فقیہ کامل اور

مجتہد مذہب ہی سے پوچھنے چاہیں نہ کہ محدثین و مفسرین کرام سے کیونکہ ”ہر کے راہبر کا رہے ساختہ“۔

دلیل نمبر ۶:

علماء مجتہدین کی فرمانبرداری کا امر:

محدثین کرام کو احادیث کی تصحیح اور راویوں کی تنقید کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور مفسرین کرام کو معانی قرآن کے بیان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور ان دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے دائرہ کار میں خوب محنت فرمائی اور بفضل اللہ تعالیٰ اپنے مقصد میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

اور فقہا کرام کو پروردگار عالم نے قرآن و حدیث سے مسائل کے استخراج کے لئے پیدا فرمایا۔ تو انہوں نے احکام شرعیہ کے استخراج و استنباط کے عمل کو نقطہ انتہاء تک پہنچایا اور ہم دور افتادہ لوگوں کے لئے راستہ آسان فرمادیا۔ اور ان حضرات نے خدا داد علم و تقویٰ کی روشنی میں نصوص متناقضہ میں تطبیق دی۔ محکم و مہول، ناسخ و منسوخ اور مقدم و موخر میں امتیاز کیا۔ اسی وجہ سے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک تمام امت مرحومہ نے ان کی تقلید کو اختیار کیا اور ان کی غلامی کو اپنی سعادت سمجھا۔ علماء، سنی، فضلاء، اقلیاء، اقطاب، اوتاد اور راہ حق کے تمام متلاشیوں اور حضور اقدس ﷺ کے سب عاشقوں نے خود کو کلیتہً میدان شریعت کے ان شہسواروں کے سپرد کر دیا۔ جب اقوال محدثین و مفسرین اور ارشادات مجتہدین کے مفردات جمع ہو کر

ایک مجنون بن جاتے ہیں تو اس مجنون کا نام شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہوتا ہے۔

لہذا ہم دور افتادہ کم علموں کے لئے ان ائمہ دین کی تقلید واجب ہوئی اور یہی راہ نجات ہے۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق اور احادیث کی تشریح اپنے زعم فاسد کے موافق کرنے کا نام راہ نجات نہیں ہو سکتا۔ بخدا راہ نجات ائمہ دین کی پیروی و تقلید میں ہی ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ
فِيهِدْهُمْ أَقْتَدَهُ
(یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم انہی کی راہ چلو)

ب۶ سورۃ انعام آیت ۹۱

دلیل نمبر ۷:

تقلید شخصی کے متعلق غیر مقلدین کے سوالات

اور ان کے جوابات:

سوال :- غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ جن اولوالامر کی اطاعت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ان سے مراد ان بزرگوں کو لینا ہمیں تسلیم ہے اور یہ بھی ہم مانتے ہیں کہ اہل ذکر بھی یہی ہیں اور ان کی تقلید ہم پر واجب ہے مگر تقلید شخصی کا ثبوت کہاں سے آیا بس تقلید میں تو اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارا کوئی عمل ان ائمہ اربعہ کے خلاف نہ ہو۔

جواب :- دو، تین یا چار ائمہ کی تقلید ناممکن ہے کیونکہ فروع احکام میں ان ائمہ مجتہدین

کے درمیان متعدد اختلافات موجود ہیں۔ ایک ہی فعل کو ایک امام واجب کہتے ہیں تو اسی کو دوسرے حرام قرار دیتے ہیں۔ مثلاً اخراج دم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناقض وضو ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناقض نہیں یوں ہی عورت کو مس کرنا امام شافعی کے نزدیک ناقض وضو ہے اور امام اعظم کے نزدیک نہیں۔

اسی طرح امام مالک و امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بھی کئی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب اگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا جائے تو دیگر ائمہ کی مخالفت اور اگر دوسروں کے قول کو مانا جائے تو امام اعظم کی مخالفت لازم آتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ چاروں کی تقلید ناممکن ہے۔ اور یہی حال ہے تین یا دو کی تقلید کرنے کا۔ تو اب تقلید میں سوائے اس کے کوئی صورت نہ رہی کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے اور یہی تقلید شخصی ہے۔

اور اگر وہ یہ کہیں کہ بعض مسائل میں ہم ایک امام کی تقلید کرتے ہیں اور بعض میں دوسرے کی یونہی بعض میں تیسرے اور بعض میں چوتھے کی تو دائرہ تقلید سے بہر حال ہم باہر نہ ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تلاعب فی الدین ہے جو کہ حرام و ممنوع ہے۔

۱۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو در و پوزوں کے درمیان ہو کبھی ایک کی طرف جاتی ہے کبھی دوسرے کی طرف

(مسلم شریف)

۲۔ دوسری حدیث میں ہے لوگوں میں سے بدترین وہ ہے جو در و پوزی اختیار کرتا ہے ایک کے ساتھ کسی اور طریقے سے پیش آتا ہے اور دوسرے کے ساتھ کسی اور

طریقے سے (بخاری)

۳۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی صادق آتا ہے کہ

إِنَّمَا النَّسِيحَةُ زِيَادَةٌ فِي
الْكُفْرِ يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِحِلْوَثَةِ عَمَّا
وَيُخْرِجُونَ لَهُ عَمَّا

(ان کا مینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر کفر میں بڑھانا اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔ ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں دوسرے برس اسے

(ب ۱۰ سورة التوبة) حرام مانتے ہیں۔)

یعنی ایک ہی چیز کو ایک سال حلال اور دوسرے سال حرام کہتے ہیں۔

۴۔ مثلاً ہمارے اس دور کے خلافتی علماء دو سال پہلے دلائی کپڑے پہننے کر سی نشینی اور حکام وقت کی مبری کو حرام کہتے تھے۔ اور اب ان سب کو فرض سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہیں۔ افغانستان کی طرف ہجرت کو فرض سمجھتے تھے۔ چنانچہ ہزار ہا مخلوق خدا کو بے خانماں کیا اور تقریباً چھ ماہ بعد یہ حرام ہو گیا۔ اگر یہ دین کے اندر تلاعب نہیں تو اور کیا ہے؟

عمل کے بعد کسی امام کی تقلید سے پھر جانا،

بالاتفاق ممنوع ہے (۱-۲۵)

۱۔ اب علماء راتین کی کچھ عبارتیں تقلید شخصی کے وجوب سے متعلق پیش کی جاتی ہیں۔ شیخ ابن "ہمام تحریر الاصول" میں، شیخ ابن حاجب "مختصر الاصول" میں اور صاحب درمختار اپنی کتاب درمختار میں ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں کہ عمل کے بعد کسی امام کی تقلید سے پھر جانا بالاتفاق ممنوع ہے۔

۲۔ "بحر الرائق" میں ہے کہ امام عظیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد پر آپ کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔ کسی اور قول کو اپنانا اس کیلئے جائز نہیں جیسا کہ شیخ قاسم اپنی تصحیح میں فرماتے ہیں۔ تمام اصولیوں سے منقول ہے کہ بعد العمل کسی امام کی تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق صحیح نہیں۔

۳۔ مسلم الثبوت میں عبد البر مالکی سے منقول ہے کہ مذاہب کی رخصتوں کی

اتباع کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

۴۔ مجمع البحار میں ہے کہ اصولیوں نے اس کو مصلحت کی بناء پر ممنوع قرار دیا ہے بعض ائمہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص ہر مذہب میں سے اس حکم کو اپناتا ہے جس میں آسانی ہو تو وہ فاسق ہے۔

۵۔ امام شعرانی "میزان" میں فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ راستے کی تقریب کے لئے تمام علماء شریعت نے کسی مذہب معین کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے۔

۶۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "انصاف" میں لکھا کہ دو سو سال کے بعد لوگوں نے مجتہدین کے مذاہب کو اپنانا شروع کیا اور بہت ہی کم لوگ ایسے ہو گئے جو کسی خاص امام کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس دور میں یہ واجب تھا موقوف کہتا ہے کہ اگر اس دور میں تقلید شخصی واجب تھی تو ہمارے زمانے میں بدرجہ اولیٰ واجب ہے۔

۷۔ ملا علی قاری نے رسالہ "تشیع الفقہاء" میں لکھا ہے کہ ان مذاہب اربعہ میں سے کسی معین مذہب کو اپنانا واجب ہے۔

۸۔ تفسیر احمدی میں مرقوم ہے کہ کسی مذہب معین کو لازم پکڑ کر اس پر دوام واجب ہے کسی دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا صحیح نہیں۔

۹۔ فتح القدیر میں ہے کہ ثابت ہو گیا ہے کہ مذہب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ صحیح مذہب ہے۔ اس پر عمل کرنا مقلد کے لئے واجب ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کے قول پر فتویٰ دینا آپ کے مقلدوں کے لئے جائز نہیں۔

۱۰۔ عالمگیری اور جواہر الاطلاعی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی حنفی مذہب سے شافعی مذہب کی طرف منتقل ہو جائے تو اس پر تعزیر ہے۔

۱۱۔ علامہ حموی نے ”شرح اشباہ“ میں فتح القدیر کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ علماء احناف کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی اجتہاد و برہان کے ساتھ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جائے تو تعزیر کا مستحق ہے۔ لہذا اگر کوئی بلا اجتہاد و بلا دلیل ایسا کرے گا تو بدرجہ اولیٰ مستحق تعزیر ہوگا۔

۱۲۔ قہستانی نے نقایہ شرح ہدایہ کی کتاب القضاء میں امام ابو بکر رازی کا قول نقل کیا کہ اگر کوئی جان بوجھ کر اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے تو بالاتفاق ناجائز ہے۔ ۱۳۔ شرح مسلم الثبوت کے ص ۶۲۲ پر لکھا ہے کہ مجتہد مطلق کے علاوہ ہر شخص پر کسی مجتہد کی تقلید لازم ہے اگرچہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴۔ امام شعرانی میزاب کے ص ۲۴ پر فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ سوال کرے کہ کیا اس شخص پر تقلید شخصی واجب ہے جو شریعت کے پہلے چشمے سے قاصر ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اس پر بھی تقلید واجب ہے تاکہ نہ خود گمراہ ہو اور نہ دوسروں کو گمراہ کرے۔

۱۵۔ رد المحتار (شامی) جلد چہارم ص ۲۸۳ پر ہے کہ عامی کے لئے مذہب سے پھر ناجائز نہیں۔ اس امر میں حنفی اور شافعی برابر ہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ عامی سے مراد غیر مجتہد ہے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے۔

۱۶۔ ملا علی قاری شرح عین العلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی مذہب کو لازم پکڑے تو اب کسی مسئلہ میں اس کے غیر کی تقلید نہیں کر سکتا۔ مثلاً حنفی یا شافعی۔

۱۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”عقد الجید“ میں لکھتے ہیں کہ جب تک کسی میں اجتہاد کی تمام شرائط نہ پائی جائیں اس کے لئے اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کو کیا معلوم کہ وہ منسوخ ہو چکی ہو، مودل ہے یا محکم ہے اپنے ظاہری معنی پر، ابن حابط نے ”مختصر“ میں اور اس کے پیروکاروں نے بھی اسی قول کی طرف میلان کیا ہے۔

۱۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تحقیق حنفی فقہ کا ہی راستہ بالکل صحیح ہے اور یہی فقہ مشہور حدیثوں کے ساتھ موافق ہے اور ان صحیح حدیثوں پر حنفیوں کا عمل ہے جو حدیثیں امام بخاری اور ان کے اصحاب نے جمع کی تھیں۔ (اگرچہ امام بخاری نے ان حدیثوں کو اپنی کتاب صحیح بخاری میں جمع نہیں کیا)

۱۹۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا کہ ابو حنیفہ کے علم کے پاس، صاحب تحریر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جس مذہب کی تقلید کر چکا یعنی اس پر عمل کر لیا تو اب اس سے رجوع کرنا ناجائز ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

۲۰۔ مولانا عبدالسلام شرح ”جوہر“ میں تحریر فرماتے ہیں اس پر اجماع منعقد ہے کہ مسائل اجتہاد یہ اور فروعات میں اگر کوئی شخص ان ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کر لے تو وہ ان مسائل میں مشقت اٹھانے سے بری ہو گیا۔

۲۱۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے رسالہ ”مبداء و معاد“ میں فرماتے ہیں کہ آخر

کار اللہ تعالیٰ نے حنفی مذہب کی برکت سے مقتدی کی ترک قرات کے بارے میں مذہب حنفی کی حقانیت ظاہر فرمادی۔ اور مذہب بدلنا الحاد ہے۔

۲۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں زیر آیت فلا تجعلوا اللہ انداداً (پس اسورۃ بقرۃ آیت ۲۲)

لکھتے ہیں کہ لوگوں میں سے چھ گروہ ایسے ہیں جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض ہے ان میں سے مجتہدین شریعت اور مشائخ طریقت بھی ہیں۔

۲۳۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت کی بحث آداب الامر میں رقمطراز ہیں کہ اپنے مذہب کی مخالفت کرنا بھی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

۲۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح سفر السعادت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کے مرکز یہی چار ہیں جس کسی نے ان چار راستوں اور دروازوں میں سے کسی راستے اور دروازے کو اختیار کر لیا تو اب کسی اور دروازے پر جانا بے کار ہے اور اپنے کارخانہ عمل کے نظم و ضبط کو خراب کرنے اور مصلحت کی راہ سے دور ہٹ جانے کے مترادف ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ علماء کی قرارداد اور صوابدید یہی ہے کہ آخری زمانہ میں مذہب کی تعین لازمی ہے اور دین و دنیا کے کاموں کا نظم و ضبط بھی اسی میں ہے۔ اولاً تو اختیار ہے کہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے مگر کسی مذہب کو اختیار کر لینے کے بعد دوسرے کی طرف رجوع کرنا وہم، بدظنی، انفرادی فتنی اور اعمال و اقوال میں بدظنی اور بے اعتمادی ہے۔ علماء متاخرین اسی پر عمل پیرا ہیں یہی مختار ہے اور اسی میں خیر ہے۔

۲۵۔ امام قسستانی "شرح مختصر وقایہ" میں کتاب الاثریہ سے پہلے تحریر فرماتے ہیں کہ جنہوں نے متعدد حق بنائے مثلاً معتزلہ وغیرہ انہوں نے عاقبت کے لئے یہ ثابت کیا کہ ہر مذہب میں سے اپنے پسندیدہ احکام کو لے سکتا ہے اور جنہوں نے ایک حق بنایا جیسا کہ ہمارے علماء کرام انہوں نے عاقبت پر لازم قرار دیا کہ وہ ایک ہی امام کی تقلید کرے۔ اگر اس نے ہر مذہب سے مباح اشیاء کو اپنایا تو فاسق ہوگا جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے۔

اصل (۴) ب

امام اعظم ابو حنیفہ

نعمان بن ثابت

رحمۃ اللہ علیہ

باب (۱)

حنفی مذہب کو ترجیح دینے کا مرنج

(۱-۹)

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک مذہب کو اپنانے کے بعد دوسرے مذاہب کی طرف انتقال ناجائز اور دین میں تلاعب ہے مگر حنفیوں کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کو لازم پکڑنا اور یہ نسبت دیگر مذاہب کے اس کو اطاعت کا زیادہ مستحق ٹھہرانا بھی تو ترجیح بلا مرجح ہے۔ اسی طرح شافعیوں کا مذہب حنفی کو زیادہ مستحق اتباع قرار دینا تو اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ شافعیوں کا جواب تو ان سے پوچھو البتہ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مذہب حنفی کو لازم پکڑتے ہیں اور اس کو تقلید و اطاعت کا زیادہ حق

دار قرار دیتے ہیں تو یہ ترجیح بلا مرجح نہیں بلکہ اس ترجیح کا مرجح ہے۔

ان وجوہ ترجیح میں سے پہلی وجہ امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام ائمہ مذاہب سے اعلم، اقدم، زیادہ فقیہ اور زہد و تقویٰ میں اکمل ہونا ہے چنانچہ حضرت امام شعرانی شافعی المذہب ہونے کے باوجود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف از روئے انصاف یوں بیان فرماتے ہیں کہ کسی کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ آپ تمام ائمہ میں سے اجل عالم، باعتبار تدوین مذہب کے سب سے مقدم اور باعتبار سند کے حضور اقدس ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ متعدد اکابر تابعین کے افعال کا آپ نے مشاہدہ فرمایا ہوا ہے۔ آپ کتاب و سنت کے پابند اور رائے سے بری ہیں۔ مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ امام شعرانی جیسا عالم ربانی تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رائے سے بری قرار دیتا ہے اور آج کل کے اہل حدیث آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اہل رائے کا لقب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جلیل القدر اکابرین کی گستاخی پر معاف فرمائے۔

۲۔ شیخ ابن حجر مکی شافعی نے تو امام اعظم کے فضائل و مناقب میں ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی جو ”خیرات الحسان فی مناقب النعمان“ کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ شیخ ابن عابدین حنفی رد المحتار (شامی) میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام اعظم کے مذہب کی شہرت ہی ان کے مناقب میں کافی ہے۔ آپ کے ہر قول کو کسی نہ کسی امام نے ضرور اپنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقلدوں کو آپ کے دور سے لے کر آج تک حاکم بنایا اور بہت سے اولیاء کرام نے آپ کے مذہب کی تقلید کی۔ بلکہ اکثر شہر اور

ملک ایسے بھی ہیں جہاں آپ کا مذہب ہی متعارف ہے اور کسی مذہب کو لوگ جانتے ہی نہیں مثلاً روم، ہند، ماوراء النہر اور سمرقند وغیرہ۔

۴۔ حکام عباسیہ اگرچہ اپنے دادا کے مذہب پر تھے مگر کتب تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت عباسیہ کے اکثر قاضی اور مشائخ الاسلام حنفی تھے بطبقتی و خواری حکمران اور ان کے ممالک کے قاضی بھی غالباً حنفی تھے۔

۵۔ علامہ محمد طاہر حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مجمع البحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ آفاق میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر کا پھیلنا دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اس میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں نہ ہوتی تو اہل اسلام کی ایک عظیم جماعت اس کی تقلید پر مجتمع نہ ہوتی۔

۶۔ ملا علی قاری ہروی اپنے رسالہ رد قتال میں فرماتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ متقدمین و متاخرین میں اکثریت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں کی ہے۔ بالخصوص روم، ماوراء النہر، ہند، سندھ، اکثر خراسان، عراق اور اکثر بلاد عرب میں آپ کے مقلدین کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں اوزیراگمان یہ ہے کہ ان کی تعداد مسلمانوں میں دو تہائی ہے بلکہ بعض اندازہ لگانے والوں کے نزدیک تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر دور کے سلاطین آپ ہی کے مذہب پر ثابت رہے۔

۷۔ امام ربانی قطب دورانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم کوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح علیہ السلام کی ہی ہے جنہوں نے زہد و تقویٰ کی برکت اور متابعت سنت کے سبب

سے اجتہاد و استنباط میں اس قدر اونچا مقام حاصل کیا جسے دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکے اور ان اجتہادات کو دقت معانی کی وجہ سے کتاب و سنت کے خلاف قرار دیتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کو اصحاب رائے سمجھتے ہیں یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ یہ لوگ ان کے علم و درایت کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے اور ان کی فہم و فراست پر مطلع نہ ہو سکے۔

۸۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہانیت کی باریکیوں سے کچھ حصہ حاصل کیا اور فرمایا کہ تمام فقہاء امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عیال ہیں۔

۹۔ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فصول ستہ میں جو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل فرمائیں گے۔ وہ اسی مناسبت سے لکھا ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہو گا نہ یہ کہ وہ امام اعظم کے مقلد ہوں گے۔

الغرض امت مرحومہ کے اکثر علماء و صلحاء مذہب حنفی کے مقلد ہیں۔

اور غیر مقلدین ایسے عالم با عمل اور مرد کامل کے بارے میں یہودہ باتیں کرتے ہیں اور مقلدین کو کافر قرار دیتے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ کتب فقہ پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ان کتب ”الجرح علی ابی حنیفہ“ اور ”بوئے غسلین“ وغیرہ میں تصریحاً مذکور ہے۔ نہ جانے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان بد نصیبوں کی دشمنی کا باعث کیا ہے۔ جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی گویا

رسول اللہ ﷺ کی اکثر امت سے دشمنی ہے۔

مؤلف عفی عنہ کہتا ہے کہ اس اصل رابع میں مذکور روایات اکثر مولانا محبوب احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ امرتسری کی تصنیف کتاب المجیدی فی وجوب التقليد سے منقول ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی دس قسمیں

اب شیخ عالم محمد بن محمد الخوارزمی کی کتاب "مسند کبیر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ" سے کچھ روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ شیخ موصوف ویاچہ کتاب میں مناقب امام اعظم کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بے شمار و لاتعداد ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے مگر آپ کے وہ کمالات جن میں آپ بالاتفاق منفرد و ممتاز ہیں۔ اور آپ سے بعد میں آنے والے ائمہ میں سے کوئی بھی آپ کا شریک نہیں ہے وہ دس قسموں میں منحصر ہیں۔

قسم اول: ان آثار و روایات میں جو آپ کی مدح و تعریف میں وارد ہوئیں اور آپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں ہیں۔

دوم: یہ کہ آپ دور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں پیدا ہوئے جس نے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے خیر القرون ہونے کی گواہی دی۔

آپ نے اصحاب النبی ﷺ سے روایت کی
چہارم: آپ تابعین کے زمانہ میں ہی فتویٰ و اجتہاد میں مشہور ہو چکے
تھے۔

پنجم: آپ سے اکابر تابعین اور علماء مسلمین نے روایت کی۔
ششم: آپ نے چار ہزار تابعین سے علم حاصل کیا۔
ہفتم: آپ پر جس قدر اکابر مجتہدین متفق ہوئے آپ کے بعد کسی پر نہ
ہوئے۔

نہم: آپ خلفاء و امراء سے خفے اور انعامات قبول نہیں فرماتے
تھے۔ بلکہ اپنی حلال روزی کو علماء و فقہاء پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔
دہم: آپ کی شہادت بھی دنیا اور اس کی وجاہت سے اجتناب کرنے
کے سبب ہوئی۔

قسم ۱۔ امام ابو حنیفہ کی تعریف میں روایات:

خوارزمی جامع مسند کبیر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ میری امت
میں ایک مرد کامل ہوگا جس کو ابو حنیفہ کہا جائے گا۔ وہ قیامت کے دن تک میری امت
کا چراغ ہوگا۔

۲۔ ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا
نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ وہ میری امت کا چراغ ہے ۳ دفعہ یہی ارشاد فرمایا۔

۳۔ اور جامع مسند کبیر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب میرے بعد ایک مرد کامل آئے گا جس کو نعمان بن ثابت کہا جائے گا اور اس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور میری سنت کو اس کے ہاتھ سے زندہ فرمائے گا۔

۴۔ جامع مسند کبیر نے اپنی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میرے بعد ایک شخص ظاہر ہوگا جو ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہوگا تو اللہ تعالیٰ میری سنت کو اس کے ہاتھ پر زندہ فرمادے گا۔

۵۔ صاحب مسند کبیر نے اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے شخص کی اطلاع نہ دوں۔ جو کوفہ میں ہوگا۔ اس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی اس کا قلب علم و حکمت سے پر ہوگا اور آخری زمانہ میں ایک فرقہ جسے بنانیہ کہا جائے گا۔ اس کی دشمنی کے غلبہ کی وجہ سے ہلاک ہوگا جیسا کہ رافضی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عداوت کے سبب ہلاک ہوئے۔

۶۔ مؤلف عفی عنہ کہتا ہے کہ اگر بعض اہل حدیث یہ اعتراض کریں کہ ان احادیث کے راوی انجان ہیں تو میں کہوں گا کہ بعد میں آنے والے کسی راوی کی مجبوریات سلف پر قدح کا سبب نہیں بن سکتی۔ اگر یہ کہیں کہ یہ احادیث صحاح ستہ میں مذکور نہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام صحاح ستہ میں منحصر نہیں ہیں۔ اور ان احادیث سے قطع نظر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں وہ ایک ہی حدیث کافی ہے جو کہ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے۔ جب سورہ جمعہ نازل ہوئی تو آپ نے اس کی تلاوت فرمائی۔ جب آپ ان الفاظ پر پہنچے و آخرین منهم لما یلحقوا بہم (اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے) تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ جو ہم کو نہ ملے۔ آپ نے اس کے ساتھ کوئی کلام نہ فرمایا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی ہم میں موجود تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست اقدس ان پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میرے جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی چڑھ گیا تو اس کی نسل کے لوگ اس کو پالیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اہل فارس کے کچھ مرد اس کو پالیں گے اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا فارسی ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ فارسیوں میں آپ کے پایہ کا کوئی عالم و مجتہد نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ”لحات“ میں فرماتے ہیں کہ تابعین میں سے علم و اجتہاد کی جو وسعت آپ میں ظاہر ہوئی وہ آپ کے غیر میں موجود نہیں تھی۔ اور امام اعظم کی تابعیت کو نوع ثالث میں ثابت کیا جائے گا۔

قسم ۲:۔ امام ابو حنیفہ دور صحابہ میں پیدا ہوئے۔

۱۔ یہ کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں پیدا ہوئے صاحب مسند کبیر اپنی سند کے ساتھ ابو نعیم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

۲۔ اور حماد بن ابی حنیفہ سے روایت ہے کہ میرے والد ماجد ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابوقاسم نے اپنی سند میں روایت کیا کہ عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب ابوامامہ ہاشمی، واسطہ بن اسحاق، عمرو بن حرث، عبداللہ بن ابی اوفی اور صحابہ کی ایک جماعت کا وصال امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ اضعف العباد محمد العربی الخوارزمی (جامع مسند کبیر) کہتا ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت دور صحابہ میں ہوئی یہ ان زمانوں میں سے ہے جن کے خیر ہونے کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی۔ اس پر اجماع ہے کہ آپ کی ولادت قرن اول میں، نشوونما ثانی میں اور اجتہاد و افتاء قرن ثانی کے آخر اور قرن ثالث کے اول میں واقع ہوا۔

قسم ۳۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات نقل کی ہیں:

اس بارے میں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی۔ اور اس پر اتفاق ہے البتہ ان صحابہ کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ چھ صحابی اور ایک صحابیہ، بعض کہتے ہیں پانچ صحابی اور ایک صحابیہ اور بعض کہتے ہیں کہ سات صحابی اور ایک صحابیہ تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱۔ خوارزمی اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے)

۲۔ خوارزمی نے اسی سند کے ساتھ ابو داؤد و طیالسی سے روایت کی اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور عبداللہ بن انیس صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۴ھ میں کوفہ میں تشریف لائے جبکہ میری عمر ۱۴ سال تھی۔ میں نے انکی زیارت کی اور آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ کسی شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

۳۔ اور اسی سند کے ساتھ قاضی ابو یوسف سے روایت کی کہ ہم سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۶ھ میں جبکہ میں ۱۶ سال کا تھا اپنے والد ماجد کی معیت میں حج کو گیا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک عظیم حلقہ دیکھا۔ اپنے والد سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقہ ہے جو کہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سنا تو وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا۔

”جس نے دین میں فقاہت حاصل کی اللہ تعالیٰ اسے ہر غم میں کافی ہے اور اس کو رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔“

۴۔ خوارزمی اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن قاسم سے اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے سنا اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرماتے سنا جو کوئی اللہ کے لئے مسجد بنائے اگرچہ وہ بالکل چھوٹی سی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بناتا ہے۔

۵۔ خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ ابوسعید جندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا اور وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے بھائی کی برائی کو ظاہر مت کر کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا اور تجھے مبتلا کر دے گا۔

۶۔ خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن معین سے روایت کیا کہ امام ابوحنیفہ صاحب رائے نے عائشہ بنت عجر کو کہتے سنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا اکثر لشکر مڈیاں ہیں۔ نہ تو میں انہیں کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔ یہ ہیں پانچ صحابی اور ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جن لوگوں نے صحابہ کی تعداد سات بتائی ہے انہوں نے ان پانچ کے ساتھ معقل بن یسار مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شامل کیا۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت معقل کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ہوئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۶۰ھ میں ہوا اور ان حضرات نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی ان صحابہ میں شامل کیا اور یہ گمان کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی۔ حالانکہ انہوں نے نہیں سنی اس لئے کہ جو روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے کی ہے وہ عن عن ہے۔ باقی حضرت انس بن

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ سے امام اعظم کے حدیث سننے میں کوئی مانع نہیں کیونکہ مشہور روایات میں یہ ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۹۱ھ، ۹۲ھ، یا ۹۳ھ میں ہوا اور ان کے وصال کے وقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بالاتفاق دس سال سے زائد تھی۔

قسم ۴:- امام ابوحنیفہ تابعین کے زمانے میں ہی فتویٰ واجتہاد میں مشہور تھے:

علامہ خوارزمی اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی بن مسہر کو کہتے ہوئے سنا کہ جب امام اعظم حج کے لئے نکلے تو اہل کوفہ نے انہیں رخصت کیا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا۔ جب وہ قادسیہ کے مقام پر پہنچے تو امام اعظم کو مغموں دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا علی بن مسہر بھی ہمارے ہمراہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہے۔ فرمایا کہ اس کو بلاؤ۔ لوگ مجھے بلا کر ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے مجھے فرمایا جاؤ، شہر میں امام ابوحنیفہ سے کہو کہ میرے لئے مناسک حج تحریر کر دیں۔ تو میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مناسک مجھے لکھوائے اور پھر میں وہ لے کر امام اعظم کے پاس لوٹا۔

خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ مجھے امام اعظم ملے اور کہا کہ تیرا رفیق عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ کس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بیع الامۃ طلاقہا (لوٹری کی بیع اس کی طلاق ہے) اور تیرا رفق کہتا ہے کہ لوٹری کی بیع طلاق نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ آپ نے خود ہی ہمیں حدیث بتائی کہ رسول اللہ ﷺ نے لوٹری کی بیع کو طلاق نہیں بنایا۔ انہوں نے کہا۔ میں کہاں ایسی حدیث بیان کی۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا آپ نے ہمیں ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے اور انہوں نے عائشہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اختیار دیا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ اگر لوٹری کی بیع طلاق ہوتی تو پھر اختیار کا کیا معنی ہوا۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے خریدا تھا۔ اگر بیع سے ہی طلاق ہو جاتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو اختیار نہ دیتے۔ اس پر امام اعظم نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے یعقوب کیا یہ اس حدیث میں ہے تو امام ابو یوسف نے کہا ہاں۔

اور امام محمد کہتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ ہے۔ امام اعظم نے کہا کہ امام ابو حنیفہ فقہ کے مواضع دقیقہ کو بخوبی پہچانتے ہیں اور انہوں نے سراج قلبی کی خداداد روشنی میں علوم خفیہ کو ان کی عمیق گہرائیوں میں دیکھ لیا اور ان کے اسی قلبی سراج کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ میری امت کے سراج ہیں۔

قسم ۵: امام ابو حنیفہ سے اکابر تابعین نے روایات نقل کی ہیں

اس بارے میں کہ مشائخ و کبار تابعین نے آپ سے روایت کی علامہ خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بخاری حارثی رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ کبار تابعین نے آپ سے روایت کی جیسے عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ امام اعظم کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اور ان ہی کی مثل دیگر اکابر علماء نے بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جیسے عبداللہ بن مبارک، یزید بن ہارون اور امام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ سے روایت کرنے والوں میں عباد بن عوام، ہشیم، کعب، ہمام بن خالد، ابو معاویہ العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ باقی روایت کنندگان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

عبدالعزیز بن ابورواد، عبدالحجید بن عبدالعزیز ابن رواد، سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض، داؤد طائی، ابن جریج، عبداللہ بن یزید مرقی، (ان سے نو سو (۹۰۰) احادیث مروی ہیں) سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ (ان سے ایک حدیث مروی ہے) مسعر بن کدام، اسماعیل بن ابو خالد، شریک بن عبداللہ، حمزہ بن حبیب المقری (ان سے کثیر احادیث مروی ہیں) اور عاصم بن ابی الجود امام القراء، شیخ امام

ابوحنیفہ، امام عاصم آپ سے سوال کیا کرتے تھے اور آپ کے قول سے عمل اخذ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم ہمارے پاس چھوٹی عمر میں آئے اور ہم آپ کے پاس بڑی عمر میں آئے۔

قسم ۶:- امام ابوحنیفہ نے چار ہزار تابعین سے علم حاصل کیا:

خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ ابوحنفہ عمر بن امام ابو بکر سے روایت کی کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب میں اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ ان دونوں بزرگوں میں افضل کون ہے؟ ہر جماعت اپنے امام کی افضلیت کی قائل تھی۔ امام المحدثین ابو عبد اللہ بن ابوحنفہ کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اصحاب شافعی کو کہا کہ امام شافعی کے مشائخ کتنے ہیں۔ انہوں نے گئے تو اسی (۸۰) تک تعداد پہنچی پھر آپ نے اصحاب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی کہا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ ۴۰۰۰ ہوئے۔

خوارزمی نے اپنی سند کے لیے ربیع بن یونس سے روایت کی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے تو وہاں عیسیٰ بن موسیٰ موجود تھے۔ جنہوں نے منصور سے کہا۔ کہ اے امیر المومنین یہ آج دنیا کے عالم ہیں۔ منصور نے کہا۔ اے نعمان تو نے علم کہاں سے حاصل کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ (۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب عمر سے (۲) حضرت علی

مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب علی سے (۳) عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اصحاب ابن عباس سے اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں آپ سے بڑا کوئی عالم روئے زمین پر موجود نہیں تھا۔ اس پر منصور نے کہا کہ آپ نے اپنے لیے بہت پختہ علم حاصل کیا اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آپ نے اپنے لئے بہت پختہ علم حاصل کیا۔

قسم ۷:- امام ابوحنیفہ سے اکابر تابعین متفق تھے:

جس قدر اصحاب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مجتمع و متفق ہوئے اور کسی پر نہ ہوئے۔

خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ قاضی القضاۃ ابو بکر عقیق بن داؤد دیلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے تمام مذاہب پر مذہب امام ابوحنیفہ کو ترجیح دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الائمہ، سراج الائمہ اور علوم شریعت کے مدون اول ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق کے ساتھ ان کی تائید فرمائی اور امت مرحومہ کی حفاظت کے لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اتنے اصحاب و ائمہ جمع فرمادیے جتنے کہ اطراف و اکناف عالم میں کسی امام پر کسی دور میں جمع نہیں ہوئے۔

امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم النصار یحییٰ صاحب فقہ و روایت امام محمد بن حسن شیبانی جیسے عالم ربانی، امام زفر بن ہذیل نسبی غبرنی جیسے ذہین و ذکی، حسن

بن زیاد جیسے نفیس فاضل، وکیع بن جراح جیسے فقیہ و اہل بصیرت، عبد اللہ بن مبارک جیسے کامل فقیہ، داؤد بن نصیر طائی جیسے زاہد و متورع، حفص بن غیاث نخعی، امام بن زکریا بن ابی زائدہ امام حماد بن ایوب ضیفہ، یوسف بن خالد سستی، عافیہ بن یزید ادربی۔ حبان و مندل بن علی، علی بن مسہر، قاسم بن معز، اسد بن عمر زنجلی اور نوح ابن ابومریم وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علما و مجتہدین، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں شامل ہیں۔

علامہ خوارزمی کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی واقعہ لایا جاتا تو آپ ان حضرات پر پیش فرما کر مشورہ کرتے اور اس پر بحث و تحقیق فرماتے۔ اس بارے میں ان سے اخبار و آثار سنتے اور خود سناتے۔ اور ایک ماہ یا کچھ زیادہ مدت تک اس پر مباحثہ و مناظرہ کے بعد جب کوئی قول ثابت ہو جاتا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس کو تحریر فرما لیتے۔ اس طرح باہمی مشاورت کے ساتھ اصول مرتب فرماتے نہ یہ کہ دیگر ائمہ کی طرح تنہا ہی اصول و قواعد بنا دیتے تھے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ جو مجھے فلاں بن فلاں نے خبر دی (آگے اپنی سند کو بیان کیا) کہ ہم کو کعب کے پاس بھیجے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ ابوحنیفہ نے خطا کی تو کعب نے فرمایا ابوحنیفہ کیسے خطا کر سکتے ہیں جبکہ ابو یوسف، زفر اور محمد جیسے قیاس دان اور مجتہد، یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ، حفص بن غیاث، حبان و مندل پسران علی جیسے حافظ احادیث، قاسم بن معن یعنی ابن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود جیسے ماہر لغت و ادب اور داؤد بن طائی و فضیل بن عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے زاہد و متقی ان کے اصحاب

میں شامل ہیں۔ اور جس کے ہم نشین ان صفات کے حامل ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتے۔
اگر ہو بھی تو یہ اس کو رد کر دیں گے۔

اس کے بعد وکیچ نے فرمایا کہ ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو چار یا بیوں کی مانند یا اس سے بھی بدتر ہوں۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ حق امام ابو حنیفہ کے خلاف میں ہے تو میں اسے وہی کہتا ہوں جو فرزدق نے جریر سے کہا تھا۔

یہ ہیں میری آباؤ اجداد ان کی مثل
لاؤ انے جریر جب ہمیں جمع کریں
مجالس۔

قسم ۸:- امام ابو حنیفہ نے سب سے پہلے استنباط مسائل کا کام شروع کیا:

سب سے پہلے علم شریعت کو بابوں اور کتابوں کے طور پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدون فرمایا پھر امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترتیب موطا میں آپ کی پیروی کی۔ اس سلسلے میں کسی نے بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت نہیں کی۔ کیونکہ صحابہ کرام اور کبار تابعین نے قوت حافظہ پر اعتماد کرتے ہوئے علم شریعت کی ترویج و تدوین کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب علم کو منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو خوف محسوس کیا کہ خلفاء سوء اس کو ضائع کر دیں گے۔ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو علما کی

موت کے سبب سے اٹھالے گا۔ جاہلوں کے رئیس باقی رہیں گے جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم شریعت کو بابوں اور کتابوں کی صورت میں مدون فرمایا۔ سب سے پہلے طہارۃ کو رکھا پھر نماز پھر روزہ پھر باقی عبادات اور اس کے بعد معاملات۔

سب سے پہلے کتاب الشروط کی وضع آپ نے ہی فرمائی۔ کہا گیا ہے کہ آپ کے مسائل مستنبط کی تعداد پانچ لاکھ ہے۔ اس کے باوجود آپ کا مذہب تنہا اور حساب کے بعض ایسے غامض و دقیق مسائل کو بھی متضمن ہے جن کے استخراج سے ماہرین حساب و جبر و مقابلہ اور علماء عربیہ عاجز رہے۔

آپ ہی نے سب سے پہلے استنباط مسائل اور ان کے استخراج کے لئے قواعد اجتہاد کی بنیاد رکھی۔ اس کی دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مقولہ ہے کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی عیال ہیں۔ خواریزی اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتے ہم نے امام ابوحنیفہ کی رائے سے زیادہ اچھی رائے کسی کی نہیں سنی۔ اور ہم اکثر فتوے ان کے اقوال کے مطابق دیتے ہیں۔

قسم ۹:- امام ابوحنیفہ کسب حلال سے گزر بسر کرتے تھے

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کسب حلال سے کھاتے اور مشائخ پر خرچ کرتے تھے۔ تحفے اور ہدیے قبول نہیں فرماتے تھے۔

خواریزی نے اپنی سند کے ساتھ مسعر بن کدام سے روایت کیا کہ امام

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی اپنے عیال کے لئے کوئی چیز خریدتے تو ویسی ہی چیز مشائخ و علماء کو دیتے اگر بچوں کے لئے کپڑے خریدتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔

شقیق بن ابراہیم ملکی سے مروی ہے کہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا اور آپ ایک مریض کی عیادت کو جا رہے تھے۔ سامنے ایک شخص آیا اور دیکھتے ہی چھپنے لگا مگر جب اسے خیال ہوا مجھے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا ہے تو شرمندہ ہو کر ٹھہر گیا۔ آپ نے اس سے راستہ سے ہٹنے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے آپ کے دس ہزار درہم دینے ہیں جن کی میعاد ختم ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے۔ مگر میں ادا نہیں کر سکا۔ اس پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب حسان اللہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ میں نے وہ سب تجھے معاف کر دیا اور مجھے دیکھ کر تیرے دل میں جو شرمندگی پیدا ہوئی اس میں مجھے بھی شامل فرما (پرائے حق کو ادا نہ کرنے سے تیرے دل میں جو حیا پیدا ہوئی میرے دل میں بھی کاش اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنے سے یہ حیا پیدا ہو جائے) مجھے معاف کر دے۔ شقیق کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ حقیقتاً زاہد ہیں۔

قسم ۱۰:- امام ابوحنیفہ نے عہدہ قضاء قبول نہ کیا

اور شہادت پائی

آپ کا وصال جیل خانے میں مظلومیت کے غام میں زہر خواری کے سبب ہوا۔ خواریزی نے اپنی سند کے ساتھ عبد الوہاب سے روایت کی کہ خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہ سفیان ثوری اور شریک بن عبد اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو بلایا اور کہا کہ میں تم کو بہتری

کے لئے بلایا ہے۔ اور تین عہد نامے پہلے سے لکھ کر اس نے رکھے ہوئے تھے۔ سفیان سے کہا کہ یہ ہے تیرا بصرہ کی قضاء کا حکم نامہ اس کو لے کر وہاں پہنچ جائیں۔ شریک بن عبد اللہ سے کہا یہ ہے کوفہ کی قضاء کا حکم نامہ اس کو لے کر وہاں پہنچ جاؤ اور امام ابو حنیفہ سے کہا کہ آپ اس شہر کے قاضی ہوں گے اور یہ ہے اس کا حکم نامہ اس کو لے کر اور ساتھ ہی اپنے حاجب سے کہا کہ جو کوئی ان میں سے انکار کرے اسے سو کوڑے لگا دو۔ شریک نے حکم نامہ لے لیا اور چلے گئے۔ سفیان نے حکم نامہ تو لے لیا مگر اس کو گتہ چھوڑ کر یمن کی طرف بھاگ گئے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم نامہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ کو سو کوڑے مارے گئے اور جیل بھیج دیا گیا اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

علماء کا اتفاق ہے کہ آپ کو عہدہ قضاء پیش کیا گیا جس کو آپ نے قبول نہ فرمایا۔ آپ کو محبوس کر دیا گیا اور جیل میں ہی وصال فرمایا مگر سبب وصال پر اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ کوڑے لگنے سے ہوا۔ بعض کہتے ہیں زہر خورانی کی وجہ سے اور بعض نے اسی نوعیت کی کچھ اور اشیاء ذکر کیں۔

واللہ اعلم بالصواب

باب (۳)

امام ابو حنیفہ کے مخالفین کے سوالات اور ان

کے جوابات

۱۔ اگر یہ کہا جائے کہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام اعظم پر اعتراض کا ذکر کیا ہے جو کہ ان مناقب مذکورہ کے خلاف ہیں تو اس کا جواب پانچ وجہوں سے دیا جائے گا۔ چار وجہ سے اجمالاً اور پانچویں وجہ سے تفصیلاً۔

مؤلف رسالہ غنی اللہ عنہ کہتا ہے کہ علامہ خواری نے اپنے مفصل رسالہ میں اس اعتراض کا بہترین جواب دیا۔ لیکن یہ مختصر رسالہ چونکہ اتنی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے میں نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ جو کوئی اس جواب پر پوری طرح مطلع ہونا چاہتا ہے۔ تو اس کو علامہ موصوف کی ”مسند کبیر“ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ البتہ اس بارے میں آپ نے جو پانچوں جواب دیا ہے اس کے بعض استنباطات و استدلالات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

علامہ خواریزی نے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ حدیث کی بجائے اپنی رائے پر عمل کرتے تھے۔ یہ بات تو وہی کہہ سکتا ہے جو فقہ سے بالکل تہی دامن ہو ورنہ جسے فقہ سے ذرا بھی مس ہے وہ تو از روئے انصاف اعتراف کرتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب لوگوں سے زیادہ اخبار و آثار پر عمل کرنے والے ہیں معترض کا قول تین وجوہ سے باطل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مسل حدیث پر بھی عمل کرتے اور اسی کو قیاس سے مقدم رکھتے ہیں۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

۲۔ انواع قیاس چار ہیں، امام صاحب کے نزدیک ”قیاس موثر“ حجت ہے:

وجوہ مبطلہ میں سے دوسری یہ کہ انواع قیاس چار ہیں۔ اول قیاس موثر یعنی اصل و فرع کے درمیان کوئی معنی مشترک موثر پایا جائے دوم قیاس مناسب یعنی اصل و فرع کے درمیان کوئی معنی مناسب پایا جائے سوم قیاس شبہ یعنی اصل و فرع کے درمیان احکام شرعیہ کی صورت میں مشابہت پائی جائے۔ چہارم قیاس مطرد یعنی اصل و فرع کے درمیان کوئی معنی مطرد پایا جائے۔

امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب قیاس شبہ اور قیاس مناسب کے بطلان کے قائل ہیں۔ البتہ قیاس مطرد میں آپ کے اصحاب کا اختلاف ہے۔ بعض قائل ہیں اور بعض نہیں۔ ابو یوسف کہہ فرماتے ہیں کہ صرف قیاس موثر حجت ہے باقی حجت نہیں۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی انواع اربعہ کو حجت مانتے ہیں اور اکثر قیاس شبہ

پر عمل کرتے ہیں۔

مثال نمبر ۱:۔ سرکہ مزیل نجاست ہے:

مثلاً شوافع کا یہ قول کہ سرکہ مانع (رقیق) ہے، کیونکہ اس کے ایک قطرہ کو دوسرے قطرہ پر نہیں رکھا جاسکتا تو جس طرح تیل نجاست کو دور نہیں کر سکتا اسی طرح سرکہ بھی نجاست کو دور نہیں کر سکتا، کیونکہ ان دونوں یعنی سرکہ اور تیل کے درمیان صورت میں مشابہت موجود ہے پس امام شافعی نے سرکہ اور تیل کی ظاہری مشابہت کی وجہ سے دونوں کو ملا دیا ہے یعنی ایک ہی حکم میں لے لیا ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امر معنوی کا اعتبار کرتے ہوئے سرکہ کو مزیل نجاست قرار دیا۔ کیونکہ ازالہ نجاست میں معنی موثر یہ ہے کہ جب کسی شے سے ملے تو اسے نرم کر دے اور ملنے سے پھیل جائے اور نچوڑنے سے زائل ہو جائے اور یہ امر معنی سرکہ میں موجود ہے۔

تو پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ امام ابو حنیفہ تو قیاس کی ایک یا دو قسموں کو استعمال کرتے ہیں اور امام شافعی چاروں قسموں کی حجت بتاتے ہیں۔ اس کے باوجود خطیب بغدادی اور ان کے امثال یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ احادیث کے بجائے قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ محض غلبہ ہوا اور فقہ میں علم کی کمی کی وجہ سے ہے۔ جو شخص امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماخذ مراجع پر مطلع ہوگا اس پر معترض کے قول کا بطلان مشکف ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ۔

مثال نمبر ۲:۔ نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔

حدیث اعمیٰ کی بناء پر کہ وہ مسجد میں آیا اور ایک ٹڑھے میں گر پڑا۔ اس پر کچھ صحابہ نے تہقبہ لگایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے تہقبہ لگایا وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی پر عمل فرمایا اور اس کے مقابل قیاس کو ترک کر دیا۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہ انہوں نے اس تہقبہ پر قیاس کیا جو نماز سے باہر ہو۔

مثال نمبر ۳:- نبیذ تمر سے وضو جائز ہے:

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیلۃ الجن والی حدیث امین مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بناء پر فرمایا کہ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر امام اعظم احمد اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل کیا اور نبیذ تمر کو باقی اشرہ پر قیاس کرنے کو ترک فرمایا بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہ انہوں نے قیاس پر عمل کیا۔ معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث ضعیفہ کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔ مگر خطیب بغدادی وغیرہ نے جب دیکھا کہ بعض ایسی احادیث پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل نہیں فرمایا جن پر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمل پیرا ہیں تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ شاید ان پر عمل قیاس کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔ اور ان کو یہ معلوم نہ ہوا کہ ان احادیث پر ترک عمل قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سے صحیح احادیث کی وجہ سے ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مثال نمبر ۴:- کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی

ممانعت ہے:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب پانی دو ٹکلوں تک پہنچ جائے تو نجاست کا حامل نہیں ہوتا۔ اس پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل متروک ہے۔ کیونکہ یہ صحیحین میں نہیں اس میں قلعہ لفظ مشترک ہے اور اس کے اسناد میں بھی اضطراب ہے۔ اور اس کے مقابلے میں حدیث پر عمل فرمایا جو کہ شیخین (بخاری و مسلم) کی متفقہ رائے ہے۔ اور وہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور پھر اس سے وضو کرے۔ مسلم کے لفظ یہ ہیں کہ پھر اس سے غسل کرے۔

مثال نمبر ۵:- پانی میں کسی پاک چیز کو ملایا جائے تو اس

سے وضو جائز ہے:

اور حدیث ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ جس پانی میں کسی شے کو تر کیا جائے اس کے ساتھ وضو مکروہ ہے۔ اس پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل نہیں فرمایا۔ کیونکہ خود ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام سے اس کے خلاف حدیث روایت کی اور اس کے مقابلے میں امام صاحب نے اس حدیث صحیح پر عمل فرمایا جس کو شیخین نے بالاتفاق روایت کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی ایک ساجزادی کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

کہ اسے غسل دو بیری کے پتوں کے والے پانی کے ساتھ اور آخر میں کافور ڈالنا اسی حدیث صحیح کی بناء پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی پاک چیز مثلاً بیری کے پتے، کافور، اشنان، صابون، اور زعفران وغیرہ کے ملنے سے ماء مطلق کا نام زائل ہو جائے تو اس کے ساتھ وضو جائز ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۶:- جنبی حالت میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا جائز ہے:

اور جو حدیثیں اس بارے میں وارد ہیں کہ عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو ناجائز ہے ان پر اس حدیث صحیح کی وجہ سے عمل ترک فرما دیا گیا ہے۔ جس کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں بروایت حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ جنبی ہوئے۔ میں نے ایک لگن یا برتن میں غسل کیا اور کچھ پانی بچ گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تاکہ اس پانی سے غسل فرمادیں تو میں نے عرض کیا کہ اس برتن سے میں نے غسل کیا ہے اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس پر کوئی جنابت نہیں اور نہ ہی اسے کوئی شئی پلید کرتی ہے اور پھر آپ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سے غسل فرمایا امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی بناء پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ جواز وضو کا قول فرمایا بخلاف بعض محدثین کے۔

مثال نمبر ۷:- جن جانوروں سے خون نہیں بہتا ان سے پانی پلید نہیں ہوتا:

وہ احادیث عامہ جو کسی حیوان کی موت کے سبب سے پانی کے پلید ہونے کے بارے میں وارد ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان جانوروں کے بارے میں ان احادیث پر عمل ترک فرما دیا جن میں دم سائل (ہنے والا خون) نہیں مثلاً چھھر، مکھی، زنبور اور بچھو وغیرہ کیونکہ اس کے مقابلے میں ایک خاص حدیث وارد ہے جس کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا کہ حضور اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو پوری طرح ذبود پھر باہر نکال پھینکو کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا، ہے اور دوسرے میں تیاری تو امام صاحب نے اس حدیث صحیح پر عمل کرتے ہوئے ان احادیث عامہ کو ترک کر دیا۔

مثال نمبر ۸:- مردار کی جلد دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور اس کی ہڈیاں، بال سینک بھی پاک ہیں:

جو احادیث عامہ مردار کے بارے میں وارد ہیں ان پر دباغت جلد کے بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل ترک فرما دیا کیونکہ اس کے مقابلے میں اس حدیث صحیح پر آپ نے عمل فرمایا جس کے اخراج پر شیخین (بخاری و مسلم) متفق ہیں اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مردہ بکرنی کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے اس سے نفع کیوں نہیں

حاصل کیا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ تو مردار ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ صرف اس کا کھانا حرام ہے اسی بناء پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مردار کی جلد و باغت سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف دوسروں کے اور اسی حدیث صحیح کی بناء پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مردار کی ہڈیاں ہال، سینگ اور اون پاک ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۹: خشک منی کو کھرچ دینا جائز ہے اور تر کو دھونا:

جو احادیث اس بارے میں وارد ہیں کہ منی کو دھونا واجب نہیں بلکہ کھرچ دینا بھی جائز ہے ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عمل نہیں کیا حالانکہ انہوں نے ان پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ خشک منی کو کھرچ دینا جائز ہے اور تر منی کو دھونا اس حدیث سے واجب قرار دیا جس کے اخراج پر شیخین کا اتفاق ہے اور وہ یہ ہے کہ عطاء بن یسار کہتے ہیں مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیڑوں سے منی کو دھویا کرتی تھیں حضور علیہ السلام باہر تشریف لے جاتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے تو مجھے کپڑے پر دھونے کا اثر دکھائی دیتا تھا۔ اسی واسطے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منی کو نجس قرار دیا۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۰: بوقت قضاء حاجت، قبلہ کی طرف منہ کرنے کی ممانعت ہے:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرہ پر چڑھا تو رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت فرما رہے تھے۔ وہاں حالیکہ آپ علیہ السلام کا منہ قبلہ کی طرف اور پشت شام کی طرف تھی۔ خطیب اور اس کے امثال نے گمان کیا کہ امام ابو حنیفہ نے اس پر عمل ترک کر دیا۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ابھی قضاء حاجت کی تیاری فرما رہے ہوں اور جب قضاء حاجت شروع کی ہو تو منہ قبلہ کی طرف سے پھیر لیا ہو۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ احتمال اس لئے بیان فرمایا تاکہ اس حدیث میں اور اس حدیث صحیح میں موافقت ہو جائے۔ جس کے اخراج پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور وہ ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ مت کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف کیا کرو۔ اسی حدیث صحیح کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے قضاء حاجت کرنا جائز ہے۔ چاہے صحراؤں میں ہو یا آبادیوں میں بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۱: سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہے:

اسی طرح وہ احادیث جن میں یہ آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے تین تین

مرتبه وضو فرمایا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عمل نہیں کیا۔ اور اسی وجہ سے آپ نے تکرار مسح کو مستحب قرار نہیں دیا۔ جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ وضو تو غسل (دھونا) ہے اور اس میں تکرار مستحب ہے مسح چونکہ وضو نہیں لہذا اس میں تکرار بھی نہیں۔ اور تکرار مسح کا عدم استحباب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کا عمل ترمذی کی اس حدیث صحیح پر ہے جو علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کی حکایت فرمائی اور امام ترمذی نے ذکر کیا

نمبر ۱۱۔ یہ حکم مدینہ منورہ کے لئے ہے جہاں قبلہ ان دونوں جہتوں میں نہیں دگرت جن ممالک میں قبلہ مشرق یا مغرب کی طرف ہے ان کا حکم مختلف ہے (مترجم غفری عنہ) کہ اس میں انہوں نے سر کا مسح ایک دفعہ کیا اس کے بعد امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مثال نمبر ۱۲:۔ مغرب وعصر کی نمازوں کے اوقات:

تغییل مغرب اور کراہیت تاخیر کے بارے میں وارد شدہ احادیث کے متعلق بھی یہی گمان کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عمل نہیں فرمایا کیونکہ آپ کا ارشاد ہے۔ باقی نمازوں کی طرح مغرب کے بھی دو وقت ہیں۔ حالانکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاخیر مکروہ ہے اور کراہیت تاخیر اس پر دلالت نہیں کرتی کہ اس وقت میں ادا ہی جائز نہ ہو جیسا کہ اصغر اشمس کی وقت صلوٰۃ عصر مکروہ ہے۔ مگر ادا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر شفق

کے غائب ہونے سے قبل نماز مغرب پڑھی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی مختلف حدیث صحیح میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کھانا حاضر ہو تو نماز مغرب سے پہلے اسے کھا لو۔ اس سے اعراض کرتے ہوئے نماز میں غفلت اسی بناء پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواز کا قول کیا بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۳:۔ نماز فجر روشنی میں پڑھنا افضل ہے:

اور یوں ہی لوگوں نے یہ سمجھا کہ نمازوں کو اول اوقات کے اندر پڑھنا زیادہ ثواب ہے پھر انہوں نے گمان کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھنا افضل ہے اور امام ابوحنیفہ نے دونوں حدیثوں میں موافقت قائم کر دی۔ جسے ترمذی نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز خوب روشن کر کے پڑھو۔ کیونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی واسطے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسفار افضل و مستحب ہے تاکہ اس حدیث میں اور ایک دوسری حدیث میں موافقت و مطابقت ہو جائے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ بہترین عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے اور آخری وقت بھی تو اس نماز کا وقت ہی ہے باقی رہی یہ حدیث کہ اول وقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور آخر وقت معافی ہے تو یہ حدیث موضوع ہے ابن جوزی نے اس کی موضوعیت کی تصریح تو نہیں کی مگر اشارہ کیا ہے جبکہ بعض دوسرے حضرات نے تو صراحت کر دی ہے کہ یہ موضوع ہے۔

مثال نمبر ۱۴:- صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے:

بعض احادیث میں آیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد فجر کی نماز ہے تو لوگوں نے گمان کیا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل کو ترک کرتے ہوئے صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز عصر مراد لی ہے مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ امام موصوف نے یہ بات اپنی رائے سے نہیں بلکہ حدیث صحیح کی وجہ سے کہی جسے شیخین نے بالاتفاق علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یوم احزاب کو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ اور قبریں آگ سے بھرے کہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی نماز عصر سے مشغول رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس حدیث کی وجہ سے آپ نے کہا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۵:- بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے:

جہر اُتسمیہ پڑھنے کے متعلق جو احادیث آئی ہیں۔ ان کے بارے میں گمان کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر قیاس کی وجہ سے عمل نہیں فرمایا۔ حالانکہ قیاس ورائے کے سبب سے نہیں بلکہ اس وجہ سے امام موصوف نے انہیں ترک کیا کہ ان کی صحت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اگر بعض صحابہ سے ان کی صحت کا کچھ ثبوت ملتا ہے تو وہ بھی بعض حصے میں باقی میں صحت ثابت نہیں ہوتی۔ مگر تعجب تو علی بن عمر دارقطنی پر ہے کہ جس نے تعصب سے کام لیتے ہوئے جہر باتسمیہ پر کتاب لکھ ڈالی اور تمام موضوعات میں جمع کر دیں۔ جس پر تمام محدثین نے اس کی تطبیق و تغلیط کی اور جب وہ مصر میں آیا تو امام مالک کے متبعین

میں سے ایک بزرگ نے اس سے کہا کہ میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جو وحدہ لا شریک ہے کیا جہر باتسمیہ پر کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح مروی ہے؟ تو اس نے کہا کہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل نہیں فرمایا۔ بلکہ اس حدیث صحیح کو معمول بنایا جس کو شیخین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی نے باواز بلند تسمیہ نہیں پڑھی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے تسمیہ سے قرأت کی ابتدا نہیں کی۔ اسی وجہ سے تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جہر نہیں کیا جائے گا۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۶:- ترک فاتحہ سے نماز باطل نہیں ہوتی:

قرآۃ فاتحہ کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں مثلاً حضور علیہ السلام کا ارشاد کہ نماز نہیں ہے مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ اور جس نماز میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ ناقص و ناتمام ہے۔ ان کے متعلق بھی یہ وہم کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ نے ان احادیث مذکورہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر فاتحہ کے علاوہ کچھ قرآن پڑھ لیا جائے تو بلا فاتحہ بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ انہوں نے یہ نہیں جانا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر اس طور پر عمل کیا ہے کہ تمام احادیث میں تطبیق ہو گئی۔ اس لئے کہ امام موصوف نے فرمایا ہے کہ اگر نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے کامل نہیں۔ پھر اگر جان بوجھ کر چھوڑی ہے تو گنہ گار ہے اور اس کی نماز ناقص و ناتمام ہے اور اگر بھول کر رہ گئی

ہے۔ تو مجہدہ ہو سے جبر نقصان ہو سکتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ نماز کامل و با فضیلت نہیں مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ لیکن آپ ترک فاتحہ سے اس کو باطل قرار نہیں دیتے۔ اس حدیث صحیح پر عمل فرماتے ہوئے جس کو امت نے قبول کیا اور شیخین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) نے بالاتفاق اس کا اخراج فرمایا۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے غلط نماز پڑھنے والے کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ تکبیر کہہ اور پھر جو قرآن میں سے با آسانی پڑھ سکتا ہے پڑھ اور اس حدیث پر اس واسطے عمل واجب ہے کہ یہ قرآن پاک کے موافق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو)

پارہ ۲۹ سورہ مزمل

آیت ۲۰

اس واسطے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ترک فاتحہ سے نماز باطل نہیں ہوتی بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۷: تشہد التحیات ابن مسعود کا صحیح ہے:

اسی طرح تشہد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لوگوں نے یہ خیال کیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو قیاس سے چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ انہیں یہ پتہ نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وجہ سے تشہد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ترک کیا۔ امام ابو یوسفی ترمذی کہتے ہیں کہ تشہد کے بارے میں حضور علیہ السلام سے

جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ ان سب میں سے صحیح ترین حدیث عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے۔ پھر اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام علیہم الرضوان کا عمل اسی پر ہے۔

مثال نمبر ۱۸: نماز میں شک ہو تو غالب گمان ڈھونڈے:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب تم میں کسی کو نماز میں شک لاحق ہو جائے تو یقینی (کم) پر بنا کرے لوگ یہ سمجھے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا، اور قیاس کو اپنایا ہے۔ حالانکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث پر اس صورت میں عمل کیا جب غلبہ ظن نہ ہو اور بصورت غلبہ ظن تحریر کرے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے (کہ) کتنی رکعتیں پڑھی ہیں (تو درستی کے لئے جانچ کرے۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر ۱۹: صبح کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا:

نماز فجر میں قنوت پڑھنے کے متعلق وارد شدہ احادیث پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترک عمل قیاس کے سبب سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ آپ کو ان کے منسوخ ہونے کا علم تھا۔ دلیل نسخ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جو صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مادہ تک فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھی اور بعض عرب قبائل کے لئے بدنامی پھر آپ ﷺ نے قنوت ترک فرمادیا۔

مثال نمبر ۲۰:- وہ اوقات جن میں نماز جنازہ پڑھنا اور دفنانا منع ہے:

نماز جنازہ کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث عامہ کے عموم پر عمل کو ترک کر کے اوقات ثلاثہ مکروہہ میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دینا قیاس و رائے کی بناء پر نہیں بلکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خاص حدیث صحیح سے ان احادیث عامہ میں تخصیص کی اور وہ حدیث امام مسلم نے صحیح مسلم میں اپنی سند کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے ہم کو جنازہ کی نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مثال نمبر ۲۱:- گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰۃ ہے:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنی امت سے گھوڑوں اور غلاموں کا صدقہ مٹ دیا ہے۔ لوگوں نے یہ بدگمانی کی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیاس کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کیا۔ حالانکہ امام موصوف کا عمل اس حدیث صحیح پر ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے گھوڑوں کو باندھا اور پھر ان کی پیٹھوں اور گردنوں میں اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں روکا تو وہ اس کے لئے پردہ ہوں گے۔ لہذا اس حدیث صحیح پر عمل کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر ۲۲:- سنکیاں لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حاجم و محجوم یعنی سگی لگوانے والے اور لگانے والے دونوں کا روزہ نہیں رہتا۔ لوگوں کو بدگمانی ہوئی کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث پر قیاس کی وجہ سے عمل نہیں کیا حالانکہ امام موصوف نے اس کے معنی و تاویل کو سمجھ کر اس کے معنی پر عمل فرمایا۔ باقی رہا یہ کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو یہ اس حدیث صحیح کی بناء پر ہے جسے ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے روزے کی حالت میں سگی لگوائی۔

مثال نمبر ۲۳:- حج اور عمرہ کا اکٹھے احرام باندھنا افضل ہے:

مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حج افراد فرمایا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حج قرآن کو افضل قرار دینا قیاس و رائے سے نہیں کہ ترک حدیث بمقابل قیاس لازم آئے بلکہ اس حدیث صحیح کی بناء پر ہے جس کو شیخین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو حج و عمرہ کا اکٹھا تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔

مثال نمبر ۲۴:- حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ محرم نہ تو خود اپنا نکاح کر سکتا ہے اور نہ کوئی اور اس کا نکاح کر سکتا ہے اور اسی طرح پیغام نکاح بھی نہیں دے سکتا۔ یہاں بھی یہی وہم کیا گیا کہ قیاس کے سبب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل ترک کیا حالانکہ امام موصوف کا عمل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث صحیح پر ہے جس کو بخاری و مسلم نے بالاتفاق روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔

مثال نمبر ۲۵:- پڑوسی حق شفعہ کا زیادہ حقدار ہے:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ شفعہ اس چیز میں ہے جو تقسیم نہ ہو چکی ہو گمان کیا گیا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بجائے اس حدیث کے اپنے قیاس و رائے پر ہے۔ حالانکہ امام موصوف اس صحیح حدیث پر عمل پیرا ہیں جسے شیخین نے بالاتفاق روایت کیا وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ پڑوسی اپنے قرب کے سبب سے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

مثال نمبر ۲۶:- نفلی عبادت سے سنت افضل ہے:

اسی طرح وہ احادیث عامہ جو نفلی عبادت کی ترغیب کے بارے میں وارد ہیں۔ ان کے متعلق بھی خطیب بغدادی وغیرہ نے یہی گمان کیا کہ سبب قیاس کے ان پر عمل نہ کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نکاح میں مشغول ہونا

عبادات نافلہ سے افضل ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ امام موصوف کا عمل حدیث صحیح پر ہے جو کہ یہ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا لیکن میں روزہ بھی رکھتے ہوں، انظار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

مثال نمبر ۲۷:- بیوہ عورت اپنے نفس کی وارث سے زیادہ حق دار ہے:

وہ عام احادیث جو نکاح میں وارث کے ہونے کی شرط ہے مثلاً وارث کے سوا نکاح صحیح نہیں ہے وغیرہ نے تو گمان کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ کے قیاس کی وجہ سے عمل نہیں کیا کیونکہ امام صاحب نے کہا ہے کہ کہ بالغہ عورت کا نکاح وارث کے سوا، جائز ہے حالانکہ امام ابوحنیفہ نے صحیح حدیث پر عمل کیا ہے جس کو ترمذی نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے نفس کی وارث سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے گی۔ اور اس کی اجازت خاموش رہنے میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صحیح حدیث پر عمل کیا ہے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے کہ خنساء کی ان کے والد نے شادی کرادی حالانکہ وہ بات ان کو قبول نہ تھی اور وہ بیوہ تھیں تو حضور ﷺ نے ان کا نکاح رد کر دیا۔ اس لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے نفس کی وارث سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری عورت سے اجازت لی جائے گی۔ یہ بات امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے۔

مثال نمبر ۲۸:- مہر کے بغیر بھی نکاح درست ہے:

جو احادیث عامہ نکاح میں مہر مقرر کرنے کے اشتراط پر دلالت کرتی ہیں۔ ان پر امام ابوحنیفہ کا عمل نہ فرمانا بسبب قیاس و رائے کے نہیں بلکہ ترمذی کی حدیث کی بناء پر ہے جس کو انہوں نے اپنی جامع میں روایت کیا کہ ایک ایسی عورت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آئی جس کے نکاح کے بعد اس کا شوہر بغیر دخول کے فوت ہو گیا اور مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میری رائے میں اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لئے میراث بھی ہے اور اس پر عدت بھی ہے۔ اس پر معقل بن شان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی کہ بروح بنت واشق اشجعیہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسی واسطے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نکاح مہر مقرر کئے بغیر بھی صحیح ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

مثال نمبر ۲۹:- طلاق کا طریقہ:

جو احادیث، اباحت طلاق کے متعلق وارد ہیں۔ یہ گمان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے قیاس کی وجہ سے ان پر عمل ترک کیا اور کہا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث صحیح پر عمل فرمایا۔ جس کو بالاتفاق شیخین نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے مدت حیض کے دوران اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ بصلوۃ والسلام نے فرمایا اسے حکم دوتا کہ وہ رجوع کرے۔ پھر اسے روکے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے، پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو جائے۔ اب اگر ان کی رائے طلاق دینے کی ہے تو حالت طہر میں اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے۔ یہی ہے وہ عدت جس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا امر فرمایا۔

مثال نمبر ۳۰:- دانت توڑنے کا قصاص:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دانت میں بھی قصاص جاری فرماتے ہیں۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے، تو گمان یہ کیا گیا کہ یہ جریان قصاص آپ نے قیاس سے فرمایا۔ حالانکہ آپ کا اعتماد بخاری کی حدیث صحیح پر ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میری بھوی بھی رنج بنت نصر نے ایک لڑکی کو چھو مار کر اس کا دانت توڑ دیا۔ پھر جاریہ والوں سے معافی چاہی مگر انہوں نے انکار کیا اور پھر دیت پیش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور حضور علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے قصاص کا امر فرمایا۔

مثال نمبر ۳۱:- جنگ میں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کے قتل کی ممانعت:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں، بوڑھوں، خوف کرنے

داؤں اور اندھوں کو قتل نہیں کیا جائے گا تو خطیب وغیرہ حضرات نے سمجھا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیاس کی وجہ سے قتل شرکین کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث عامہ کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ امام موصوف نے ترمذی کی اس حدیث صحیح پر اعتماد کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک غزوہ میں ایک مقتولہ عورت پائی گئی تو حضور علیہ السلام نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

مثال نمبر ۳۲:- شکاری کہتے ہیں اگر شکار سے کچھ کھالیا تو اس شکار کا کھانا ناجائز ہے:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کتے کا وہ شکار کھانا ناجائز ہے جس میں سے کچھ اس کتے نے کھالیا ہو تو اس سے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتے کے شکار کی اباحت پر دلالت کرنے والی احادیث عامہ پر قیاس کی وجہ سے عمل ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر دو حدیثیں ہیں جن کے اخراج پر بخاری و مسلم متفق ہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتے کے شکار کے بارے میں سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر تو نے سدھایا ہوا کتا چھوڑ اور اس نے شکار کو قتل کیا تو اس کو کھا اور اگر اس نے کچھ کھالیا تو پھر نہ کھا۔ اور اپنے نفس کو روک دے۔

مثال نمبر ۳۳:- ذوی السہام:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مال وراثت کو سوائے شوہر اور بیوی کے باقی ذوی السہام پر رد کیا جاتا ہے جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اسے رد نہیں کیا جائے گا بلکہ بیت المال میں رکھا جائے گا۔ لوگوں نے یہاں بھی یہی خیال کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات قیاس و رائے کی روشنی میں کہی ہے۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کا عمل بخاری کی حدیث صحیح پر ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی لحيان کی اک عورت کے بچے کے بارے میں جو کہ مردہ گرا تھا ایک غلام یا لونڈی بطور دیت دینے کا فیصلہ فرمایا۔ پھر وہ عورت جس کے لئے غلام یا لونڈی دینے کا حکم فرمایا تھا مر گئی تو حضور علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے دو بیٹوں اور زوج کے لئے ہے اور قاتلہ عورت کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔

نوٹ:- اس بحث سے معلوم ہو گیا کہ خطیب بغدادی وغیرہ کا یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبار و احادیث کے بجائے قیاس و رائے پر عمل کرتے ہیں آپ پر بہتان و افتراء ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء اس سے بری ہیں۔ البتہ جن احکام و حوادث میں حدیث موجود نہ ہو تو اس میں قیاس کرتے ہیں جیسا کہ دیگر ائمہ مجتہدین بھی ایسے احوال میں قیاس کیا کرتے ہیں۔

مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ اصل رابع میں اگرچہ بات حول پکڑ گئی مگر یہ برادران احناف کے لئے فائدہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اکثر غیر مقلدین بھی اعتراض

کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قول صحابی کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

مثال نمبر ۳۴:- خلیفہ منصور کا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایک خط:

چنانچہ مشہور ہے کہ خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث پر اپنے قیاس کو مقدم رکھتے ہیں تو آپ نے جواب میں لکھا کہ اے امیر المومنین آپ تک غلط بات پہنچی ہے کیونکہ میں تو اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول اللہ ﷺ پر پھر ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیصلوں پر پھر دیگر صحابہ کرام علیہم السلام کے فیصلوں پر اور پھر قیاس کرتا ہوں۔ یہ باتیں وہ محض امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض و حسد کی بناء پر کہتے ہیں تاکہ جہلاء کے سامنے بطور حجت پیش کر سکیں۔

مثال نمبر ۳۵:- ان کی پرواز کی حد صحاح ستہ تک محدود ہے:

بعض مقامات پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماخذ اور خداداد دلائل استدلالیہ تک ان لوگوں کے فکر کو رسائی ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان کی پرواز کی حد صحاح ستہ تک محدود ہے اور ظاہر ہے اصحاب صحاح ستہ کا زمانہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے زمانہ سے کم و بیش ایک سو سال بعد کا ہے۔ لہذا اگر کوئی حدیث اصحاب صحاح ستہ کے زمانہ میں ضعیف ہو تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ضعیف ہو کیونکہ ممکن ہے۔ اس حدیث میں ضعف بعد کے راویوں کی وجہ سے آیا ہو۔ یہی مضمون بحوالہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رختہ اللہ علیہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی دو شخص میں جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے حدیث کی بنیاد رکھی اور ہندوستان کے محدثین مقلدین ہوں یا غیر مقلدین سب آپ کے شاگرد ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ زمانہ خیر القرون کے بعد آئے عالم میں عام طور پر غلط ملط ہوا، اور زمانہ نے رتبہ بدلا ہے۔ اگر زمانہ میں تغیر و تبدل نہ ہوتا تو پھر حضور اقدس ﷺ کی زبان حق ترجمان پر خیر القرون کی تخصیص کیا معنی؟

باب (۱)

دہابی مقلدین کو کافر اور مشرک سمجھتے ہیں:

خاتمہ:

ابتداءً رسالہ میں تحریر ہو چکا ہے کہ دہابیوں کے دوفرقتے ہیں۔ ایک ان میں سے دہابی حقیقی ہیں جو الحمد للہ کہلاتے ہیں اور مقلدین مذاہب کو کافر، مشرک، مباح اعمال اور مباح الدم سمجھتے ہیں۔ جیسے نجدی اور ہندوستان کے بعض دہابی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی انتہائی توہین اور آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں جیسے ابوالقاسم بناری نو مسلم نے اپنی کتاب ”الجرح علی ابی حنیفہ“ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ لے قرآن وحدیث نہیں پڑھا تھا۔ تاریخ تفسیر بالکل نہیں جانتے تھے، اس کے خیالات شیخ جلی کے خیالات کی مثل تھے اس سے تو ایک جام بہتر ہے۔

اس کی فقہ بے عملی کی فقہ ہے حدیث میں بالکل نادان، کہ ایک صحیح حدیث بھی اس تک نہیں پہنچی۔ وہ اور اس کے تمام اساتذہ و تلامذہ ضعیف تھے۔ وہ مرجیہ چہرہ اور زندیق تھا۔ جس طرح مرجیہ اسلام سے خارج ہیں ایسے ہی حنفی بھی اسلام سے خارج ہیں۔ اس نے شرک کی بنیاد رکھی اور مشرک ہوا۔ اس کا طریقہ صراحۃً خلاف قرآن ہے۔ نہ وہ مجتہد تھا اور نہ شرائط اجتہاد اس میں موجود تھیں وہ قرن شیطان اور باغی تھا اور مسلمانوں میں اس سے زیادہ ذلیل و منحوس کوئی نہیں گزرا۔ (باطیل دہابیہ

خاتمہ

حنفی نما دہابیوں کے عقائد

بعینہ وہی ہیں جو غیر مقلد

نجدیوں کے ہیں

منقول از الجرح علی ابی حنیفہ مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۳۰ھ)

اور ایسی ہی ایک کتاب ”بوسے غسٹین“ ہے جو عبد الجلیل سامروی کی تصنیف ہے اور ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔ ان کے آئمہ متقدمین ابن تیمیہ ابن قیم، ابن عبد الحماد اور متاخرین پیشوا قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہ نے بھی فقہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایسی ہی بہودہ باتیں کی ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا باعث تطویل ہوگا۔ خیر وہ جانیں اور ان کے عقائد و اعمال جانیں کیونکہ بحکم قرآنی آیت جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی بھی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ
بَنُوهُ وَأَصْلَهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ
وَوَخَّتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ
وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً
فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ

(ب ۲۵ سورہ)

(الجاثیہ آیت ۲۳)

(بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی

خویش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ
نے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس
کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس
کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے

بعد اسے کون راہ دکھائے۔)

۲۔ حنفی نما و ہابیوں سے ایک سوال:

وہابیہ کے فرقہ ثانیہ سے جو لباس حنفیت میں کم علم لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں
ہم سوال کرتے ہیں کہ خدا راجح بتاؤ کہ تم پہلے فرقے (غیر مقلدین) کے عقائد

و اعمال کو اچھا سمجھتے ہو یا برا، اگر اچھا سمجھتے ہو تو پھر بمطابق حدیث

الْمُؤْمِنُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ تم بھی انہی کا حصہ اور جزء لا ینفک ہوئے

لہذا تمہارا دعویٰ حقیقت منافقت پر مبنی ہے اور جو آیات کریمہ کفار و منافقین
کے بارے میں ابتداء رسالہ میں گزر چکی ہیں وہ ہو بہو تمہارے اوپر صادق آتی ہیں اور
اگر ان کے عقائد و اعمال کو برا سمجھتے ہو تو پھر تمہیں ذات پروردگار کی قسم دے کر ہم
پوچھتے ہیں کہ ان کے رد میں تم میں سے کسی فرد نے کوئی کتاب یا رسالہ تحریر کیا ہے یا
نہیں؟

اگر ہے تو اس کتاب اور اس کے مصنف کا کیا نام ہے؟ اور اگر نہیں تو تمہاری
غیرت ایمانی اور حیثیت دینی کہاں ہے؟

۳۔ اہل حدیث و ہابیوں سے ایک سوال:

اور وہابیوں کے پہلے فرقہ یعنی غیر مقلدوں سے سوال یہ ہے کہ تم اپنے
پیشواؤں قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن بھوپالی وغیرہ کی پیروی کرتے
ہو یا نہیں؟ اگر کرتے ہو تو تم بھی مقلد ہوئے فرق صرف اتنا ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور تم شوکانی وغیرہ کے اور جس شرک و کفر کی نسبت تم
مقلدین مذاہب کی طرف کرتے ہو خود بھی اس کی زد میں ہو، اور اگر ان کی پیروی نہیں
کرتے ہو تو پھر جس طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جرح کرتے ہوئے
”الجرح علی ابی حنیفہ“ وغیرہ کتابیں لکھی ہیں کیا ایسی ہی کوئی کتاب شوکانی و دہلوی
وغیرہ پر جرح کرتے ہوئے بھی تحریر کی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کون سی؟ اور اگر نہیں تو

اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر یہ کہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے پیروکار ہیں اب سوال یہ ہوگا کہ کیا تمہیں حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی؟ اور ان کی احادیث شریفہ کو خود سنا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اپنی صحابیت کا ثبوت پیش کرو اور اگر نہیں تو پھر تمہارے پاس یہ احادیث کس نے پہنچائیں؟ اگر کہیں کہ مصنفین صحاح ستہ وغیرہ نے ہم تک یہ احادیث پہنچائیں۔ تو ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ جن راویوں سے ان مصنفین صحاح ستہ نے یہ احادیث کریمہ نقل کی ہیں وہ ثقہ معتقد ہیں یا نہیں؟ بصورت ثانی ان پر عمل کرنا خطا ہے اور بصورت اول ان کا ثقہ ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟ اگر یہ کہیں کہ بزرگان دین مثلاً امام بخاری مسلم، ابن جوزی، ترمذی، بیہقی بن معین، حاکم اور علامہ سیوطی وغیرہ کا انہیں ثقہ لکھنا ہی ان کا ثقہ ہونے کی واضح دلیل ہے تو ہم کہیں گے کہ الحمد للہ چشم مارو شن دل ماشاء اللہ تو تقلید شخصی ہے۔ کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی شخص کے قول کو بلا مطالبہ دلیل قبول کرنے کو مگر افسوس تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی پیدا کردہ آفت تمہارے سامنے آگئی کہ تقلید تو کفر و شرک اور بدعت ہے اس کا کیا علاج ہوگا۔

(اے بادشاہیں ہمہ آورد و تست)

افتراق امت

حدیث نمبر ۱

امت محمدیہ کا ۳ فرقوں میں بٹنا:

اب ہم تین نہایت ہی اہم احادیث کے ذکر پر رسالہ کا اختتام کرتے ہیں۔
۱۔ افتراق امت کے بارے میں صحیح ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ میری امت پر بعینہ ایسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے۔ جس طرح جوتی کی جوتی سے برابری ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے ان میں سے اپنی ماں سے اعلانیہ طور پر زنا کیا تو میری امت میں بھی کوئی ایسا ہوگا جو یہ کام کرے گا۔۔۔ بے شک بنی اسرائیل بہتر (۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت بہتر (۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے صرف ایک جنتی ہوگا باقی سب دوزخی ہوں گے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک جنتی کونسا ہے؟ تو فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

۲-۲ فرقے دوزخی اور ایک جنتی ہوگا، اور وہ جماعت

ہے:

روایت احمد و ابوداؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بہتر (۷۲) فرقے دوزخی اور ایک جنتی ہوگا اور وہ جماعت (بڑا گروہ) ہے اور میری امت سے بعض ایسی قومیں نکلیں گی جن میں بدعات ایسے سرايت کریں گی جیسے کتے کا زہر کاٹے ہوئے میں اثر کرتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ بغیر اثر کے نہیں رہتا۔ بہتر (۲) فرقوں کے دوزخی ہونے کے متعلق یہ حدیث اس صالح الفطرت رسول اللہ ﷺ کی ہے جس کے کلام کی شان پر یہ آیت کریمہ شاہد ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ
هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - پ ۲۷
اور کوئی بات اپنی خواہش سے
نہیں کرتے جب تک وحی نہیں
آتی (سورة النجم آیت ۳، ۴)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بہتر فرقے امت دعوت میں ہیں یا امت اجابت میں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امت اجابت میں یہ فرقے ہوں گے۔ کیونکہ حدیث مذکورہ بالا میں امتی کا لفظ مکرر آیا ہے اور وہ گمراہ فرقے جو اہل قبلہ نہیں ہیں انہیں حضور علیہ السلام کی امت نہیں کہا جاتا جبکہ علماء کلام نے ان بہتر (۲) فرقوں کو اہل قبلہ سے شمار کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہی ہیں جو مقلدین مذاہب اربعہ ہیں۔

۳۔ جماعت سے مراد اہل سنت و جماعت ہے:

ایک نہایت ہی عظیم اور مجیدہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ بہتر (۳) فرقوں میں ہر فرقہ اس حدیث کو قبول کرتا ہے اور خود کو فرقہ ناجیہ اور حدیث ما انا علیہ واصحابی (جس پر میں میرے صحابہ ہیں) کا مصداق قرار دیتا ہے۔ اب کون ایسا امین دھم ہو جو اس بات کا فیصلہ کرے کہ ان فرقوں میں سے نجات پانچوالا کونسا فرقہ ہے؟ اور اگر کوئی فیصلہ کرے گا بھی تو کوئی فرقہ بھی اپنے مقصود کے خلاف اس کے فیصلہ کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ لہذا اہم اہل سنت و جماعت نے اس کا کوئی علاج نہ جانتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عاجزانہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ خود ہی اس بارے میں فیصلہ فرمادیں تو بفضل اللہ تعالیٰ ہم نے دیکھا کہ اس حدیث کے اس جملہ میں اس کا جواب موجود ہے کہ هِيَ الْجَمَاعَةُ (وہ جماعت ہے) جیسا کہ روایت ابوداؤد میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ اور لفظ جماعت اہلسنت و جماعت کے نام میں موجود ہے۔

۴۔ افراد اہلسنت و جماعت کی کثرت واضح ہے اور اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے:

اور جماعت سے مراد کثرت افراد ہے اور باقی فرقوں کی بنسبت افراد اہلسنت و جماعت کی کثرت واضح ہے اگر کسی کو یقین نہ آئے تو حکام وقت دنیا کی جو مردم شماری کرتے ہیں اس کو پیش نظر رکھے تو فیصلہ ہو جائے گا بلکہ مقلدین مذاہب

اربع یعنی اہلسنت و جماعت کے افراد کا مقابلہ اگر باقی تمام فرقوں کے مجموعہ سے کیا جائے تو بھی افراد اہلسنت کی تعداد کہیں زیادہ ہوگی۔

اگر کوئی یہ کہے حدیث پاک میں آنے والے لفظ جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو راہ راست پر ہوں چاہے افراد کم ہی ہوں جیسا کہ بعض محدثین کا خیال ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس کے متعلق بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیصلہ کر دیتے ہیں ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جماعت سے مراد کثرت افراد ہے حدیث پاک یہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یقیناً میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا یا یہ فرمایا کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گرے گا۔ (ترمذی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہونے دے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرمادیا (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جو جماعت سے علیحدہ ہوا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا (بخاری)

اگر کوئی یہ کہے کہ ان احادیث شریفہ میں اجتماع امت اور جماعت کا لفظ تو آیا ہے مگر یہ تصریح نہیں ہوئی کہ جماعت سے مراد کثرت افراد ہے تو ہم کہتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سواد اعظم یعنی بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ میں ڈالا جائے گا۔

(ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح بھیڑیا بکریوں میں اس بکری کو پکڑتا ہے جو علیحدہ اور کنارے والی ہوا۔ لہذا چھوٹے چھوٹے گروہوں سے بچو اور جماعت مسلمین و عامۃ الناس کی پیروی تم پر لازم ہے (رواہ احمد) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر ہٹا اس نے اسلام کی رسی اپنی گروں سے اتار دی (ابوداؤد) (مشکوٰۃ)

نوٹ :-

لفظ سواد اعظم (بڑا گروہ) اور لفظ عامہ جو کہ ان احادیث مذکورہ میں ہے کثرت افراد پر تصریح ہے اور کثرت افراد غیر متقلدین و دیگر فرقوں کے مقابلہ میں اہل سنت و جماعت میں ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت ہی ہیں۔

حدیث نمبر (۲)

اسلام غریب ہو کر آیا

اور غریب ہو کر لوٹے گا

۲۔ دوسری حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ (یقیناً دین غریب ہی شروع ہوا، اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی لوٹے گا لہذا غریب باء کو خوشخبری ہو۔)

(ترمذی باب ما جاء ان الاسلام بدأ غریباً)

لفظ غریب کا اطلاق اصطلاح عرب میں مسافر، تنہا پر ہوتا ہے یعنی اسلام ابتداء میں ضعیف تھا۔ پھر ترقی کر کے عروج و کمال پر پہنچا اور اب اس دور میں رو بہ تنزل ہے اور روز بروز ضعف بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ صفت اس دور میں سوائے اہل سنت و جماعت کے اہل قبلہ فرقوں میں سے کسی فرقہ میں موجود نہیں جیسا کہ ہر ذی شعور و صاحب عقل مشاہدہ کر رہا ہے کہ گمراہ فرقے مثلاً شیعہ، خارجیہ، وہابیہ، نجریہ اور مرزائیہ وغیرہ اسی زمانہ میں روز بروز ترقی کر رہے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو گزشتہ دس سال کی مروجہ شامی کا تقابل موجودہ وقت سے کر کے دیکھ لے کہ باطل فرقوں میں سال بسال کس قدر اضافہ و ترقی ہوئی اور یہ زیادتی کہاں سے آئی اور اہلسنت

و جماعت سے کتنے افراد کم ہو گئے اور عوام کے اہلسنت و جماعت سے نکلنے کی وجہ ظاہر ہے کہ دوسرے فرقوں میں اکثر خمریات شرعیہ کی پابندی نہیں ہے ہر مطلق العنان اپنے وقت کا جہتد بنا بیٹھا ہے اور جو کچھ دل میں آتا ہے کہہ دیتا ہے چونکہ اس دور میں سرکش نفوس تقلید و شرعی پابندی سے انکاری ہیں لہذا تقلید کی رسی اپنی گردن سے اتار کر بد مذہبی اختیار کرتے ہیں اور اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق داد نفس پروری دیتے ہوئے عمر گزار دیتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام حقیقی اسی جماعت اہل سنت کا نام ہے جو کہ مقلدین مذاہب اربعہ ہیں بلکہ اسلام تو نام ہی اس جماعت اہل سنت کا ہے کہ اس نے غربت سے ترقی و عروج حاصل کیا پھر ترقی سے رو بہ غربت ہے۔

إِنَّا لَكُلُّوْا وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث شریف میں لفظ اسلام ہے اور اسلام کفر کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے لہذا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اسلامی حکومت و اقتدار ضعف سے ترقی اور پھر ترقی سے ضعف کی طرف رجوع کرے گا۔ تو میں کہوں گا کہ اسلامی حکومتوں کے حاکم جو ہوئے ہیں کیا وہ وہابی، مرزائی، غیر مقلد، نجری یا نجدی تھے۔ وہ بھی تو مقلدین مذاہب میں سے تھے لہذا ان کا کفار کے مقابلہ میں ضعف جماعت مقلدین ہی کا ضعف ہوا۔

حدیث نمبر ۳

جو شخص دنیا میں جس سے محبت رکھتا ہے وہ

آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا!

۳۔ تیسری حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے اٹھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے قیامت کے لئے زیادہ نمازوں اور روزوں کی تیاری تو نہیں کی مگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور تو بھی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد اس کلمہ سے بڑھ کر کسی شے پر خوش ہوتے نہیں دیکھا (ترمذی)

اس حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں جس کو محبوب رکھتا ہے آخرت میں اس کے ہمراہ اس کی صف میں اسی کے درجہ میں ہوگا لہذا جو لوگ دعویٰ حقیقت کرنے کے باوجود محبت قلبی نجدیوں سے رکھتے ہیں اور ان کے افعال قبیحہ کو اچھا جانتے ہیں مسلمانانِ حرمین کے قتل، محرماتِ البیہ کی ہنگ اور شعائر اللہ کی تخریب پر

انہیں غازی موجد کامل اور عظمتِ السلطان وغیرہ القاب سے نوازتے اور ان سے دوستی رکھتے ہیں وہ اس حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن ان کے ہمراہ ان کی صف میں انہی کے درجہ میں ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس پر شاہد ہے
(اور تم میں سے کوئی ان سے دوستی
رکھے گا تو وہ انہی میں سے ہوگا)

پ ۶ سورۃ مائدہ

آیت ۵۱

ہوشیار باش:

ان لوگوں (بعض خفی نما و ہابیوں) کے دعویٰ حقیقت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کے عقائد بعینہ وہی ہیں جو غیر مقلدین نجدیوں کے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ
إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ
لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ
الْوَهَّابُ .

(اے ہمارے رب، ہمارے دل
ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے
ہمیں ہدایت دی ہے اور ہمیں
اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے

(پ ۳، سورۃ آل عمران، شک تو ہے بڑا دینے والا)

آیت ۸)

اے اللہ ہمیں اپنی اور اپنے محبت کی محبت عطا فرما۔ ہمیں اپنے عمل صالح کی محبت عطا فرما جو تیری محبت کے قریب کر دے اور ایسے نیک بندے کی محبت عطا فرما جو

تیری محبت کی طرف راہنمائی کرے۔ ہمیں اپنی، اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ اور اپنے محبوب و نیک بندوں کی اطاعت نصیب فرما۔ تو نے ارشاد فرمایا ہے اور تیرا ارشاد حق ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ
وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ
رَفِيقًا

(اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہدا اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں)

یہ آخر ہے اس کا جس کی تحریر کا ہم نے یہاں پر ارادہ کیا۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ تحریر رسالہ بروز پیر وقت دوپہر ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ میں فراغت ہوئی۔

اے اللہ ہمارا اور اس رسالہ کو بنظر انصاف دیکھنے والوں کا خاتمہ بالخیر فرما۔

محمد حسن مجددی فاروقی

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی عنایت سے ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ کو اس رسالہ جلیلہ کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا

حافظ محمد عبدالستار قادری سعیدی

ناظم تعلیمات و مدرس دارالعلوم جامعہ نظامہ ضریہ و خطیب مسلم مسجد لوہاری میٹ لاہور

تقریظ حضرت علامۃ العصر اس العلماء مولینا عبدالباقی صاحب قاضی بلا دسندھ و بلوچستان و سجادہ نشین درگاہ عالی حضرت مفتی دیار السندھ استاذ الآفاق علامہ مولینا محمد عبدالغفور الہمایونی علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده
وعلى اله واصحابه الذين هم المرضيرون عنده - اما بعد فاني قد
طالعت الرسالة المسماة بالاصول الاربعة في ترويد الوهابية
التي صنفها النهر القمقام والبحر الطمطمطام حافظ آيات القرآن
ناشرا حاديت رسول الرحمن - المقتدى في مذهب الامام
السنعمان - حضرة سيدى ومولاي الحاج محمد حسن جان
لازال الت شمس افاضة ساطعة وبدور افادة لامعة فوجدتها بحمد
الله حاوية على تحقيقات انيقة وشاملته على تدقيقات رشيقة
ماسمعتها الاذان والاراتها الاعين ولا خطرت على قلب بشر -
مشيدة بالدلائل الساطعة ومويدة بالحجج القاطعة نافعة
تفعاجما وفاتحتة قلوبا غلقا اعينا عميا واذا ناضما ولا ريب في
انها ماء زمزم يشربونه لنيل الشفاء من كان قلوبهم

غلفاً وتكشف افئدتهم بها انكشافاً يقربهم الى الله زلفى - وما الحيات يخفى به صدور الموتى وكمل الجواهر يبصر به عيون اهل العمى فله درمولفها حيث اتى بدلائل شافية وتحقيقات كافية فياليت شعري هذا كتاب ينطق عليكم بالحق والصواب - ولعمري ان هذا هو القول الفيصل في الباب وفصل الخطاب - فمن اعرض بعد هذا التحقيق وكان من سررض القلب عليلاً - فاقراء في شأنه قوله تعالى من كان في هذه اعمى فهو في الاخرة اعمى واضل سبيلاً - وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وسلام على جميع عباء الله الصالحين خصوصاً على سيدنا وشفيعنا خاتم النبيين وعلى اله واصحابه اجمعين -

انا الفقير عبد الباقي الهما يونى عفا الله عنه

تقریر حضرت علامۃ الدہر رئیس العلماء مولانا محمد حسن صاحب سجادہ نشین درگاہ کتیا شریف و مفتی بلوچستان

بسم الله الرحمن الرحيم ط

ونصلي على رسوله الكريم وعلى جميع من سلك صراط المستقيم - اما بعد ير ضماثر ارباب بصائر مخفى نماند كه درين زمان فساد و طغيان كه شيطان و قرن الشيطان در اغواء ينى نوع انسان از سرتاپا مشغول و منتهك اند از بهيچ گوشه تداء ارحنى يا بلال مسموع نمى گردد و بهيچ كسى از اصحاب فضيل و كمالي در احياء معتقدات اهل السنة و امامه بدعات عقائد خبيثه مستحده نه مشغول نمى نمايد - حالانكه از باب مذاهيب باطله همچون روافض و مرزائيه و وهابيه در اغواء خلق الله بكمال جوش و خروش معين ابليس پر تلبيس اند - و در اين تنگنايوى روزانه به تيز رفتارى تمام روز افزون ترقى مي دارند خصوصاً فرقه شاذه وهابيه كه خود را در لباس مستقيانه ملبوس نموده بانچه و ستار مهره دار و ريش مشروع و عصائى دراز در پرده اتساعت توحيد و اتباع سنت و تبليغ اسلام در دين حضرت سيد المرسلين عيارانه ريز نيهامى كنند - و هر كسى مى دانند بگه توحيد ايشان مصنوعي توحيد نجلدى است نه

اصلى توحيد اسلامى و سنت ايشان سنت ابن عبد الوهاب
 و ابن تيميه است نه سنت نبويه على صاحبها الصلوة والتحية
 و كسانيكه در علم تاريخ يد طولى مى دارند بوجه احسن
 ميدانند كه اكثر اهل مذاهب باطله عقائد فاسده خود اربه
 بهانه تائيد و حمايت توحيد الهى فروغ و رواج داده اند چنانكه
 طائفه معتزله كه قرآن پاك كلام الهى را حادث مى دانند و
 از قديم دانستنش انكار ميكنند و ميگويند كه در صورت
 اعتقاد قدم كلام الهى تعدد قدماء لازم مى آيد و آن منافی
 توحيد است كما يستفاد من كتاب الماسون العباسي خليفه
 بغداد الى نائب اسحاق بن ابراهيم الخزاعي المذكور في تاريخ
 الخلفاء في ترجمة الماسون نمى دانند كه ممنوع و منافی توحيد
 تعدد ذوات قديمه است نه تعدد صفات قديمه كما حققه في
 شرح العقائد النسفية بما لا يتصور المزيد عليه و همچون حكماء
 فلاسفه مثل افلاطون و جالينوس و ارسطا طاليس و غيرهم كه
 توحيد ذات پاك باری تعالى را بحدی كه رسانيده بودند كه
 ميگفتند الواحد الحقيقى لا يصدر منه الا الواحد لهذا از باعت
 تضيق و تقريظ در توحيد از فعال لما يريد بودن او تعالى و از خالق
 كل شئ بودنش انكار نموده در وادی ضلالت سرنگون
 افتادند و خالقيت او تعالى شانه را فقط در خلق عقل اول

محدود و محصور کردند - همچنين و پايان نيز در توحيد
 اسلامى تصديق و تقريظ و تحريف نموده تعظيم غير الله
 را اگرچه در حد اجازت شرعيه محدود ديوده باشد منافی توحيد
 و مرادف شرك و كفر دانستند كما مر جوابه في كتبهم
 المؤلف في ذكر توحيد النجدي - صديقه شكرياى تعالى بجا
 آورده مى شود كه در اين زمان سعادت اقتران ذات ملكي
 صفات حجة الخلف بقية السلف راس المشايخ الكرام و رئيس
 العلماء العظام مولينا و مقتدانا حضرت خواجه محمد حسن
 جان صاحب فاروقى مجددي سجاده نشين در گاه ننده
 سائينداد زيدت بر كاته و فيوضاته در ترديد اقوال و پايان كتابي
 مسمى به (الاصول الاربعه في ترديد الوبييه) تاليف نموده
 مسلمانان عالم را از شرائن طائفه مفسده نجات بخشيده
 است فبادروا اليها الطلاب الى مطالعة هذا الكتاب فانه عديم
 النظير في هذا الباب مشتمل على الحق والصواب و انا الفقير
 محمد حسن الكتبارى عفاعنه البارى

تقریر جناب علامہ وقت عمدۃ المحققین مولانا محمد قاسم
صاحب مفتی گڑھی سین ضلع سکھر (سندھ)

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الحمد والمنة وعلى نبیہ الصلوۃ والتحية وبعد فدونك
ایہا الساری هذا النبراس - كتاب فيه نور وهدى
للناس - يرشدك الى الابحاث الجليلة والمضامين العلية - للترديد
على الوهابية - رائية من اوله الى اخره فوجدة حقا صريحا لا ياتيه
الباطل من خلفه ولا من بين يديه فلاجل ذلك ترى الناس
مددحمين على مطالعته ومكبين عليه - يقتبسون منه لازاحة
ظلمات شكوكهم مشاعل وانوارا وقيمون للاهتداء الى
مقاصد هو بعد الاستضاءة به سلما وسارا ومن لم يرفع اليه راسه
او اطفأ نبراسه فهو في الدارين شقى مازاده الاخسارا وتبارا -
فلله در سيدنا المؤلف وهو مقتدانا وشيخ العالم - مظهر الفيض
الاتم من الله العلى الاعظم - العالم الربانى والعارف الحقانى
الشيخ الكبير مولانا وسيدنا حضرت خواجہ محمد حسن
الفاروقى المجددى السرهندى صاحب سجاده درگاہ
ٹنڈو داس سائیداد بن مضافات ٹنڈہ محمد خان ضلع حيدر
آباد سندھ لازالت شمس فيوضه ساطعة واقمار افاضة لامعة

حيث من على كافة المسلمين بما يغيد حفظ عقائد هم
وازعانهم حين ماسع المشتهون من ارباب المذاهب الباطلة
بنهت متاع ايمانهم وشفى من غليل العقائد السيئة من كان
على شفا - واوضح من مراسم الدين ما قد تغير وعفا - وليس
هذه سنة مستحدثة استأثرها المؤلف البحر التحرير بل احقاق
الحق وابطال الباطل سنة قديمة فى بيت هذا الشيخ الكبير
مستمرة فيهم عن الاكابر الى الاصاغر يرونها الاخلاف عن
اسلاف العشائر كيف لا يوم من نسل من هو الفاروق بين الحق
والباطل صاحب الدرة والاحتساب الذى وضع الله الحق على
لسانه وجعل رائيه موافقا للوحي والكتاب ومن اولاد من
هو الاسام الربانى والمجدد لآلاف الثانى رحمة الله عليه الذى
صنف كتابه المسمى بتحقيق النبوة حين رأى بعض متعلبة
زمانه عذب كثيرا من علماء الاسلام بتشديدات وتعذيبات
لا يناسب ذكرها لرسوخهم فى متابعة الشرائع واذعان
المرسل - وبلغ الامر الى ان يهجر التصريح باسم خاتم الانبياء
عليه الصلوۃ والسلام فى مجلسه ومنع ذبح البقرة وهو من اجل
شعائر الاسلام فى الهند وخرب المساجد ومقابر اهل الاسلام
وعظم معابد الكفار وزسوماتهم وعباداتهم وصنف كتابه فى
الترديد على الروافض حين رأى فتنتهم قد فشست فى الهند

واكتافها الخلف الصالح من اتم بسمات آياته اتصف بصفات
كبرائه ليكون اتصافه بتلك الصفات على صحة انتسابه برهانا
كثيرا - ومن لم يتصف فكأنه لم يات بما يكون على ما ادعاه
سلطانا نصيرا - فيافاض الجود ويا غاية كل مقصود افض علينا
من بركات هذا الشيخ المؤلف واجزه غنا وعن جميع المسلمين
مبايوازي غناؤه ويجازي عنايه من جميل الثناء والصالح الدعاء
وأخردعونا ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على
سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين كثره الفقير محمد
قاسم المتوطن في بلدة گڑھی یاسین ضلع سکھر سندھ

تقریظ جناب قدوة السالکین علامہ مخدوم بصر الدین

صاحب سیوستانی

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الله تعالى درمولينا المؤلف الشيخ الكامل - والعالم
العامل المشتهر في المشارق والمغرب - صاحب المقامات
العلية والمناقب حيث بنى اربعة جدران ومنع الضلال من
الاختلاط بالحق وميز الطيب من الخبيث فهذا هو الحق
الصريح الذي يعرض عليه التواجد وما ذا بعد الحق الا الضلال
والهادي هو الله المتعال كتبه بصر الدين السهوائي عفا الله عنه -

تقریظ جناب بحر العلوم علامہ مولانا مولوی حاجی لعل محمد

صاحب متعلوی زید مجده

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الله الحمد حمدا لا امد له ولا قضاء ولا ثناء ثنا لا غاية و
لا انتهاء - حيث وفق لمولينا معدن المعارف والحقائق له مصدر
الرموز والدقائق ذي لا آراء السديدة المويده لشرعية الاحمد
ية - يعسوب الملة الخفية - على تاليف هذا الكتاب المستطاب
المسمى بالاصول الاربعة فهذا شيء عجاب - واذن الكتاب
لا ريب فيه وهو حق حقيق والحق احق ان يتبع ويعرض عليه
بالتواجد وانا العبد الضعيف لعل محمد المتعلوي عفى عنه
ما كان منه -

تقریظ منظوم از جناب علامه مولانا مولوی حافظ محمد ابراهیم

صاحب یاسینی ناظم جمعیت الاحناف صوبہ سندھ

بسم الله الرحمن الرحيم ط

حمد لك اللهم رب العلمين
صليت بالصدق القراح على النبي
فاقول ايهاذا لجمع المؤمنين
ان الوهابيين فتنتهم فشت
قدوهنوا شان النبي وقصوا
فدالف الغوث الامام لردهم
زبرا مسمى بالاصول الاربعه
باطالبي المولى تعالوا نجوا
فتبادروا اهل الهند وتسارعوا
واذا تمسكتكم به فاستبشروا
والله مارات العيون مثله

اياك نعيد مخلصين ونستعين
وعلى العشيرة والصخلية اجمعين
واعول بالتوفيق من رب معين
ويتاعد واسن ظلى ايمان دين
فاستبطنوا في النار اينها خلدين
شيخ الشيخ الحارث الحبر المتين
وهو الكتاب القردو الحصن الحصين
فيه الهزبة والسعدانة باليقين
لله ليكم من زلتة حرر ثمين
طوبى ليكم قد مرتبه الفوز الممين
هذا لكم من ناظم قول وكنين

(كتبه العبد الضعيف الاثم محمد ابراهيم الياسيني تجاوز الله ذعالي عن

خطياته)

تقریظ علامه تحرير مولانا مولوی خادم حيسن صاحب

بہلڈنہ آبادی

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الحمد لله الذي هوفائق الاصباح والصلوة والسلام
على سيدنا محمد ن الذي هو صاحب الاصلاح وعلى اله

واصبحايه الذين سعو اباسر الدين في كل مساء وصباح اباعد
فقد رايت الرسالة السعاة بالاصول الاربعة في ترديد الوهابية
التي صنفها الشيخ الامام قدوة علماء الاقام فخر الفضلاء
العلمين وارث مقامات الانبياء والمرسلين شيخ الاسلام
والمسلمين مولائي وسيدى حضرة الخواجه محمد حسن
السرهندي الفاروقي المجددي لازالت عتبه ولاية مهبطا
للا نوار القدسية وسدة كرامته ملتثمالا ماجد البرية فوجدتها
حاوية لجميع مسائل الباب وكافية لازالة شكوك من له
الارتياب فان بقي بعد ذلك ريب لقوم يجحدون فباي حديث
بعده يومنون رقمه خادم حيسن عفا عنه رب المشرقين -

تقریظ تحرير فالح مولانا مولوی

عبد القيوم صاحب بوبكاني ناظم نظام

العلماء صوبہ سندھ

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوة
والسلام على رسول سيدنا ومولينا وشفيعنا محمد وآله
واصبحايه اجمعين اباعد فاني قد ظالمت هذه الرسالة الشريفة

المسملة بالاصول الاربعة واسعنت النظر فيها فوجدته على
الوهابيين برهانا ساطعا ولا عناقهم سيغا قاطعا وهذا الحقير
سارائي مثلها الى الآن جامع الفوائد وحاويا للمقاصد والفوائد
فكل حرف منها حقيق بان يكتب بالذهب وكل سطر منها
يليق ان يستند به اهل المذهب فهي خلاصة الرسائل المولفة
في هذا الباب وزبدة التصانيف التي اختارها اولو الالباب -
كيف لا وقد الفهارس المشائخ العظام ورئيس العلماء الفضام -
القاسم لاساس الكفر والبدعة مروج الطريقة والشرعية
سيدنا وسندنا ومرشدنا ومعتمدنا ومعتمدا العالم لازالت
شموس فيوضهم لاسعة وبدور ارشاد انهم ساطعة علينا فلله دره
وعلى الله اجره حيث اظهر الحق في زمان قد انطمست
آثاره - وتور الحق في قرن قد خمدت انواره فهذا كتاب حق من
اقتدى به نجا عن غواية الوهابيين ومن لم يهتد به فهو من
الظالمين وقد حرر هذه السطور عبدالقيوم المختيارى فوري ثم
السويكاني عفا عنه الله الغفور -

تقريظ فاضل محقق مولينا مولوى

صاحب داد صاحب سلطانكوٹی

مدير رساله البهائيون

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الحمد لله الذي كفى والصلوة والسلام على سيدنا
محمد المصطفى وعلى اله المجتبي واصحابه الذين حصلوا
المكانات العلى اساعد فقد رايت الرسالة المسملة بالاصول
الاربعة كاصول اربعة لبنان الدين من آوى بها فقد حين من
شرق قرن الشيطان البعير - وهو كتاب يليق ان يقال فيه انه
الحصن الحصين فانه لدفع ما يضر بالايمان حرز ثمين فلله
در مولفه الكامل السارح برهان امجد الاصفياء سلطان الاعظم
الاتقياء شمس الضحى بدر الدجى فلك العلى فخر الورى بحر
الندى بالهدى سلطان ارباب المناقب كلبهم صدر
الشعرية والولاية والنقى - وهو شيخ الاسلام اعظم - هادي
طوائف الامم سولائي وسيدى الخواجه محمد حسن جان
السرهندي المجددي مد ظله العالى فيا معشر اولي الالباب
عليكم بهذا الكتاب فانه يرشدكم الى طريق الحق والصواب

لحفظكم عما يوجب العذاب والعقاب - وانا البعد المسمر
بصاحب اد غفرله رب العباد -

تقريظ عالم مدقق مولانا مولوي عبدالستار صاحب صدر

مدرس مدرسه اله آباد نزديك صحبت

پور ضلع سيوى بلوچستان (سندھ)

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الحمد لله الذى وفق لعباده الصالحين على تائيد دينه
المتين والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذى بشر ببعث
رجل من المجددين على راس كل مائة عام باليقين وعلى اله
وصحبه الذين تمسكوا بآثار الرسول الامين اما بعد فقد طالعت
الرسالة المسماة بالاصول الاربعة وتعمقت النظر فى مضامينها
فهى دواء لمن فى صدر داء من وسواس الخناس وشفاء لمن فى
قلبه مرض الياس من حصول بركات سيد الناس عليه وعلى اله
وصحبه الصلوة والسلام من اله الناس كيف لا وقد صنفها من لا
نظير له فى الزمان صاحب العلم والعرفان الحافظ لكلام الله
والمجاهد لاعلاء كلمة الله صاحب الكرامات الظاهرة بآثاره
المقامات الفاخرة مولائى وسيدى شيخ الاسلام الحاج محمد
حسن جان السرهندي الفاروقى المجددى - مع الله طلبة

الحق بطول بقائه ومن على كافة المسلمين آمين بدوام غره
وعلائه آمين ثم آمين والحمد لله اولاً وآخراً والصلوة على جيبه
باطنا وظاهراً وانا الفقير عبد الستار عفا الله عنه -

تقريظ جرن تحرير جناب ضاجزاده محمد

معصوم صاحب خلف رشيد حضرت

سجاده نشين صاحب درگاه خياري

شريف زيد فيضه

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الحمد لله الذى جعل العلماء الراسخين قاضين لمكائد
الفرق الباطلة - ودافعين للتوهمات الواهية والتحيلات الفاسدة
والصلوة والسلام على رسوله محمد الذى اعطاه اخبار
المعيات الخفية - واقامة بالحجج القطعية القوية اما بعد
فقد اطلعت على الرسالة الجليلة والعاحلة النافعة اللطيفة -
المسماة بالاصول الاربعة فى ترويد الوهابية - التى هى منبهة
على ضلالات الفرق المبتدعين وموقظة لقلوب الكاسنين
الغافلين عن عقائد هم الباطلة واختلافاتهم العاطلة - دلائلها
محللة بالآيات البينات وبراهينها موشحة باحاديث

الثقات - كيف لا وقدوة الفقهاء الشيخ الامام - قدوة الفقهاء
الكرام علامة الزمان ترجمان الحديث والقرآن - زبدة العلماء
المحققين - اكمل الاولياء الصديقين - العضد للملة المحمدية -
والكبد للسمحة الاحمدية اعني مولينا الحاج الخواجه محمد
حسن خان السرهندي النقشبندی لازالت شمس فيضاته
ساطعة على روس الانام - وسابحت قمور افاضاته لاسعة على
مفارق الخواص والعوام بحرمة سيدنا محمد وآله العظام
واصحاب العر الكرام - فجزاه الله تعالى جزاء كاملا وفضلا
بكافلا وعلى المسلمين ان يجعلوا هذا الكتاب ذخرا ليوم الجزاء -
فانه لداء القلب دواء وشفاء وانا المصدق الراجي الي رحمة ربه
المنان - عبده المسمى بمحمد معصوم عفا الله عنه ما صدر منه
من كل خطأ ونسيان اين المعارف الكامل والعالم العامل
قدوة الاصفياء الدوران - قطب سماء العرفان حضرت سجاده
نشين درگاه خياري شريف ضاعف الله جلاله وادام على الانام
ظلاله آسين -

تقريظ عالم متين مولينا مولوى قمر الدين

صاحب عطائي مدير رساله مهير

بسم الله الرحمن الرحيم ط

جبه اخلاص را بر عتبه مدحت و ستائش مالكي كه
ولي جميع محامدا زلي و ابدى است آسوده و زبان مبین احسان
رايشناي و صلوة محسنی كه همه عالم طویل او نعمت وجود
يافته كشوده با ظهرا نما عاينی پردازد كه رساله اصول اربعه
مولفه شيخ الاسلام والمسلمين حجة الله في العالمين امام
المتقين سيدى واقائى اعلى حضرت خواجه محمد حسن خان
صاحب قبله مجددي متع الله طلبه الحق بطول بقائه آسين كه
برائے هدايت گم گشتگان و ادى ضلالت مثل مرشد كامل
وجهت رہنمائي رہز دگان شيطان غوى چون خضر رہبر
منازل است بمطالعه اين خاكسار رذره بمقدار درآمده - الحق
كتابى است كه هر مسئله اش مدلل بدلائل ساطعه است
و هر حكمش مدلل به براين قاطعه است و برائے عليان غلب
نفاق دوائى شافى است و بهر تنكرار كمالات مقربان بارگان
الهي حجت كافى است - فطوبى لطائف الحق حيث وجد
واما هو ماسولهم بشرى لا صاحب الصدق فقد ادر كوا

امامهم مستولهم وانا الفقير قمر الدين العطائي مديته رساله مهير
عفا الله عنه -

ادارہ کی دیگر مطبوعات

